بسم اللہ الرحمن الرحیم

السیرۃ النبویۃ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

(توقیتی مطالعہ: مکی دور)

بارہویں قسط

پروفیسر ظفر احمد☆

(ج) دورِ جاہلیت کے عربوں کی مذہبی حالت: شرک و بت پرستی

دورِ جاہلیت کے عربوں میں بت پرستی اگرچہ عمرو بن لُحی خزاعی سے پہلے ہی رائج ہو چکی تھی لیکن مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ میں بت رکھنے کی جسارت تقریباً ۲۰۷ عیسوی / ۴۲۹ قبل ہجرت میں اسی نے کی اور شرک و بت پرستی کا منحوس مرض بتدریج مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر قبیلہ قریش میں بھی پھیل گیا۔ مشرکینِ عرب اپنے آپ کو حنیف کہلاتے تھے۔ حنیف اسے کہا جاتا ہے جو ملتِ ابراہیمی کا سختی سے پابند ہو اور حضرت ابراہیمؑ کی شریعت کی اہم علامات کو اختیار کرتا ہو۔ ان علامات میں خانہ کعبہ کا عمرہ و حج، حرمت والے چار مہینوں محرم، رجب، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کا احترام ملحوظ رکھنا، مسجد حرام اور بیت اللہ کی دیکھ بھال اور تعظیم، خونی رشتے یا رضاعت کی وجہ سے جن عورتوں سے نکاح حرام ہے یعنی محرمات نسبی و رضائی کو حرام جاننا۔ عام دنوں اور خصوصاً ایامِ حج میں اللہ کی رضا کے لئے جانوروں کی قربانی کرنا، غسلِ جنابت، ختنہ، ڈاڑھی بڑھانا، اور ناخن کٹوانا وغیرہ، وضو، نماز، استقبالِ کعبہ، طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک روزہ رکھنا، فقرا، مساکین اور یتامیٰ کی مالی و اخلاقی اعانت اور اعزۃ و اقربا سے صلہ رحمی وغیرہ شامل ہیں۔ اگرچہ ملت ابراہیمی کے یہ اعمال مشرکین کے ہاں اچھے سمجھے جاتے تھے لیکن حج و عمرہ، اشھُرِ حُرُم کا احترام اور چند دیگر ظاہری رسوم کے علاوہ اصولِ دین، توحید، رسالت اور آخرت کو وہ بالکل فراموش کر چکے تھے۔ توحید کی جگہ شرک نے لے لی۔ شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں دوسروں کو بھی شامل کیا جائے۔

☆ سابق صدر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ ایس ای کالج بھاولپور۔

مشرکین عرب تشبیہ میں بھی مبتلا تھے۔ تشبیہ یہ ہے کہ مخلوق کی صفات وعوارض کو اللہ تعالیٰ پر بھی چسپاں کیا جائے۔ اگرچہ وہ حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کی رسالت کے قائل تھے، لیکن ان کے خیال میں رسالت کسی مافوق البشر ہستی یا فرشتے کے لئے ہی ہوسکتی تھی۔ آخرت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے قائل نہیں تھے۔ یوں انہوں نے اپنے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کے اصل دین میں تحریف کر ڈالی تھی۔

مشرکین یہ مانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کا خالق ہے، وہی مدبر ورازق ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو ہمارے کام میں لگا رکھا ہے، وہی ہمارے کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے اور وہی زندہ کو مُردہ سے اور مُردے کو زندہ سے نکالتا ہے (۱/الف)۔ وہ یہ بھی تسلیم کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی قادرِ مطلق ہے وہ جو کام کرنا چاہے اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ جیسے دنیا میں عظیم الشان بادشاہ اور حکام اپنے ماتحتوں کا تقرر کرتے اور انہیں مخصوص اختیارات سونپتے ہیں اور عوام الناس اپنی روزمرہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے انہی ماتحت حکام سے رجوع کرتے ہیں اور جس طرح بادشاہوں کے مقرب لوگ یا ان کے محبوب اعزۃ واقارب ان کے کسی کام کی سفارش کریں تو وہ بہرحال اسے قبول کرتے ہیں، یہی مقام ومرتبہ اللہ تعالیٰ کے مقربین کا بھی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور اولیا کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ خاص بندگانِ خدا دنیا سے رخصت ہوچکے اس لئے ان کے مجسمے وغیرہ تیار کئے گئے تاکہ ان کی یاد باقی رہے، مافوق الاسباب امور مثلاً اولاد حاصل کرنے، رزق میں برکت، امراض سے شفا، دشمنوں پر غلبے اور دیگر حاجات ومہمات اور مصائب وتکالیف وغیرہ میں انہیں یہ سمجھ کر پکارنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ ہمارے سفارشی ہیں اور ان کے ذریعے ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا اور ہمارے سارے مقاصد پورے ہوجائیں گے۔ سورہ زمر میں ہے أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ أَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (۱/ب) ''خبردار عبادت صرف اللہ ہی کے لئے ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا دوست بنائے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کا مقرب بنادیں گے۔''

اور سورہ یونس میں ہے وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ أَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۝ (۱/ج)

''اور وہ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکیں اور نہ ہی انہیں

نفع دے سکیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ تو کہہ کیا تم اللہ کو (بزعم خویش) وہ چیز بتلاتے ہو جو اسے آسمانوں اور زمین میں معلوم نہیں؟ وہ ان تمام چیزوں سے پاک اور بلند ہے جنہیں وہ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں''۔ الغرض ان کا اللہ تعالیٰ پر ایمان تو تھا لیکن اس کے ساتھ وہ شرک کرتے تھے۔

(۲/الف) مذکورہ آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرکین معبودانِ باطلہ کو ذاتی حیثیت سے مالک ومختار نہیں سمجھتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ ان کی الوہیت اور ان کا کارساز ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یعنی ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے۔ ان کے شرک کی وجہ صرف یہی نہیں تھی کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آخرت کے منکر تھے بلکہ ان کے شرک کی وجہ اپنی ضرورتوں، تکلیفوں اور مصائب میں غیر اللہ یعنی مخلوق کو پکارنا اور ان سے مدد کی امید رکھنا بھی تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل بھی مشرک ہی تھے۔ سورہ فاطر میں ہے وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَایَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ O اِنْ تَدْعُوْھُمْ لَایَسْمَعُوْا دُعَآءَ کُمْ ج وَلَوْ سَمِعُوْا مَااسْتَجَابُوْا لَکُمْ ط وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکْفُرُوْنَ بِشِرْکِکُمْ ط وَلَا یُنَبِّئُکَ مِثْلُ خَبِیْرٍ O (۲/ب) ''اور وہ لوگ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو بھی تمہاری درخواست کو قبول نہیں کر سکتے اور بروز قیامت وہ تمہارے شرک کا انکار کریں گے اور جیسے (صحیح باتیں) تجھے اللہ بتاتا ہے اس طرح کوئی اور نہیں بتائے گا''۔ اس آیت میں دعا (پکارنے) کے بالمقابل ولوسمعوا ''اور اگر پکار سن لیں'' اور اس کے بعد مااستجابوا ''قبول نہ کریں'' کے کلمات صاف بتا رہے ہیں کہ غیر اللہ کو اپنی حاجتوں میں پکارنا شرک ہے اور یہاں پکارنا اپنے حقیقی معنوں میں ہے اور یہ پکارنا بھی عبادت ہی کی ایک صورت ہے اور اس میں شامل ہے۔ یہود ونصاریٰ رسالت وآخرت کے عقائد کے منکر نہیں تھے گو وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے کفر پر قائم رہے ہوں، لیکن وہ آپ کی بعثت سے قبل بھی رسالت وآخرت کے عقائد ماننے کے باوجود غیر اللہ کو زبان یا عمل سے رب کا درجہ دینے کی بنا پر مشرک تھے۔ چنانچہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ کو مخاطب کرتے ہوئے سورہ آل عمران میں فرمایا گیا ہے قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ O (۲/ج) ''(اے پیغمبر!) تو کہہ دے کہ اے اہل کتاب! ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہی ہم اپنوں میں سے ایک دوسرے کو اللہ کے سوا (اپنا) رب بنائیں پھر اگر وہ منہ پھیریں

تو تم کہہ دو کہ ہم تو مسلم (اللہ کے فرمانبردار) ہیں۔''

عام مشاہدہ ہے کہ بادشاہوں اور اعلیٰ حکام کے اعزہ واقارب ان پر اثر انداز ہوتے ہیں اور اپنے اور دوسروں کے کام نکالتے ہیں، عرب کے مشرکین کے دل میں شیطان نے یہ بات ڈال دی کہ فرشتے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں حالانکہ وہ خود اپنے لئے بیٹوں کو پسند کرتے تھے۔ان کا یہ خیال بھی تھا کہ جنات کا بھی اللہ تعالیٰ سے (معاذ اللہ) کوئی نسبی تعلق ہے۔سورہ صافات میں ہے اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِکَۃَ اِنَاثًا وَّھُمْ شَاھِدُوْنَ O اَلَآ اِنَّھُمْ مِّنْ اِفْکِھِمْ لَیَقُوْلُوْنَ O وَلَدَ اللّٰہُ لا وَاِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ O اَصْطَفَی الْبَنَاتِ عَلَی الْبَنِیْنَ O مَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ O اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ O اَمْ لَکُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِیْنٌ O فَاْتُوْا بِکِتٰبِکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ O وَجَعَلُوْا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجِنَّۃِ نَسَبًا ط وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّۃُ اِنَّھُمْ لَمُحْضَرُوْنَ O (۳/الف) ''کیا (بقول ان مشرکین کے) جب ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا تھا وہ (اس وقت وہاں) موجود تھے؟ خبردار! یہ اپنی جھوٹ بنائی ہوئی بات کہتے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے اور بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں۔کیا اس نے بیٹوں کی نسبت بیٹیوں کو پسند کیا ہے، تم کیسے لوگ ہو کس طرح کا فیصلہ کرتے ہو؟ یا کیا تمہارے پاس کوئی صریح دلیل ہے؟ اگر تم سچے ہو تو اپنی کوئی (آسمانی) کتاب پیش کرو اور انہوں نے اللہ اور جنات میں (بھی) رشتہ قائم کیا، حالانکہ جنات جانتے ہیں کہ وہ اللہ کے سامنے حاضر کئے جائیں گے''۔

مشرکین عرب نے مٹی اور دھات وغیرہ کے بت بنا رکھے تھے۔سورہ نوح میں قوم نوحؑ کے پانچ معبودوں کا ذکر ہے جن کے نام ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر ہیں۔یہ حضرت نوحؑ کے زمانے میں نیک اور صالح لوگ تھے تفسیر ابن کثیرؒ میں ہے کہ جب ان پانچوں کی وفات ہوگئی تو ان کے پیروکاروں نے کہا کہ اگر ہم ان کا عبادت میں تصور کیا کریں تو اس سے عبادت میں ذوق وشوق بڑھے گا اس لئے انہوں نے ان کی تصاویر بنالیں بعد میں ان کے مجسمے بنالئے گئے اور ان کی عبادت شروع ہوگئی۔دنیا میں یہ شرک اور بت پرستی کی ابتدا تھی (۳/ب) مشرکین عرب کو بھی ان پانچ بزرگوں سے عقیدت تھی اور وہ اپنے بچوں کے نام عبدوَدّ (ودکا بندہ) وغیرہ رکھتے تھے۔غزوہ خندق میں جس مشہور عرب پہلوان کو حضرت علیؓ نے قتل کیا تھا اس کا نام عمرو بن عبدود تھا (۳/ج) سورہ نجم میں ایک بت لات کا ذکر ہے یہ ایک نیک آدمی تھا جو حاجیوں کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا (۴/الف) خانہ کعبہ میں ہُبل نام کا ایک بت نصب تھا۔یہ دراصل حضرت آدمؑ کے بیٹے ہابیل کے نام پر تھا جسے اس کے بھائی قابیل نے شہید کر ڈالا تھا۔مشرکین عرب اس مظلوم شہید کو اپنی ضرورتوں اور مصائب وآلام میں پکارتے تھے، چنانچہ غزوہ احد کے موقع پر حضرت

ابوسفیانؓ نے بحالت کفر اُعلُ ہُبل (ہبل بلند و بالا ہو) کا نعرہ لگایا تھا(۴/ب) بقول اہلِ سیر جب مکہ مکرمہ پر بنو جرہم کی حکومت تھی تو ان میں سے ایک مرد اساف بن بغی اور ایک عورت نائلہ بنت وائل نے خانہ کعبہ میں بدکاری کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی شکلوں کو مسخ کر کے انہیں پتھر کا بنا دیا تو لوگوں نے انہیں خانہ کعبہ کے قریب نصب کر دیا تا کہ لوگ ان سے عبرت پکڑیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی بھی پوجا کی جانے لگی۔(۴/ج) اس سے معلوم ہوا کہ بت پرست پتھروں کے مجسموں کی عبادت صرف انہیں پتھر سمجھ کر ہی نہیں کرتے تھے بلکہ جن لوگوں کے نام پر یہ مجسمے بنائے گئے تھے انہیں عالم الغیب، حاضر و ناظر، امور کائنات میں مُتصرّف و مختار، حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر ایسا کرتے تھے اور مجسمے محض اس لئے بنائے گئے تھے کہ ان کی عبادت کرتے وقت یکسوئی حاصل ہو۔ لکڑی، دھات اور مٹی کے ان مجسموں سے وہی کام لیا گیا جو نااہل لوگوں نے تصورِ شیخ یا بزرگوں کی تصاویر یا قبروں اور مزاروں سے لیا۔ انسانوں کے علاوہ جنات، پریوں، فرشتوں، ستاروں، جانوروں اور درختوں وغیرہ کو مؤثر سمجھ کر بھی بت اور بت کدے بنائے گئے۔ بعض مقامات اور شجر و حجر کی پوجا اس لئے کی جاتی تھی کہ یہ مقدس خیال کئے جاتے تھے اور مشرکین یہ سمجھتے تھے کہ ان کی عبادت اور پوجا سے اللہ تعالیٰ خوش ہو کر ان کی برکت اور ان کے تقدس کی بدولت حاجت روائی کرے گا۔ مشرکین کے لئے یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ وہ انسانوں، جنات اور ملائکہ وغیرہ کے مجسمے بنا کر ہی ان کی عبادت کریں اور انہیں حاجت روا اور مشکل کشا سمجھیں۔ ان کے مجسمے اور بت بنائے بغیر بھی وہ ان سے استعانت کرتے تھے، چنانچہ سورہ سبا میں ہے **وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ○ قَالُوا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ ۚ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ○** (۵/الف) ''اور جس دن (اللہ) ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے پوچھے گا کیا یہ (مشرکین) تمہاری عبادت کرتے تھے، وہ کہیں گے (اے اللہ) تو ہر عیب سے پاک ہے انہیں چھوڑ کر تو ہی ہمارا کارساز ہے بلکہ وہ جنات کی پوجا کرتے تھے اور ان میں سے اکثر انہی پر اعتقاد رکھتے تھے'' (یعنی ان کی عبادت پر ہم کبھی راضی نہ تھے بلکہ غیر اللہ کی عبادت مشرکین ہمیشہ شیاطین کے بہکانے سے کرتے ہیں)۔ سورہ آل عمران میں ہے **وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ أَرْبَابًا ۗ أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ○** (۵/ب) ''اور نہ ہی (اللہ کا کوئی نبی) تمہیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا لو کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو؟''۔ ملائکہ تو مُردے نہیں ہیں جس طرح مُردوں یا ان کے مجسموں اور تصویروں کی پوجا شرک ہے اسی طرح کسی فرشتے یا زندہ انسان یا حیوان وغیرہ کی پوجا بھی شرک ہے۔ مُردوں کی پوجا کا نامعقول ہونا تو

اور بھی واضح ہے کہ زندہ شخص تو ماتحت الاسباب امور میں یعنی جن امور میں عام اسباب کے تحت اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو کچھ محدود اختیار دے رکھا ہے، کچھ کام آ بھی سکتا ہے۔ مردے یا مجسمے اور بت تو یہ بھی نہیں کر سکتے ان کی دنیوی زندگی تو معدوم ہے گو برزخی زندگی کیسی ہی ہو چنانچہ بت پرستی کی مذمت میں مشرکین سے پوچھا گیا ہے کہ کیا ان بتوں کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہوں یا ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہوں یا کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں وغیرہ (۵/ج) اور بعض اوقات کچھ لوگوں کو بتوں کی اس لاچاری اور بے بسی کا احساس بھی ہوتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ اپنے باپ دادا کی غلط روش کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں تھے۔ یہ بھی ہوتا تھا کہ کسی بت پر کسی جنگلی جانور مثلاً لومڑی نے پیشاب کر دیا تو مشرکوں نے اس بت پر اظہار مذمت کے لئے کنکریاں ماریں۔ دور جاہلیت کے اس طرح کے اشعار اس کی غمازی کرتے ہیں۔

أرب یبول الثعلبان برأسه

لقد ذل من بالت علیه الثعالب (۶/الف)

''کیا یہ (بت ایسا) رب ہے کہ لومڑیاں اس کے سر پر پیشاب کرتی ہیں بلاشبہ وہ (رب) ذلیل ہے جس پر لومڑیاں پیشاب کر جائیں''۔

شرک کی تردید میں جن قرآنی آیات میں من دون اللہ (اللہ کے ماسوا) کے کلمات ہیں ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ کو بھی پکارا جائے تو یہ شرک نہیں اور اللہ کو چھوڑ کر انہیں پکارا جائے تو شرک ہے۔ سورہ قصص میں ہے وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ (۶/ب) ''اور اس (یعنی موسیٰ) نے ان لوگوں کے علاوہ دو عورتوں کو (اپنی بکریاں) روکے پایا'' اور سورہ کہف میں ذوالقرنین کے متعلق ہے وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا (۶/ج) اور اس نے ان (دو پہاڑوں) کے سامنے ایک قوم کو پایا۔'' سورہ غافر میں ہے ذالکم بانه اذا دعی الله وحده کفرتم وان یشرك به تومنوا فالحکم لله العلي الکبیر ہ (۷/الف) ''یہ (تمہاری سزا) اس لئے ہے کہ جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور جب (اس پکارنے میں دوسروں کو بھی) اس کے ساتھ شریک کیا جاتا تھا تو تم تسلیم کر لیتے تھے تو حکم تو اللہ ہی کا ہے جو (سب سے) بلند اور (سب سے) بڑا ہے''۔ الغرض اللہ کے سوا جس چیز کو بھی اللہ کا شریک ٹھہرایا جائے یا اللہ کی صفات اس میں ثابت مانی جائیں اور اس چیز کا مجسمہ، تصویر یا بت بنایا جائے یا نہ بنایا جائے اور خواہ صرف اسی کو پکارا جائے اور عبادت کی جائے یا اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو بھی ملایا جائے، بہر حال شرک ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں شرک نہ کرنے کے حکم میں بہت زیادہ تعمیم ہے یعنی صنم پرستی، شجر و حجر پرستی وغیرہ شرک کی محض بعض صورتیں ہیں ورنہ کسی طرح کا بھی شرک قابل قبول

نہیں ہے مثلاً سورہ نساء میں ہے وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا (۷/ب)''اور اللہ (ہی) کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔''

مشرکین عرب کے مشہور بتوں میں عمرو بن لُحی خزاعی کا درآمد کردہ ہُبل بت خانہ کعبہ میں نصب تھا۔ یہ عقیق کا بنا ہوا تھا اس کے باز و شکستہ تھے اس لئے قریش مکہ نے اس کے سونے کے باز و لگا رکھے تھے۔ عزیٰ دیوی کو وادی نخلہ میں نصب کیا گیا تھا جس کی پوجا قریش اور بنو کنانہ کیا کرتے تھے۔ اور قدیم ترین بت منات کی تنصیب بحر احمر کے ساحل پر قُدید سے قریب ایک مقام مُشلّل پر کی گئی تھی۔ انصار اور غسان اس کی پوجا کیا کرتے تھے وہ اس کا حج بھی کرتے تھے اور جو اس بت کا حج کرتا تو وہ ایام حج میں مکے کی صفا اور مروہ پہاڑیوں کے درمیان طواف کو گناہ سمجھتا تھا اسی غلطی کی اصلاح کے لئے سورہ بقرہ میں فرمایا گیا کہ صفا اور مروہ پہاڑیاں اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر ان پہاڑیوں کا طواف کرنے میں کوئی گناہ نہیں (بلکہ اس کا حکم ہے) اور جو شخص بھی کوئی نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ قدر شناس اور جاننے والا ہے (۷/ج) مشہور ترین بتوں میں ودّ بھی تھا یہ دومۃ الجندل میں نصب قبیلہ کلب کا بت تھا۔ طائف میں بنو ثقیف کے بت کا نام لات تھا جو ایک بڑی چٹان کی صورت میں تھا۔ قبیلہ ثقیف کے لوگ اس کا بیحد احترام کرتے تھے۔ بنو ہذیل کا بت سُواع تھا جو رُہاط کے مقام پر نصب تھا۔ قبائل طے اور مذحج کے بت کی تنصیب جُرش کے مقام پر کی گئی تھی۔ اور یعوق نام کا بت ہمدان کی ایک شاخ بنی خیوان کا تھا جو قبیلہ ہمدان کے علاقے میں نصب تھا۔ اور ایک حمیری قبیلے ذوالکلاع کا بت نسر تھا جو یمن میں قبائل حمیر کے علاقے میں موجود تھا۔ اور قبیلہ خولان کے علاقے میں ان کے بت کا نام عمّ انس تھا اور بنو ملکان کے علاقے میں سعد نام کا ان کا بت نصب تھا۔ اسی طرح قبیلہ دوس کا بھی اپنا ایک بت تھا۔ دور جاہلیت کے مشہور بت خانوں میں قریش اور بنو کنانہ کی دیوی عزیٰ ادر طائف میں ثقیف کے بت لات اور قُدید کے قریب مُشلّل کے مقام پر نصب اوس وخزرج اور یثرب (مدینے) کے پڑوس میں آباد بعض دیگر قبائل کے بت منات کے بت کدے مشہور ومعروف تھے اسی طرح یمن میں قبائل دوس، خثعم، بجیلہ وغیرہ کا تبالہ کے مقام پر قائم بت کدے کا نام ذوالخلصہ تھا۔ قبیلہ طے کا بت کدہ فلس تھا۔

یمن میں حمیری قبائل کے ایک بت کدے کا نام رئام تھا جبکہ بنو تمیم کی شاخ بنو ربیعہ کے بت کدے کو رُضاء کہا جاتا تھا اور سنداد کے مقام پر بنو بکر اور بنو تغلب کا بت کدہ ذوالکعبات تھا۔ ان بت کدوں کی تعظیم خانہ کعبہ کی طرح کی جاتی تھی ان کے دربان اور مجاور ہوا کرتے تھے ان پر تحائف اور نذرانے پیش کئے جاتے تھے ان پر جانور ذبح کئے جاتے تھے اور خانہ کعبہ کی طرح ان کا طواف بھی لوگ کرتے تھے تاہم

خانہ کعبہ کو بنائے ابراہیمی سمجھتے ہوئے دیگر سب بت کدوں سے افضل سمجھا جاتا تھا۔ خانہ کعبہ میں ہبل اور اس کے باہر اساف اور نائلہ کے بت تو تھے ہی، ان کے علاوہ خانہ کعبہ کی دیواروں پر تصویریں قریش مکہ نے بنا رکھی تھیں اور دیگر چھوٹے موٹے بتوں سے بھی اسے بھر رکھا تھا۔ فتح مکہ کے بعد ان بتوں اور تصویروں سے بیت اللہ کو پاک کیا گیا اور دیگر بتوں اور بت کدوں کو بھی فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے ہی عرصے میں مسمار کرا دیا اور اس مقصد کے لئے متعدد صحابہ کرامؓ کو اطراف و اکناف میں بھیجا۔ (۸/الف) یہ چند بڑے بڑے بت تھے ورنہ عربوں کی پستی اور بتوں کی فراوانی کا یہ عالم تھا کہ ہر گھر اور ہر قبیلے نے اپنے اپنے بت بنا رکھے تھے۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی نے آٹے یا میٹھی چیز کا بت بنایا پھر بھوک لگی تو اسے توڑ کر کھا لیا۔

مشرکین آخرت اور حشر و نشر کے قائل نہیں تھے اور کہتے تھے کہ ہماری یہ صرف دنیوی زندگی ہی ہے جس میں ہم مرتے اور زندہ رہتے ہیں اور ہمیں دوبارہ اٹھایا نہیں جائے گا۔ (۸/ب) ان کا خیال تھا کہ ہماری طرح کا چلتا پھرتا اور کھاتا پیتا، بازاروں میں اپنی ضروریات کے لئے گھومتا اور بیوی بچوں و دیگر لوازمات سے وابستہ کوئی انسان اللہ کا رسول نہیں ہو سکتا۔ رسول تو کسی فرشتے کو ہونا چاہئے (۸/ج) سورہ انعام میں ہے وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ O (۹/الف) ''اور اگر ہم اس (رسول) کو فرشتہ بناتے تو (بھی) ہم اسے مرد (کی صورت ہی میں) بناتے اور جو شبہہ وہ اب کرتے ہیں (ان کی بیجا ضد کی وجہ سے) ہم اسی شبہہ میں انہیں پھر ڈال دیتے۔''

مشرکین پانسوں کے ذریعے قرعہ اندازی کرتے تھے ایک پر لکھا ہوتا اَمَرَ نِی رَبِّی (میرے رب نے حکم دیا) اور دوسرے پر لکھا ہوتا تھا نَهَانِی رَبِّی (میرے رب نے منع کیا) اور تیسرا خالی ہوتا تھا۔ جب کسی کا ارادہ سفر، تجارت، نکاح، دشمنوں سے جنگ یا صلح وغیرہ کا ہوتا تو وہ بیت اللہ میں نصب بڑے بت ہبل کے مجاور (سادن) کے پاس آتا جو چمڑے کی ایک تھیلی میں ان تیروں کو ڈال کر اسے خوب ہلاتا۔ باہر نکالنے پر اگر وہ پانسہ پہلے نکلتا جس پر لکھا ہوتا تھا کہ میرے رب نے حکم دیا تو وہ شخص اپنے کام پر روانہ ہو جاتا اور اگر مخالفت والا پانسہ نکلتا تو وہ اس کام سے رک جاتا تھا اور پانسہ خالی نکلتا تو پھر اسی عمل کو دہرایا جاتا۔ اسی طرح وہ اپنی طرف سے کچھ جانوروں کو حلال اور کچھ کو حرام سمجھ لیتے تھے ان میں بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی بھی شامل تھے۔ بقول ابن اسحاق سائبہ کی بچی کو بحیرہ کہا جاتا تھا اور سائبہ وہ اونٹنی تھی جس نے لگاتار دس مادہ بچے جنے ہوں اور ان میں کوئی بھی نر نہ ہو ایسی اونٹنی کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ نہ اس پر کوئی سوار ہو سکتا تھا اور نہ ہی سوائے مہمان کے کوئی شخص اس کا دودھ پی سکتا تھا۔ اس کے بعد یہ اونٹنی جو بچہ جنتی اور وہ

مادہ نکلتا تو اسے ہی بحیرہ کہا جاتا تھا اور سے بھی ماں کی طرح مذکورہ اوصاف کے ساتھ آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ وصیلہ وہ بکری تھی جو پانچ مرتبہ لگاتار دو دو مادہ بچے جنتی۔ اس کے بعد جو بچے اس بکری کے پیدا ہوتے انہیں صرف مرد کھا سکتے تھے البتہ اگر کوئی بچہ مردہ پیدا ہوتا تو اسے مرد عورت سبھی کھا سکتے تھے۔ حامی اس نر اونٹ کو کہا جاتا تھا جس کی جفتی سے لگاتار دس مادہ بچے پیدا ہوئے ہوں ایسے اونٹ کو ریوڑ میں جفتی کے لئے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ نہ اس پر کوئی سوار ہوسکتا تھا، نہ اس کا بال کاٹا جاتا تھا اور نہ ہی اس سے کوئی اور کام لیا جاتا تھا۔ اسلام میں ان سب کاموں کو حرام قرار دیا گیا۔ (۹/ ب)

مشرکین بتوں کے لئے قربانیاں اور نذرانے پیش کرتے تھے اور قربانی کے جانوروں کو کسی بھی جگہ یا کبھی بتوں کے آستانوں پر لے جا کر ذبح کرتے تھے۔ ذبح کرتے وقت بسا اوقات اللہ کا نام نہیں لیتے تھے مردار بھی کھا لیتے تھے (۹/ ج) اور کبھی یہ بھی ہوتا تھا کہ مشرکین بتوں کے تقرب کے لئے اپنی خوردنی اشیا کھیتی اور چوپائے کی پیداوار کا ایک حصہ بتوں کے لئے مخصوص کر دیتے تھے اور کبھی اس کے ساتھ اللہ کا حصہ بھی نکالتے تھے پھر اگر قرعہ اندازی وغیرہ کے ذریعہ بتوں کو زیادہ حصہ چلا جاتا تو مطمئن رہتے لیکن اگر اللہ کا حصہ زیادہ نکلتا تو اللہ کے حصے سے کچھ بتوں کے حصے میں ڈال دیتے تاکہ بت ان کے خیال کے مطابق خسارے میں نہ رہیں۔ گوشت کی تقسیم بھی آپس میں بعض اوقات پانسوں کے ذریعے کرتے تھے جو جوئے کی ایک صورت تھی۔ اسلام میں ان تمام مشرکانہ رسوم کو ختم کر دیا گیا۔ (۱۰/ الف)

مشرکین مختلف توہمات کا شکار تھے۔ طیرۃ (بدشگونی) کا عام رواج تھا وہ کسی پرندے یا جانور کو اڑاتے یا بھگاتے اگر وہ دائیں جانب کو جاتا تو اسے کامیابی کی، اور اگر بائیں طرف جاتا تو محرومی اور ناکامی کی علامت خیال کرتے تھے۔ ان کا یہ خیال بھی تھا کہ جب تک مقتول کا بدلہ نہ لیا جائے تو اس کی روح اُلّو بن کر بیابانوں میں بے قراری سے گھومتی رہتی ہے اسے وہ ''ھامۃ'' کہتے تھے۔ وہ بعض مقامات، ایام واوقات، بعض کھیتوں، بعض گھروں اور عورتوں کو منحوس سمجھتے تھے۔ بیماریوں کو متعدی سمجھنے میں بہت غلو سے کام لیتے تھے۔

مشرکین مکہ نے کئی بدعات ایجاد کر رکھی تھیں وہ ایام حج میں حدود حرم سے باہر نہیں جاتے تھے اور بیت اللہ کا متولی ہونے کی بنا پر کسی کو اپنے برابر کا نہیں سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو حُمس (بہادر اور گرم جوش) کہلاتے تھے۔ قریش سمیت سب مشرکین حج کے مہینوں میں حج کے ساتھ عمرے کو ملانا نہایت ہی سنگین گناہ سمجھتے تھے۔ عمرے کے لئے انہوں نے رجب کا مہینہ مخصوص کر رکھا تھا۔ قریش مکہ نے بیرون حرم کے باشندوں پر یہ حکم لگا رکھا تھا کہ وہ حرم میں آنے کے بعد پہلا طواف حُمس سے حاصل کئے ہوئے کپڑوں میں

کریں اگر یہ کپڑے دستیاب نہ ہوں تو مرد ننگے ہوکر طواف کرتے اور عورتیں ایک چھوٹا سا کھلا ہوا کرتہ پہن لیتیں اور طواف کے دوران یہ شعر پڑھتی جاتیں الیوم یبد وبعضہ اوکلّہ۔ وما بدامنہ فلا اُحلّہ ''آج کچھ یا ساری (شرمگاہ) کھل جائے گی اور جو حصہ اس سے کھل جائے تو میں اسے دیکھنا حلال قرار نہیں دیتی۔''

اگر کوئی باہر سے لائے ہوئے کپڑوں میں طواف کر لیتا تو طواف کے بعد ان کپڑوں کو بے کار پھینک دیا جاتا تھا اور کوئی ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ قریش مکہ اگر دورانِ حج اپنے گھر جانا چاہیں تو دروازے سے جانے کی بجائے گھر کے پچھواڑے سے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے وہ بزعم خویش جو نماز پڑھتے تھے وہ دورِ حاضر کی قوالی کی موسیقی کی طرح سیٹیاں اور تالیاں بجانے پر مشتمل ہوتی تھی۔ (۱۰/ب)

مجوسیّت

مشرکین عرب میں کچھ مجوسی بھی تھے وہ دو خداؤں یزداں (نیکی کا خدا) اور اہرمن (بدی کا خدا) کے قائل تھے اور آگ کو مقدس سمجھتے ہوئے اس کی پوجا کرتے تھے۔ مجوسیت ایران کا سرکاری مذہب تھا اور ایران سے متصل عرب علاقوں پر ایران کے سیاسی اثرات تو نمایاں تھے لیکن مجوسیت کے اثرات قبیلہ بنو تمیم کے چند لوگوں کے سوا عربوں پر کم ہی پڑے۔ مشرکینِ عرب میں صابی مذہب کی ستارہ پرستی کے اثرات بھی موجود تھے۔ عراق کے آثار قدیمہ کی کھدائی سے برآمد ہونے والے کتبات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت ابراہیمؑ کی کلدانی قوم کا مذہب تھا جو بعد میں ان علاقوں میں یہودیت اور نصرانیت کے پھیل جانے سے تقریباً معدوم ہوگیا۔ یمن کے قحطانی صابی مذہب سے زیادہ متاثر تھے۔ اور وہاں بہت سے ہیکل اور معبد مختلف کواکب کے نام پر تھے۔ عام عرب مشرکین بھی ستاروں کے اثرات کے قائل تھے چاند کی اٹھائیس منازل سے انہوں نے بارش وغیرہ طبعی اثرات کو منسوب کر رکھا تھا اور ستاروں کے اثرات کے قائل ہونے کی بنا پر وہ نجومیوں کی بتائی ہوئی غیبی خبروں کو معتبر سمجھتے تھے۔

حنیفیت

دور جاہلیت کے عرب معاشرے کے مشرکانہ عقائد اور اعمال کا بڑا نمونہ پیش کیا جا چکا ہے لیکن بہت کم ایسے لوگ بھی تھے جو شرک اور بت پرستی سے بیزار ہو چکے تھے۔ انہیں حنفی اس معنی میں کہا جاتا ہے کہ یہ بت پرستی سے تائب اور متنفر ہو چکے تھے۔ ان میں قس بن ساعدہ ایادی، حضرت عمر فاروقؓ کے چچازاد بھائی اور جلیل القدر صحابیٔ رسول حضرت سعید بن زید کے والد زید بن عمرو بن نُفیل کے نام مشہور ہیں۔ ام

المومنین حضرت خدیجہؓ کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بھی بت پرستی سے بیزار تھے اور انہوں نے عیسائیت قبول کرلی تھی۔ غالباً شام میں ان کی ملاقات کسی مُوحّد راہب سے ہوئی اس لئے وہ تثلیث اور کفارے جیسے مشرکانہ عقائد کے قائل نہیں تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر غار حرا میں جب پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ پر گھبراہٹ طاری تھی حضرت خدیجہؓ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئی تھیں اس وقت ورقہ بہت بوڑھے اور نابینا ہوچکے تھے۔ ورقہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور کہا کہ یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوا تھا کاش میں اس وقت توانا اور زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے نکال دے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے پوچھا کہ کیا میری قوم مجھے نکال دیگی؟ ورقہ نے کہا ہاں! جب کوئی شخص اس طرح کا پیغام لے کر آتا ہے جیسے آپ لائے ہیں تو لوگ اس کے مخالف اور دشمن ہوجاتے ہیں۔ اس کے بعد ورقہ کا جلد ہی انتقال ہوگیا۔

بت پرستی سے بیزار انہی لوگوں میں امیہ بن ابی صلت بن عوف ثقفی بھی مشہور ہے یہ شاعر تھا اس کے اشعار میں توحید کا ذکر اور بت پرستی سے بے زاری کا اظہار ہے اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا لیکن حسد میں مبتلا ہوگیا اور دولتِ ایمان سے بہرہ مند نہ ہوسکا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے عمدہ اشعار کو پسند فرماتے تھے۔

دھریت

اکثر عرب مشرکین حشر ونشر اور آخرت کے قائل تو نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر نہ تھے وہ اللہ تعالیٰ کو خالق ورازق جانتے تھے۔ لیکن اس جاہلی معاشرے میں قلیل تعداد میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر تھے اور تمام کائناتی حوادث اور واقعات کو دھر (زمانے) کی طرف منسوب کرتے تھے اس لئے انہیں دہریے کہا جاتا ہے وہ کہتے تھے کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں تو زمانہ ماردیتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے اور محض اٹکل دوڑاتے ہیں۔ (۱۰/ج)

یہودیت

یہودی مذہب عرب میں خیبر اور اس کے نواح نیز یثرب (مدینہ منورہ) اور یمن کے علاقوں میں تھا اس مذہب کو عرب میں کچھ زیادہ فروغ حاصل نہیں ہوا اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ یہودی اپنے آپ کو ہی اللہ تعالیٰ کے خاص چہیتے اور محبوب قرار دیتے تھے اس لئے عربوں کی اکثریت نے ایسے مذہب کو قبول نہ کیا جو

معاشرے میں انہیں ثانوی حیثیت دے۔ مزید برآں یہودیت تبلیغی مذہب نہیں وہ اپنے دین کی اشاعت سے زیادہ دنیوی مفادات کو سمیٹنے پر حریص تھے۔ حرص وبخل ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ سودی کاروبار میں سب سے آگے تھے اور عرب قبائل کو بھاری شرح سود پر قرضے دیتے رہتے تھے۔ عربوں کو باہم خانہ جنگیوں میں ہتھیاروں وغیرہ کی خرید کے لئے سرمائے کی ضرورت ہوتی تھی اس لئے وہ یہودیوں سے قرض لینے پر مجبور تھے۔ یہودیوں کے سیاسی اور معاشی استحکام کا تقاضا بھی یہی تھا کہ عربوں میں خانہ جنگی کا سلسلہ چلتا رہے۔ جزیرۃ العرب میں یہودی باہر سے آکر آباد ہوئے تھے۔ (۱۱/الف) یہودی قبائل پہلے یمن میں اور اس کے بعد حجاز میں منتقل ہوگئے۔ یثرب (مدینہ) خیبر اور تیماء میں انہوں نے باقاعدہ اپنی آبادیاں قائم کرلیں اور مضبوط قلعے اور گڑھیاں بھی اپنی حفاظت کے لئے تعمیر کرلیں۔ ان کے زیر اثر کچھ عرب باشندوں میں بھی یہودی مذہب کا رواج ہوا۔ بعثت نبوی کے وقت یثرب کے مشہور یہودی قبائل بنو قینقاع، بنو قریظہ اور بنو نضیر تھے۔ خیبر اور مصطلق کے قبیلے خیبر وغیرہ میں آباد تھے۔ باہر سے آنے والے یہ یہودی قبائل عربوں میں گھل مل گئے تھے۔ ان کا رہن سہن، لباس، وضع قطع عربوں کی طرح تھا چونکہ امی (ناخواندہ) عربوں کے برعکس یہودیوں میں تعلیم وتعلّم کا رواج زیادہ تھا اس لئے عرب اس اعتبار سے ان سے کسی قدر متاثر بھی تھے اور عربوں نے معاشی محرکات اور دیگر متعلقہ عوامل کے پیش نظر اپنی خالص قمری تقویم کو عبرانی (یہودیوں والی) تقویم کے مطابق قمریہ شمسی میں تبدیل کرلیا تھا جس کے انیس سالہ دور میں سات سال تیرہ تیرہ مہینوں کے اور باقی ماندہ بارہ سال بارہ بارہ مہینوں کے ہوا کرتے تھے۔ یوں قمری مہینوں کو خاص موسموں کے مطابق رکھا جاتا تھا۔ یہودی نیساں کے مہینے میں عید الفصح مناتے ہیں۔ جس میں وہ بھیڑ یا بکری کا بچہ ذبح کرتے ہیں۔ عربوں نے اس کے مقابل رجب کا مہینہ رکھا جس میں وہ عمرہ کرتے تھے اور بھیڑ یا بکری جو جانور بھی ذبح کرتے اسے وہ ''رجبی'' کہتے تھے۔ یہودیوں کا نیساں اور عربوں کا رجب موسم بہار میں اور یہودیوں کے سال کا پہلا مہینہ تشری اور عربوں کے سال کا پہلا مہینہ محرم موسم خزاں میں ہوا کرتے تھے۔ الغرض عرب یہودی تمدن سے متاثر تھے۔ لیکن یہودیوں کے اخلاق رزیلہ کی بنا پر عربوں میں ان کے خلاف ایک طرح کی نفرت بھی پائی جاتی تھی۔

یہودی حضرت موسیٰ کی امت تھے ان کی بہت بڑی خرابی یہ تھی کہ انہوں نے حضرت موسیٰ پر نازل ہونے والی آسمانی کتاب تورات اور اسرائیلی انبیاء علیہم السلام کی دیگر متعلقہ کتب میں تحریف کرڈالی تھی اور ان میں اس تحریف کا سلسلہ لگاتار چلا آرہا تھا۔ قرآن کریم کی سورہ مائدہ میں ہے **يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ**

(۱۱/ب) ''یہ لوگ کلماتِ کتاب کو اپنے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور جن باتوں کی انہیں نصیحت کی گئی تھی ان کا ایک (بڑا) حصہ وہ فراموش کر بیٹھے ہیں اور ان کے تھوڑے آدمیوں کو چھوڑ کر تو ہمیشہ ان کی ایک نہ ایک خیانت پر مطلع ہوتا رہے گا۔'' اور سورہ بقرہ میں ہے افتطمعون ان یؤمنوا لکم وقد کان فریق منھم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ. وھم یعلمون. (۱۱/ج) ''(اے مسلمانو!) کیا تم امید لگائے بیٹھے ہو کہ یہ (یہودی) تمہارے دین کے قائل ہو جائیں گے حالانکہ ان میں سے کچھ لوگ اللہ کا کلام (تورات) سنتے تھے پھر اسے سمجھ لینے کے بعد جانتے بوجھتے ہوئے اس میں تحریف کر ڈالتے تھے۔'' اور اسی سورہ بقرہ میں ہے فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ O (۱۲/الف) ''سو ان لوگوں کے لئے بربادی ہے جو کتاب اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر (جھوٹ بولتے ہوئے) کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے ذریعے تھوڑی سی قیمت (دنیوی مفاد) حاصل کریں، سو ان کے لئے بربادی ہے کہ (بے اصل) باتیں اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں اور ان کے لئے بربادی ہے کہ وہ اس طرح کی کمائی کرتے ہیں۔'' اور سورہ آل عمران میں ہے يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ O (۱۲/ب) ''اے اہل کتاب! تم کیوں سچ کو جھوٹ کے ساتھ ملاتے ہو اور سچ کو جانتے بوجھتے ہوئے چھپاتے ہو''؟ اور اسی سورہ آل عمران میں ہے وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ج وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ O (۱۲/ج) ''اور بے شک ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ کتاب (تورات) کو زبان مروڑ مروڑ کر پڑھتے ہیں تاکہ تم سمجھو کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہیں کتاب میں سے ہے حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہوتا اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا اور وہ جانتے بوجھتے ہوئے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں''۔

یہودیوں میں تحریف کے علاوہ کتمان (دین کو چھپانے) کا بھی مرض تھا دیگر پیغمبروں کی طرح حضرت موسیٰ نے بھی اپنی امت کو شریعت پر کاربند رہنے کی تاکید فرمائی تھی۔ یہودیوں نے یہاں یوں تحریف اور کتمان سے کام لیا کہ موسوی شریعت اور تورات پر عمل ہمیشہ کے لئے ہے۔ ہم بنی اسرائیل سے ہیں ہمیں بنی اسماعیل میں پیدا ہونے والے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانے کا کوئی حکم نہیں۔ ہمارے دل مضبوط پردوں میں ہیں اور ان میں تورات کے سوا اور کوئی کتاب نہیں سما سکتی۔ حضرت محمد (صلی

اللہ علیہ وسلم) پر ہم ایمان لانے کے پابند نہیں وہ عربوں کے لئے ہو سکتے ہیں ہمارے لئے نہیں۔ یہودی علماء نے اپنے متقدمین کی اندھی پیروی میں جو باتیں اپنی طرف سے دین میں داخل کر رکھی تھیں ان میں وہ بڑے متشدد تھے۔ امرا اور اغنیا کو راضی رکھنے کیلئے انہوں نے تورات کے بعض احکام کو چھپا رکھا تھا اور ان کی جگہ اپنی مرضی کے احکام وضع کر لئے تھے۔ مثلاً شادی شدہ زانی کی سزا تورات میں رجم یعنی سنگسار کرنے کی تھی اس کی بجائے ان کے علماء نے دُرے مارنا اور منہ کالا کرنا تجویز کر رکھا تھا۔ (۱۳/ الف)

یثرب (مدینے) میں یہودی علماء نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تورات میں دی گئی علامات کی بنا پر خوب پہچان لیا تھا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ کی بعثت سے قبل وہ آخری پیغمبر کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے اپنے دشمنوں کے خلاف کامیابی کی دعائیں مانگا کرتے تھے لیکن جب آپ مکہ سے مدینہ ہجرت فرما کر ان یہودیوں کے پڑوس میں تشریف فرما ہوئے تو انہوں نے اس حسد کی بنا پر آپ پر ایمان لانے سے انکار کر دیا کہ یہ آخری رسول بنی اسرائیل کی بجائے اب بنی اسماعیل میں کیوں مبعوث ہوا ہے؟ (۱۳/ ب)۔ یہودیوں کے مردود و مغضوب ہونے کی وجہ قرآن کریم میں مثلاً سورہ بقرہ اور سورہ نساء میں یہ بیان کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ اور ان کے بعد آنے والے اسرائیلی انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ان سے اللہ کا ہمیشہ فرمانبردار رہنے اور اللہ کے ہر پیغمبر پر خصوصاً خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا جو وعدہ لیا گیا تھا وہ انہوں نے توڑ ڈالا۔ انہوں نے اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا اور اس سے پہلے تورات ہی کی تعلیم دینے والے بہت سے اسرائیلی نبیوں کو ناحق قتل کیا اور اب یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں سوائے تورات کے اور کوئی کتاب ہمارے دلوں میں نہیں آئے گی حالانکہ ان کے دلوں پر لعنت کے پردے ہیں اس لئے بہت تھوڑی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور جو ان کے دل کو پسند نہ آئے اسکا انکار کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں نے بنی اسرائیل ہی میں مبعوث اپنے آخری رسول حضرت عیسیٰ کا انکار کیا ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم پر (معاذ اللہ) بدکاری کا بہتان لگایا۔ حضرت عیسیٰ کے یہ دشمن ہو گئے اور انہیں مصلوب کرنے کی سر توڑ کوشش کی لیکن حضرت عیسیٰ ان کے ہاتھوں نہ ہی مصلوب اور نہ ہی قتل ہوئے اس بارے میں انہیں شبہے میں ڈال دیا گیا اور اللہ نے حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف اپنی قدرت کاملہ سے اٹھا لیا لیکن یہ یہودی جھوٹا دعویٰ کرتے پھرتے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو قتل کر ڈالا تھا جو اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہلاتا تھا، ان تمام باتوں کی وجہ سے یہ مردود و مغضوب ہوئے اور ان کی نافرمانیوں کی بنا پر ہی اللہ تعالیٰ نے بعض پاکیزہ چیزوں کو بطور سزا ان پر حرام کر دیا تھا اور یہ اس لئے بھی مردود ہوئے کہ سود لیتے ہیں حالانکہ انہیں اس سے روکا گیا تھا۔ اللہ کے سیدھے راستے سے لوگوں کو روکنے میں سرگرم رہتے

ہیں اور لوگوں کے اموال ناحق ہتھیا لیتے ہیں ان تمام جرائم نے انہیں مغضوب اور اللہ کے سخت عذاب کا مستحق بنا رکھا ہے۔ (۱۳/ ج)

نافرمان مومن اور کافر میں ایک فرق یہ ہے کہ آخرت میں کافر تو ہمیشہ عذاب میں رہے گا جبکہ فاسق مومن کو اگر سزا ہوئی بھی تو سزا بھگتنے کے بعد جنت میں چلا جائے گا۔ دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح حضرت موسیٰ نے بھی یہی بات اپنی امت کو بتائی تھی اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ یہودی تورات کی تعلیم دینے والے انبیاء کو قتل کرتے پھریں اور اپنی ہی قوم بنی اسرائیل کی عظیم المرتبت خاتون حضرت مریم صدیقہ پر (معاذ اللہ) بدکاری کا بہتان لگائیں اور ان کے صاحبزادے حضرت عیسیٰ کا نہ صرف انکار کریں بلکہ ان کے قتل کے درپے رہے ہوں اور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کریں اور ان سے عداوت رکھیں تو بھی مومن ہی رہیں گے اور اگر گناہگار ہوئے بھی تو کچھ دنوں کے لئے جہنم میں رہنے کے بعد ہمیشہ کے لئے جنت میں چلے جائیں گے لیکن یہودی علماء نے اپنے عوام کو یہی فریب دے رکھا تھا۔ (۱۴/ الف) اور یہ کہتے پھرتے تھے کہ جنت تو صرف یہودیوں کے لئے ہی بنائی گئی ہے سورہ بقرہ میں ہے
قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (۱۴/ ب) ''(اے پیغمبر!) تو (ان یہودیوں سے) کہہ کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔ لیکن ان (برے) اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے آگے بھیجے ہیں وہ (اے پیغمبر! آپ کے ہوتے ہوئے) ہرگز ہرگز اس (موت) کی تمنا نہیں کریں گے اور اللہ (ایسے) ظالموں کو (خوب) جاننے والا ہے''۔ ہر قوم میں اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں یہودیوں میں ایسے لوگوں کے متعلق مثلاً سورہ اعراف میں ارشاد ہے
وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝ (۱۴/ ج) ''اور موسیٰ کی قوم میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو حق کا راستہ بتاتے ہیں اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔'' چنانچہ مدینے کے ان یہودیوں میں سے حضرت عبداللہ بن سلام جیسے، حق اور انصاف پر قائم رہنے والے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

عیسائیت

سلطنت روم و حبشہ کا سرکاری مذہب عیسائیت تھا شام کی سرحد پر آباد عرب قبائل غسان، لخم، جذام اور مذحج نے عیسائیت قبول کر لی تھی۔ عراق میں تنوخ اور تغلب کے قبائل عیسائی تھے۔ یمن میں نجران کا علاقہ عیسائیوں کا بڑا مرکز تھا۔ نجد میں آباد قبیلہ طے بھی عیسائیت قبول کر چکا تھا۔ دیگر عرب علاقوں میں بھی عیسائی کہیں کہیں موجود تھے۔ قریش مکہ نے عیسائیوں کو متوجہ کرنے کے لئے خانہ کعبہ میں حضرت مریم اور

حضرت عیسیٰؑ کی تصاویر بھی رکھی ہوئی تھیں۔ عربوں میں نسطوری، یعقوبی، ماورنی اور ملکانی (کیتھولک) فرقوں کے عیسائی موجود تھے ماورنی فرقہ حضرت مریمؑ کو بھی خدائی کا درجہ دیتا تھا اور یعقوبی فرقے کے نزدیک حضرت عیسیٰ ہی اصل خدا ہیں جبکہ ملکانی اور نسطوری فرقے یہ کہتے تھے کہ خدا تین میں تیسرا ہے قرآن کریم میں ان سب کی پرزور تردید کی گئی ہے (۱۵/الف) حضرت عیسیٰ کے پیروکاروں کو قرآن کریم میں نصاریٰ کہا گیا ہے اس سے عیسائیوں کا ناصری یا نزاری فرقہ ہی نہیں بلکہ سب عیسائی مراد ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھیوں (حواریوں) نے کہا تھا نحن انصار اللہ یعنی ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں اسی لئے عیسائیوں کو قرآن کریم میں نصاریٰ کہا گیا ہے اور اس کا مادہ نصر بمعنیٰ مدد کرنا ہے۔ حواری کا مادہ حور بمعنی سفیدی ہے، کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے ابتدائی پیروکار دھوبی اور مچھیرے تھے اس لئے وہ حواری کہلائے۔ بعد میں یہ لفظ ساتھی اور مددگار کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا۔ عیسائی حضرت عیسیٰ کو انگریزی میں Jesus اردو اور عربی وغیرہ مشرقی زبانوں میں یسوع کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں آپ کو عیسیٰ بن مریم کہا گیا ہے کیونکہ آپ معجزانہ طریقے سے بغیر باپ کے حضرت مریمؑ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ آپ کا لقب مسیح ہے جس کا مطلب ممسوح بمعنی مالش کیا ہوا (The Anointed one) ہے۔ اسرائیلی بادشاہوں کے سر پر مقدس تیل کی مالش کی جاتی تھی بعد میں یہ لفظ عظیم روحانی نجات دہندہ کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ یہودیوں کو ہمیشہ سے ایک مسیح کا انتظار رہا ہے لیکن جب یہ مسیح یعنی حضرت عیسیٰؑ تشریف لائے تو یہودی آپ پر ایمان لانے کی بجائے دشمن بن گئے۔ قیامت کے قریب یہودیوں میں دجال کا خروج ہوگا جو خدائی کا دعویٰ کرے گا اور مُردوں کو زندہ کرنے جیسے عجیب وغریب تصرفات دکھائے گا اس کا لقب بھی مسیح ہے لیکن وہ جھوٹا مسیح ہوگا اور اس کا فتنہ اتنا بڑا ہوگا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس فتنے سے اللہ کی پناہ طلب کرتے رہے اور امت کو اس فتنے سے خبردار فرماتے رہے۔ دجال کے اس فتنے کا خاتمہ سچے مسیح حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کریں گے جن کا نزول دجال کے خروج کے کچھ عرصے بعد ہوگا اور وہ آپ ہی کے ہاتھوں قتل ہوگا۔

عیسائیوں کی گمراہی یہ ہے کہ وہ تین خداؤں باپ، بیٹے اور روح القدس کے قائل ہیں ان کے نزدیک باپ سے خدا کی ذات مراد ہے جبکہ اس کی صفتِ کلام اور صفتِ حیات کو ملحوظ نہ رکھا جائے۔ خدا کو باپ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مخلوق پر ایسے ہی مشفق اور مہربان ہے جیسے باپ اولاد پر مہربان ہوتا ہے۔ بیٹے سے عیسائیوں کی مراد خدا کی صفتِ کلام ہے لیکن یہ انسانی کلام کی طرح نہیں بلکہ یہ ایک مستقل جوہری وجود رکھتی ہے اس صفت کو ابن یا بیٹا اس لئے کہا جاتا ہے کہ باپ (خدا) اس کی اصل اور بنیاد ہے یہ نہیں کہ

باپ پہلے ہو بیٹا بعد میں وجود میں آیا ہو بلکہ عیسائیوں کے نزدیک باپ اور بیٹا دونوں قدیم اور ازلی ہیں۔ روح القدس سے مراد خدا اور بیٹے کی صفتِ حیات اور صفتِ محبت ہے یہ صفت بھی عیسائیوں کے عقائد کے مطابق مستقل جوہری یعنی حقیقی خارجی وجود رکھتی ہے اور اسی کی بدولت باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے محبت رکھتا ہے یہ صفت بھی قدیم اور ازلی ہے اسی صفت (روح القدس) نے کبوتر کے جسم میں حلول کر کے عیسائیوں کے خیال کے مطابق حضرت عیسیٰ پر نزول کیا تھا اور اسی کی بدولت خدا کی صفتِ کلام حضرت عیسیٰؑ کے انسانی جسم میں حلول کر گئی تھی جس سے حضرت عیسیٰ کی شخصیت کی دو حیثیتیں ہو گئیں وہ ابن آدم بھی رہے اور بقول نصاریٰ (معاذ اللہ) ابن اللہ بھی ہو گئے لہٰذا خدائی حیثیت کے بھی حامل ہو گئے چونکہ باپ (خدا) کی دونوں صفات، صفتِ کلام یعنی بیٹے اور صفت حیات و محبت یعنی روح القدس کا الگ الگ جوہری یعنی حقیقی خارجی وجود ہے لہٰذا باپ، بیٹا اور روح القدس تینوں خدا ہیں لیکن بقول نصاریٰ انہیں تین نہیں کہنا چاہئے بلکہ خدا ایک ہی ہے۔ چونکہ باپ، بیٹا اور روح القدس الگ الگ اقانیم (Persons) ہیں لہٰذا ہر ایک اقنوم اپنے اپنے مقام پر خدا تو ہے لیکن پھر بھی اسے ایک ہی کہنا چاہئے یہ توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید یعنی ایک میں تین اور تین میں ایک والی بات ہے۔ باپ، بیٹے اور روح القدس کی یہ وضاحت عیسائیوں کے رومن کیتھولک چرچ کے مطابق ہے جس کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا پوپ یا پاپا کہلاتا ہے۔ پروٹسٹنٹ چرچ گو پوپ کی مذہبی اجارہ داری کا منکر ہے لیکن مذکورہ بالا عقائد حلول و تثلیث کا وہ بھی قائل ہے۔ (۱۵/ب) قرآن کریم میں متعدد مقامات پر الوہیت مسیح کی پرزور تردید کی گئی ہے۔ سورہ نساء میں ہے یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ ۚ اَلْقٰھَآ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَۃٌ اِنْتَھُوْا خَیْرًا لَّکُمْ ط اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ط سُبْحٰنَہٗٓ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ م لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا O لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَۃُ الْمُقَرَّبُوْنَ ط وَمَنْ یَّسْتَنْکِفْ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَیَسْتَکْبِرْ فَسَیَحْشُرُھُمْ اِلَیْہِ جَمِیْعًا O (۱۵/ج) ''اے اہل کتاب اپنے دین کی بات میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ (بشارت) ہے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح ہے تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور (یہ) نہ کہو کہ (خدا) تین ہیں۔ اس سے باز آ جاؤ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ ہی واحد معبود ہے وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے لئے اولاد ہو، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے اور اللہ بطور کارساز

کافی ہے۔ مسیح اس بات سے ہرگز عار نہیں رکھتا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے عار (رکھتے ہیں) اور جو شخص اس (اللہ) کی عبادت کرنے کو موجب عار سمجھے اور سرکشی کرے تو اللہ سب کو اپنے پاس جمع کرے گا''۔

عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق حضرت آدمؑ وحوا سے شجر ممنوعہ کا پھل کھانے کا بہت ہی بڑا گناہ سرزد ہوا تھا اور یہ گناہ نسل انسانی میں لگاتار منتقل ہوتا چلا آ رہا تھا اسے وہ موروثی گناہ کہتے ہیں۔ یسوع مسیح (حضرت عیسیٰؑ) میں بقول ان کے باپ (خدا) کی صفتِ کلام (بیٹا) اس لئے حلول کر گئی تھی کہ یسوع مسیح خدا کا بیٹا سولی پر چڑھ کر نوع انسانی کے گناہوں کا کفارہ ادا کرے۔ یوں عقیدۂ کفارہ کی بنیاد مبینہ مصلوبیت مسیح پر ہے۔ جیسا کہ یہودیت پر مضمون میں بتایا جا چکا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مصلوبیتِ مسیح کی تردید فرمائی ہے حلول، تثلیث اور کفارے کے یہ عقائد اس قدر لچر اور سراسر خلاف عقل ہیں کہ خود موجودہ بائبل سے بھی ان کی ہرگز تائید نہیں ہوتی بلکہ بائبل کی اندرونی شہادتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان عقائد کا موجد پولس (Paul) ہے جو حضرت عیسیٰؑ کا ایک لمحے کیلئے بھی حواری نہیں بنا تھا ہم نے بائبل کے مضامین کی روشنی میں بائبل اور عیسائیت پر دیئے گئے آئندہ مضامین میں ''پولس اور بائبل'' کے عنوان کے تحت وضاحت کر دی ہے اور مجلّہ ہذا کی گزشتہ قسط میں حضرت عیسیٰؑ کے نسب نامے کے ذیلی مباحث میں بھی عقیدہ کفارہ، مصلوبیت مسیح، تثلیث، الوہیت مسیح اور بائبل میں توحید پر قارئین کی رہنمائی کے لئے مضامین دیئے ہیں۔

اواخر ۹ ہجری قمریہ شمسی/ جون تا اگست ۶۳۱ء میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس وفد کے لوگوں نے آپ سے اپنے عقائد کے بارے میں مباحثہ کیا۔ حق واضح ہو جانے کے باوجود وہ اپنے تعصب اور ضد پر قائم رہے۔ سورہ آل عمران کی متعلقہ آیات کا نزول اسی سلسلے میں ہوا تھا ان کے انکار پر اس سورت میں انہیں دعوتِ مباہلہ دی گئی کہ جو بھی اپنے عقائد میں جھوٹا ہو فریقین اس پر بددعا اور لعنت کریں لیکن عیسائیوں نے مباہلے کی بجائے جزیے کی ادائیگی میں ہی عافیت سمجھی۔ (۱۶/الف)

اسلام دینِ قیم (جاء الحق وزہق الباطل)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلی معاشرے کی تمام اعتقادی وعملی خرابیوں کی اصلاح قرآن کریم کے ذریعہ فرمائی اور آپ کا منصبی فریضہ بھی یہی تھا۔ سورہ بینہ میں ہے لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ

اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ O رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً O فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ O (۱۶/ب) ''جولوگ کافر ہیں یعنی اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) اور (بت پرست) مشرکین وہ کفر سے باز آنے والے نہیں تھے جب تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل (نہ) آتی یعنی اللہ کا (یہ صاحبِ قرآن) پیغمبر جوان پر پاک اوراق کی تلاوت کرتا ہے جس میں مستحکم (آیتیں) لکھی ہوئی ہیں''۔ اور سورہ فرقان میں ہے فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا O (۱۶/ج) ''سوتو کافروں کا کہنا نہ مان اوران سے اس (قرآن) کے ذریعے نہایت شدومد سے جہاد کر۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان انقلابی اور اصلاحی مساعی کو سمجھنے کے لئے قرآن کریم کی اہم اعجازی حیثیتوں یعنی وجوہِ اعجاز پرغور کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی ایک اہم حیثیت اخبار عن المغیبات (غیبی خبروں سے لوگوں کو باخبر کرنا) ہے۔ قرآن کریم کی اس اعجازی حیثیت کی جانب نسبتاً کم توجہ دی گئی ہے حالانکہ فصاحت وبلاغت والی وجہ اعجاز کے بالمقابل اسے سمجھنا زیادہ آسان ہے اس لئے ہم سب سے پہلے قرآنی اعجاز کے اسی پہلو کو قدرے تفصیل سے نمایاں کرتے ہیں۔ قرآن کریم نے ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق جتنی بھی خبریں دی ہیں وہ ہرگز غلط ثابت نہیں کی جاسکتیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے۔ آپ نے کسی انسان سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا۔ وحی کے بغیر آپ کے لئے ہرگز ممکن نہ تھا کہ ایسی خبریں دیتے جنہیں جھٹلانا موافق ومخالف کسی کے بس میں نہ اس وقت تھا نہ اب ہے اور نہ آئندہ کوئی انہیں جھٹلا سکتا ہے۔ گزشتہ زمانے کی قرآنی خبروں کا تعلق زیادہ تر انبیاء سابقین اوران کی امتوں سے ہے۔ قرآن کریم نے حضرت موسیٰ پر نازل ہونے والی کتاب تورات اور اسی طرح حضرت عیسیٰ پر نازل ہونے والی کتاب انجیل کی تصدیق کی ہے لیکن نہایت شدومد سے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ یہود ونصاریٰ نے ان کتابوں میں اس قدر تحریف کردی ہے کہ قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کئے بغیر سیدھا رستہ پالینا کسی کے لئے ممکن نہیں رہا تھا۔ یہود ونصاریٰ کی اس تحریف اوراس کے عبرتناک نتائج وآثار کو سمجھنے کے لئے ہم بائبل سے اندرونی شہادتوں کا ایک انبار لگائے دیتے ہیں اس مقصد کیلئے متعدد عنوانات کے تحت مضامین پیش کئے جارہے ہیں جن سے اسلام کا یہودیت وعیسائیت سے تقابل بھی مقصود ہے اور اسلام کا حق ہونا اور موجودہ یہودیت ونصرانیت کا مُحرف۔ اور باطل ہونا بھی نمایاں ہوگا۔ یوں سابقہ آسمانی کتب کے مُحرف ہونے کی قرآنی خبر پرخودان کتب کے مضامین میں موجود لاتعداد اندرونی شہادتوں سے ایسی مہرِ تصدیق ثبت ہوجائے گی کہ کسی کو مجالِ انکار نہ رہے۔ ان مضامین میں ہم نے اردو بائبل کی مناسبت سے حضرت عیسیٰ کے لئے اکثر وبیشتر یسوع مسیح اور اللہ تعالیٰ کے لئے خدا کے

الفاظ استعمال کئے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

ا۔ بائبل میں ناقص تصورِ الوہیت

بائبل کے مُحرف ہونے کا ایک واضح ثبوت یہ ہے کہ اس میں خدا کے متعلق بعض سخت توہین آمیز مضامین شامل ہیں، مثلاً خدا (معاذ اللہ) تھک جاتا ہے اور تھکاوٹ دور کرنے کیلئے اسے تازہ دم ہونا پڑتا ہے۔ بائبل کے پرانے عہد نامے کی کتاب خروج میں ہے ''......اس لئے کہ چھے دن میں خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کر کے تازہ دم ہوا۔'' (۱۷/الف)۔ خدا (معاذ اللہ) سوتا بھی ہے اور شراب نوشوں کی طرح قوت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اپنے نیک بندوں کو (معاذ اللہ) بھول جاتا ہے اور ان سے منہ چھپاتا ہے۔ چنانچہ کتاب زبور میں خدا کے متعلق لکھا ہے'' تب خداوند گویا نیند سے جاگ اٹھا اس زبردست آدمی کی طرح جو غصے کے سبب سے للکارتا ہو اور اس نے اپنے مخالفوں کو مار کر پسپا کر دیا'' (۱۷/ب)۔ اسی کتاب زبور میں حضرت داؤدؑ کو خدا سے یوں مخاطب ہوتے دکھایا گیا ہے''اے خداوند! جاگ تو کیوں سوتا ہے؟ اٹھ ہمیشہ کے لئے ہم کو ترک نہ کر تو اپنا منہ کیوں چھپاتا ہے اور ہماری مصیبت اور مظلومیت کو کیوں بھولتا ہے؟'' (۱۷/ج)۔ اور اسی کتاب زبور میں ہے۔ ''میرے مخالفوں کے غضب کے مقابلے میں تو کھڑا ہو جا اور میرے لئے جاگ۔ تو نے انصاف کا حکم دے تو دیا ہے'' (۱۸/الف)۔ خدا (معاذ اللہ) اپنے پیاروں کی دعائیں نہیں سنتا اور نہ ہی ان سے انصاف کرتا ہے چنانچہ کتاب ایوب میں ہے'' تو جان لو کہ خدا نے مجھے پست کیا اور اپنے جال سے مجھے گھیر لیا ہے دیکھو! میں ظلم ظلم پکارتا ہوں پر میری سنی نہیں جاتی میں مدد کے لئے دہائی دیتا ہوں پر انصاف نہیں ہوتا'' (۱۸/ب)۔ کتاب زبور میں حضرت داؤدؑ کا قول ہے''اے میرے خداوند! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ تو میری مدد اور میرے نالہ وفریاد سے کیوں دور رہتا ہے؟ اے میرے خدا میں دن کو پکارتا ہوں پر تو جواب نہیں دیتا اور رات کو بھی اور خاموش نہیں ہوتا'' (۱۸/ج) اور انجیل متی میں حضرت یسوعؑ کو خدا سے یوں شکایت کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے''اور تیسرے پہر یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا ایلی ایلی لما شبقتنی؟ یعنی اے میرے خدا، اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟'' (۱۹/الف) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت یسوع مسیحؑ خدا نہیں بلکہ اس کے عاجز بندے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ لوگوں کے گناہ کا کفارہ ادا کرنے کے لئے مصلوب ہونے کو نہیں آئے تھے ورنہ خدا سے گلہ شکوہ کرنے کی بجائے ضرور استقامت سے کام لیتے ہوئے اپنے مشن کو بخوبی پورا کرتے۔ دراصل مصلوبیت کی یہ کہانی ہی غلط ہے۔ بائبل میں ہے کہ خدا نے (معاذ

اللہ) حضرت یعقوبؑ سے کشتی کی اور مغلوب ہو گیا چنانچہ کتاب پیدائش میں ہے کہ خدا سے یعقوب ساری رات کشتی کرتا رہا اور آگے یوں لکھا ہے ''اور صبح جانے لگا تو یعقوب نے برکت لئے بغیر جانے نہ دیا''۔ (۱۹/ ب) کتاب پیدائش میں ہے ''اور یعقوب نے اس جگہ کا نام فنی ایل رکھا اور کہا کہ میں نے خدا کو روبرو دیکھا تو بھی میری جان بچی رہی'' (۲۰/ الف) کتاب خروج میں ہے ''تب موسیٰ اور ہارون اور ندب اور ابیہود اور بنی اسرائیل کے ستر بزرگ اوپر گئے۔ اور انہوں نے اسرائیل کے خدا کو دیکھا اور اس کے پاؤں کے نیچے نیلم کا چبوترا سا تھا جو آسمان کی مانند شفاف تھا اور اس نے بنی اسرائیل کے شرفا پر اپنا ہاتھ نہ بڑھایا سو انہوں نے خدا کو دیکھا، کھایا اور پیا'' (۲۰/ ب)۔ بائبل کی کتاب سموئیل دوم میں خدا کے متعلق لکھا ہے ''تب زمین ہل گئی اور کانپ گئی اور آسمان کی بنیادوں نے جنبش کھائی اور ہل گئیں اس لئے کہ وہ غضب ناک ہوا۔ اس کے نتھنوں سے دھواں اٹھا اور اس کے منہ سے آگ نکل کر بھسم کرنے لگی کوئلے اس سے دہک اٹھے۔ اس نے آسمانوں کو بھی جھکا دیا اور نیچے اتر آیا اور اس کے پاؤں تلے گہری تاریکی تھی۔ وہ کروبی (یعنی فرشتے) پر سوار ہو کر اٹھا اور ہوا کے بازوؤں پر دکھائی دیا'' (۲۰/ ج)۔ بائبل میں خدا کے لئے اولاد بھی تجویز کی گئی ہے مثلاً کتاب خروج میں ہے ''اور تو فرعون سے کہنا کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پہلوٹھا ہے۔'' (۲۱/ الف) اور کتاب استثناء میں ہے ''خداوند نے یہ دیکھ کر نفرت کی کیونکہ اس کے بیٹوں اور بیٹیوں نے اسے غصہ دلایا'' (۲۱/ ب)۔ خدا (معاذ اللہ) پچھتاتا بھی ہے چنانچہ کتاب پیدائش میں ہے ''تب خداوند نے دیکھا کہ زمین پر انسان کی بدی بہت بڑھ گئی اور اس کے دل کے تصور اور خیال سدا برے ہی ہوتے ہیں۔ تب خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے ملول ہوا اور دل میں غم کیا''۔ (۲۱/ ج) اور کتاب سموئیل اول میں ہے۔ ''مجھے افسوس ہے کہ میں نے ساؤل کو بادشاہ ہونے کے لئے مقرر کیا کیونکہ وہ میری پیروی سے پھر گیا ہے اور اس نے میرے حکم نہیں مانے۔'' (۲۲/ الف) ظاہر ہے کہ پچھتاتا وہی ہے جسے کسی کام کے انجام کا علم نہ ہو اور نقصان کی تلافی پر اسے قدرت نہ ہو۔ بائبل میں خدا کو (معاذ اللہ) عہد شکن اور دغا باز بھی ظاہر کیا گیا ہے مثلاً کتاب زبور میں حضرت داؤدؑ کو خدا سے یہ شکایت کرتے دکھایا گیا ہے ''تو نے اپنے خادم کے عہد کو رد کر دیا تو نے اس کے تاج کو خاک میں ملا دیا'' (۲۲/ ب) اور کتاب یرمیاہ میں حضرت یرمیاہؑ کو خدا کے متعلق یہ کہتے دکھایا گیا ہے ''تب میں نے کہا افسوس اے خداوند خدا یقیناً تو نے ان لوگوں اور یروشلم کو یہ کہہ کر دغا دی کہ تم سلامت رہو گے حالانکہ تلوار جان تک پہنچ گئی ہے'' (۲۲/ ج) اور کتاب گنتی میں ہے'' ان میں سے کوئی اس ملک میں جس کی بابت میں نے قسم کھائی تھی کہ تم کو وہاں بساؤں گا جانے نہ پائے گا سوائے یفنہ کے بیٹے کالب

اورنون کے بیٹے یشوع کے'' (۲۳/ الف)۔

بائبل میں خدا کو (معاذ اللہ) بے وقوف بھی کہا گیا ہے پولس (Paul) لکھتا ہے ''کیونکہ خدا کی بے وقوفی آدمیوں کی حکمت سے زیادہ حکمت والی ہے اور خدا کی کمزوری آدمیوں کے زور سے زیادہ زور آور ہے'' (۲۳/ ب) حضرت یسوعؑ کو پولس خدا قرار دیتا ہے پھر اسی خدا کو مولود بھی ٹھہراتا ہے چنانچہ عبرانیوں کے نام خط میں وہ لکھتا ہے ''چنانچہ ظاہر ہے کہ ہمارا خداوند یہوداہ میں سے پیدا ہوا......'' (۲۳/ ج)۔ بائبل میں خدا کو (معاذ اللہ) بے بس اور مغلوب دکھایا گیا ہے کتاب قضاۃ میں ہے ''اور خداوند یہوداہ کے ساتھ تھا سو اس نے کوہستانیوں کو نکال دیا پر وادی کے باشندوں کو نہ نکال سکا کیونکہ ان کے پاس لوہے کے رتھ تھے'' (۲۴/ الف)۔ بائبل کے مطابق خدا کو لوگ (معاذ اللہ) ٹھگ بھی لیتے ہیں چنانچہ کتاب ملاکی میں ہے ''کیا کوئی آدمی خدا کو ٹھگے گا؟ پر تم مجھ کو ٹھگتے ہو اور کہتے ہو ہم نے کس بات میں تجھے ٹھگا؟ وہ یکی (یعنی دسویں حصے) اور ہدیہ ہیں'' (۲۴/ ب) بائبل کے مطابق خدا نبیوں اور لوگوں کو (معاذ اللہ) فریب اور دھوکہ بھی دیتا ہے ''اور اگر نبی فریب کھا کر کچھ کہے تو میں خداوند نے اس نبی کو فریب دیا'' (۲۴/ ج) کتاب سلاطین اول میں ہے ''تب اس (یعنی میکاہ) نے کہا کہ اچھا تو خداوند کی سخن کو سن لے میں نے دیکھا کہ خداوند اپنے تخت پر بیٹھا ہے اور سارا آسمانی لشکر اس کے داہنے اور بائیں کھڑا ہے۔ اور خداوند نے فرمایا کون اخی اب کو بہکائے گا تاکہ وہ چڑھائی کرے اور رامات جلعاد میں کھیت آئے؟ تب کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ۔ لیکن ایک روح نکل کر خداوند کے سامنے کھڑی ہوئی اور کہا میں اسے بہکاؤں گی۔ خداوند نے اس سے پوچھا کس طرح؟ اس نے کہا میں جا کر اس کے سب نبیوں کے منہ میں جھوٹ بولنے والی روح بن جاؤں گی اس نے کہا تو اسے بہکا دے گی اور غالب بھی ہوگی روانہ ہو جا اور ایسا ہی کر۔ سو دیکھ خداوند نے تیرے ان سب نبیوں کے منہ میں جھوٹ بولنے والی روح ڈالی ہے اور خداوند نے تیرے حق میں بدی کا حکم دیا ہے'' (۲۵/ الف)۔ بائبل میں خدا کے بارے میں نہایت شرمناک اور فحش تمثیلیں بیان کی گئی ہیں مثلاً کتاب حزقی ایل میں ہے کہ خدا نے یروشلم سے شادی کی مگر اس کی بیوی بدکار ثابت ہوئی چنانچہ لکھا ہے ''خداوند خدا یروشلم سے یوں فرماتا ہے...... تب میں نے تجھ پر گزر کیا اور تجھے تیرے ہی لہو میں لوٹتی دیکھا...... میں نے تجھے چمن کے شگوفوں کی مانند ہزار چند بڑھایا سو تو بڑھی اور بالغ ہوئی اور کمال و جمال تک پہنچی تیری چھاتیاں اٹھیں اور تیری زلفیں بڑھیں لیکن تو ننگی اور برہنہ تھی۔ پھر میں نے تیری طرف گزر کیا اور تجھ پر نظر کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ تو عشق انگیز عمر کو پہنچ گئی ہے پس میں نے اپنا دامن تجھ پر پھیلایا اور تیری برہنگی کو چھپایا اور قسم کھا کر تجھ سے عہد باندھا خداوند خدا فرماتا ہے اور تو

میری ہوگئی......لیکن تو نے اپنی خوبصورتی پر تکیہ کیا اور اپنی شہرت کے وسیلہ سے بدکاری کرنے لگی اور ہر ایک کے ساتھ جس کا تیری طرف گزر ہوا خوب فاحشہ بنی اور اسی کی ہوگئی......تو نے راستے کے ہر کونے پر اپنا اونچا مقام تعمیر کیا اور اپنی خوبصورتی کو نفرت انگیز کیا اور ہر ایک راہ گزر کے لئے اپنے پاؤں پسارے اور بدکاری میں ترقی کی اور تو نے اہل مصر اپنے پڑوسیوں سے جو بڑے قد آور ہیں بدکاری کی......پھر تو نے اہل اسور سے بدکاری کی کیونکہ تو سیر نہ ہوسکتی تھی......اور تو نے ملک کنعان سے کسدیوں کے ملک تک اپنی بدکاری کو پھیلایا لیکن اس سے بھی سیر نہ ہوئی......اور تو کسی کی مانند نہیں کیونکہ تو اجرت لینا حقیر جانتی ہے بلکہ بدکار بیوی کی مانند ہے جو اپنے شوہر کے عوض غیروں کو قبول کرتی ہے......تو اجرت نہیں لیتی بلکہ خود اجرت دیتی ہے پس تو انوکھی ہے'' (۲۵/ب) اور اسی کتاب حزقی ایل کا تیئسواں باب تو اس قدر فحش ہے کہ اس کے مضامین کو ہم یہاں نقل کرنے کی ہمت نہیں پاتے اس باب میں سماریہ اور یروشلم دو شہروں کو وہاں کے لوگوں کی بدکاری اور بدعملی کو واضح کرنے کے لئے دو فاحشہ بہنوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ تشبیہ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) خدا نے دی ہے۔ خدا کی سخت توہین پر مشتمل یہ غلیظ اور فحش مضامین محض یہ واضح کرنے کے لئے بادلِ نخواستہ نقل کئے گئے ہیں کہ بائبل کے ایسے گندے مضامین ہرگز الہامی نہیں اور یہ کہ بائبل میں یقیناً بدترین اور شرمناک حد تک تحریف کی گئی ہے۔

۲۔ بائبل میں ناقص تصورِ رسالت

بائبل میں نبیوں کو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) مے خور، رؤیا میں غلطی کرنے والے، عدالت میں لغزش کھانے والے، وحی اور الہام کے نام پر لوگوں کو بلکہ دوسرے نبیوں کو بھی دھوکہ دینے والے، بدکار، ناپاک، لالچی، دغاباز، زناکار، بے دین اور شریر ظاہر کیا گیا ہے مثلاً کتاب یسعیاہ میں اسرائیلی نبیوں اور کاہنوں (مذہبی عہدہ داروں) کا حال یوں بیان کیا گیا ہے ''لیکن یہ بھی مے خوری سے ڈگمگاتے اور نشے میں لڑکھڑاتے ہیں۔ کاہن اور نبی بھی نشے میں چور اور مے میں غرق ہیں وہ نشے میں جھومتے ہیں وہ رؤیا میں خطا کرتے اور عدالت میں لغزش کھاتے ہیں'' (۲۵/ج) بائبل کے ناقص تصور الوہیت کے ضمن میں واضح کیا جاچکا ہے کہ بائبل کے (جھوٹے) مضامین کی رو سے خدا (معاذ اللہ) نبیوں کو فریب دیتا ہے اور وہ فریب کھاتے ہیں۔ خدا چاہے تو (معاذ اللہ) نبیوں کے منہ میں جھوٹ بولنے والی روح بھی ڈال دیتا ہے۔

کتاب سلاطین اول میں ایک بڈھے نبی کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے مملکت یہوداہ سے بیت ایل میں آنے والے ایک نبی کو دھوکہ دیا۔ یہ نبی بیت ایل میں اپنے کچھ عجیب کام

دکھا کر یہوداہ کو واپس جا رہا تھا کہ اس بڑھے نبی نے گدھے پر سوار ہو کر اسے راستے میں جا لیا اور اسے بلوط کے ایک درخت کے نیچے بیٹھا پایا۔ اس بڑھے نبی نے اسے واپس بیت ایل آنے اور اپنے ساتھ کھانا کھانے کی دعوت دی لیکن اس نے جواب میں کہا کہ میں نبی ہوں اور خدا نے مجھے تمہارے ہاں واپس لوٹنے اور وہاں سے کچھ کھانے پینے سے منع کر رکھا ہے۔ بڑھے نبی نے اس سے کہا کہ میں بھی تیری طرح ایک نبی ہوں اور خدا کے حکم سے ایک فرشتے نے مجھے کہا ہے کہ میں تمہیں اپنے ساتھ اپنے گھر لے جاؤں تا کہ تو روٹی کھائے اور پانی پئے لیکن اس بڑھے نبی نے جھوٹ بولا تھا۔ دوسرا نبی دھوکے میں آ گیا اور اس نے بڑھے نبی کے گھر جا کر کھانا کھا لیا تو اس پر خدا کا کلام نازل ہوا کہ چونکہ تو نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی ہے میں نے تو تجھے یہاں بیت ایل میں واپس لوٹنے اور کھانے پینے سے منع کیا تھا اس لئے اب تو تیری لاش بھی تیرے باپ دادا کی قبر تک پہنچنے نہیں پائے گی۔ چنانچہ نبی جب گدھے پر سوار ہو کر واپس لوٹا تو راستے میں ایک شیر نے اسے مار ڈالا اور اس کی لاش راستے میں پڑی رہی۔ گدھا اس کے پاس کھڑا رہا اور شیر بھی وہیں موجود رہا۔ بیت ایل کے بڑھے نبی کو جب اس نبی کی اس طرح موت کا علم ہوا تو وہ گدھے پر سوار ہو کر وہاں پہنچا ''سو اس نبی نے اس مرد خدا کی لاش اٹھا کر اسے گدھے پر رکھا اور لے آیا اور وہ بڑھا نبی اس پر ماتم کرنے اور اسے دفن کرنے کو اپنے شہر میں آیا'' (۲۶/الف) اس سے معلوم ہوا کہ بمطابق بائبل تبلیغ اور وحی کے معاملے میں بھی نبی (معاذ اللہ) جھوٹ بول سکتا ہے اور دوسرے نبی تک کو دھوکہ دے سکتا ہے۔ کتاب یرمیاہ میں ہے ''یقیناً زمین بدکاروں سے پُر ہے لعنت کے سبب سے زمین ماتم کرتی ہے۔ میدان کی چراگاہیں سوکھ گئیں کیونکہ ان کی روش بری اور ان کا زور ناحق ہے۔ کہ نبی اور کاہن دونوں ناپاک ہیں ہاں میں نے اپنے گھر کے اندر ان کی شرارت دیکھی خداوند فرماتا ہے''۔ اور اسی کتاب میں آگے لکھا ہے ''اور میں نے سامریہ کے نبیوں میں حماقت دیکھی ہے۔ انہوں نے بعل کے نام سے نبوت کی اور میری قوم اسرائیل کو گمراہ کیا۔ میں نے یروشلم کے نبیوں میں بھی ایک ہولناک بات دیکھی وہ زنا کار، جھوٹ کے پیرو اور بدکاروں کے حامی ہیں یہاں تک کہ کوئی اپنی شرارت سے باز نہیں آتا وہ سب میرے نزدیک سدوم (یعنی قوم لوطؑ کے شہر) کی مانند ہیں اور اس کے باشندے عمورہ کی مانند ہیں۔ اسی لئے رب الافواج نبیوں کی بابت یوں فرماتا ہے کہ میں انہیں ناگدونا کھلاؤں گا اور اندرائن کا پانی پلاؤں گا'' اس کے بعد مزید لکھا گیا ہے ''رب الافواج فرماتا ہے کہ ان نبیوں کی باتیں نہ سنو جو تم سے نبوت کرتے ہیں وہ تم کو بطالت کی تعلیم دیتے ہیں وہ اپنے دلوں کے الہام بیان کرتے ہیں نہ کہ خداوند کے منہ کی باتیں۔ وہ مجھے حقیر جاننے والوں سے کہتے رہتے ہیں خداوند نے فرمایا ہے کہ تمہاری سلامتی ہوگی

اور ہر ایک سے جو اپنے دل کی سختی پر چلتا ہے کہتے ہیں کہ تجھ پر کوئی بلا نہیں آئے گی۔'' (۲۶/ب) اسی کتاب یرمیاہ کا مضمون ہے ''اس لئے کہ چھوٹوں سے بڑوں تک سب کے سب لالچی ہیں اور نبی سے کاہن تک ہر ایک دغاباز ہے'' (۲۶/ج) اور اسی کتاب یرمیاہ میں ہے ''تب تو ان سے کہنا کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھو میں اس ملک کے سب باشندوں کو ہاں ان بادشاہوں کو جو داؤد کے تخت پر بیٹھتے ہیں اور کاہنوں اور نبیوں اور یروشلم کے سب باشندوں کو مستی سے بھر دوں گا۔'' (۲۷/الف)

۳: بائبل اور توہین انبیاء

رسالت ونبوت کے متعلق مذکورہ بالا عنوان کے تحت مذکور گھٹیا اور پست تصورات کے زیر اثر بائبل میں حضرات انبیاء علیہم السلام پر نہایت ہی سنگین اور شرم ناک بہتان عائد کئے گئے ہیں اور رسالت ونبوت کے تقدس کو بری طرح پامال کیا گیا ہے مثلاً کتاب پیدائش میں حضرت لوط علیہ السلام پر اپنی دو بیٹیوں سے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) شراب کے زیر اثر زنا کا الزام لگایا گیا ہے کہ اس سے بڑی بیٹی سے جو لڑکا پیدا ہوا تھا اس کا نام موآب تھا جو موآبیوں کا باپ ہے اور چھوٹی بیٹی سے بن عمی پیدا ہوا تھا جو بنی عموں کا باپ ہے اور اسی کتاب پیدائش میں حضرت یعقوبؑ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ ان کا بڑا بھائی عیسو تھا وہ ایک مرتبہ جنگل سے آیا تو اسے سخت بھوک لگی ہوئی تھی ادھر حضرت یعقوبؑ نے مسور کی دال پکا رکھی تھی۔ عیسو نے بھوک سے لاچار ہو کر حضرت یعقوبؑ سے کھانا مانگا تو آپ نے اسے کھانا اس شرط پر دیا کہ پہلوٹھا اور بڑا بیٹا ہونے کی حیثیت سے نبوت سمیت تمام حقوق جو تجھے حاصل ہیں وہ مجھے دے دو۔ اس پر عیسو نے بھوک سے بے دم ہونے کی وجہ سے نبوت سمیت تمام حقوق حضرت یعقوبؑ کو مسور کی دال اور روٹی کے عوض بیچ ڈالے۔ اسی کتاب پیدائش میں بتایا گیا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے والد حضرت اسحاقؑ بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے انہوں نے اپنے بڑے بیٹے عیسو سے کہا کہ اگر تم جنگل سے میرے لئے شکار لاؤ اور میری حسب منشا پکا کر مجھے کھلاؤ تو میں تمہیں برکت کی دعائیں دوں گا۔ عیسو تو جنگل میں شکار کے لئے چلا گیا ادھر حضرت یعقوبؑ نے اپنی والدہ ربقہ کے مشورے سے بکری کے دو چھوٹے بچے ذبح کر کے انہیں بہت عمدہ طریقے سے پکایا اور اپنے بازوؤں پر بکری کی کھال پہن لی اور اپنے باپ سے (معاذ اللہ) جھوٹ بول کر اپنے آپ کو عیسو ظاہر کیا اور کھانا کھلایا۔ عیسو کے بازوؤں پر لمبے لمبے بال تھے۔ حضرت اسحاقؑ نے حضرت یعقوبؑ کے بازوؤں کو ٹٹول کر یہ سمجھا کہ واقعی عیسو انہیں کھانا کھلا رہا ہے۔ اس طرح دھوکہ دے کر ساری دعائیں حضرت یعقوبؑ نے لے لیں۔ عیسو جنگل سے واپس آیا اور یہ ماجرا دیکھا تو سخت پریشان ہوا اور

اپنے والد سے شکایت بھی کی حضرت اسحاقؑ نے اس پر تعجب کا اظہار کیا اور اپنی بے بسی یوں ظاہر فرمائی کہ اب تو میں برکت کی ساری دعائیں دے بیٹھا ہوں۔ اسی کتاب پیدائش میں حضرت یعقوبؑ پر یہ بہتان بھی لگایا گیا ہے کہ جب آپ اپنے ماموں لابن کے گاؤں کے قریب پہنچے اور اپنے ماموں کے گھر کا پتہ پوچھ ہی رہے تھے کہ اسی اثنا میں لابن کی بیٹی راحل اپنی بکریوں کا ریوڑ لے کر آ گئی تو آپ نے (معاذ اللہ) راحل کو چوما اور چلا چلا کر روئے حالانکہ اس وقت وہ آپ کے لئے ایک نامحرم اور کنواری لڑکی تھی اس سے آپ کا نکاح تو کئی سالوں کے بعد جا کر ہوا تھا۔ اسی کتاب پیدائش میں آپ کے صاحبزادے روبن پر بہتان لگایا گیا ہے کہ اس نے اپنی سوتیلی والدہ بلہاہ سے بدکاری کی تھی۔

اسی کتاب داؤد میں حضرت یعقوبؑ کی صاحبزادی دینا پر (معاذ اللہ) آوارگی کا الزام لگایا گیا ہے اور اسی کتاب کے مطابق حضرت یعقوبؑ کے بیٹے یہوداہ نے اپنی بہو تمر سے (معاذ اللہ) زنا کیا جس سے دو بیٹے فارص اور زارح جڑواں پیدا ہوئے۔ اور اسی کتاب پیدائش میں حضرت یعقوبؑ کے پورے گھرانے پر (معاذ اللہ) بت پرستی کا بہتان لگایا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے ''تب یعقوب نے اپنے گھرانے اور اپنے سب ساتھیوں سے کہا کہ بیگانہ دیوتاؤں کو جو تمہارے درمیان ہیں دور کرو اور طہارت کر کے اپنے کپڑے بدل ڈالو''۔ (۲۷/ب) کتاب سموئیل ثانی میں ہے کہ حضرت داؤدؑ اپنے مکان کی چھت پر چڑھے تو (معاذ اللہ) اپنے ہمسائے اوریاہ کی بیوی بت سبع کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گئے اور اسے بلا کر اس سے (معاذ اللہ) زنا کیا جس سے وہ حاملہ ہو گئی تو حضرت داؤدؑ نے اس کے خاوند کو ایک جنگ میں بھیج کر دھوکے سے قتل کرا دیا اور اس کی بیوی بت سبع کو اپنے گھر رکھ لیا اور وہ آپ کی بیوی ہو گئی۔ اسی کتاب سموئیل دوم میں ہے کہ حضرت داؤدؑ کے بیٹے ابی سلوم نے سب لوگوں کے سامنے (معاذ اللہ) اپنی سوتیلی ماں سے زبردستی زنا کیا اور اسی ابی سلوم نے اپنے باپ داؤدؑ سے جنگ کی جس میں ہزاروں لوگ مقتول ہوئے۔

اور اسی کتاب سموئیل دوم میں ہے کہ حضرت داؤدؑ کے بڑے بیٹے امنون نے اپنی سوتیلی بہن تمر سے (معاذ اللہ) زبردستی زنا کیا۔ کتاب سلاطین اول میں حضرت سلیمانؑ پر (معاذ اللہ) فحاشی، بت خانے تعمیر کرانے اور بت پرستی کے الزامات عائد کئے گئے ہیں۔ مذکورہ بالا تمام امور کا مفصل باحوالہ تذکرہ ہم مجلّہ ہذا کے گزشتہ شمارے میں حضرت یسوع مسیحؑ کے نسب نامے سے متعلق مباحث میں کر چکے ہیں۔ (۲۷/ج)

حضرت نوح کے متعلق کتاب پیدائش میں ہے ''اور نوح کاشتکاری کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا۔ اور اس نے مے پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا۔ اور کنعان کے باپ

حام نے اپنے باپ کو برہنہ دیکھا اور اپنے دونوں بھائیوں (یعنی سم اور یافت) کو باہر آ کر خبر دی۔'' اور اس کے بعد اسی کتاب میں لکھا ہے ''جب نوح اپنی مے کے نشے سے ہوش میں آیا تو جو اس کے چھوٹے بیٹے نے اس کے ساتھ کیا تھا اسے معلوم ہوا۔ اور اس نے کہا کہ کنعان ملعون ہو وہ اپنے بھائیوں کے غلاموں کا غلام ہوگا۔'' (۲۸/الف)

بائبل میں حضرت ہارونؑ پر بہتان لگایا گیا ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل کے لئے (معاذ اللہ) بچھڑے کا دیوتا تیار کرایا تھا اور اس کے لئے ایک قربان گاہ بھی تعمیر کرائی تھی چنانچہ کتاب خروج میں ہے ''اور جب لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰ نے پہاڑ سے اترنے میں دیر لگائی (یعنی کوہ طور سے واپسی میں تاخیر کی) تو وہ ہارون کے پاس جمع ہوکر کہنے لگے اٹھ ہمارے لئے دیوتا بنادے جو ہمارے آگے آگے چلے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس مرد موسیٰ کو جو ہم کو ملک مصر سے نکال کر لایا کیا ہوگیا۔ ہارون نے ان سے کہا تمہاری بیویوں لڑکوں اور لڑکیوں کے کانوں میں جو سونے کی بالیاں ہیں ان کو اتار کر میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ سب لوگ ان کے کانوں سے سونے کی بالیاں اتار اتار کر ان کو ہارون کے پاس لے آئے۔ اور اس نے ان کے ہاتھوں سے ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا جس کی صورت چھینی سے ٹھیک کی تب وہ کہنے لگے اے اسرائیل یہی تیرا وہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال کر لایا۔ یہ دیکھ کر ہارون نے اس کے آگے ایک قربان گاہ بنائی اور اس نے اعلان کردیا کہ کل خداوند کے لئے عید ہوگی۔'' (۲۸/ب) یاد رہے کہ حضرت ہارونؑ کا نبی ہونا بائبل کے پرانے عہد نامے سے ثابت ہے مثلاً اسی کتاب خروج میں ہے ''تب خداوند نے موسیٰ اور ہارون کو بنی اسرائیل اور مصر کے بادشاہ فرعون کے حق میں اس مضمون کا حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو ملک مصر سے نکال لے جائیں۔'' (۲۸/ج) اور اسی کتاب خروج میں ہے ''اور خداوند نے ہارون سے کہا کہ بیابان میں جا کر موسیٰ سے ملاقات کر۔ وہ گیا اور خدا کے پہاڑ پر اس سے ملا اور اسے بوسہ دیا'' (۲۹/الف) اور کتاب گنتی کے اٹھارہویں باب میں خدا کا زیادہ تر خطاب حضرت ہارونؑ ہی سے ہے اور مثلاً کتاب زبور میں ہے ''اس نے اپنے بندہ موسیٰ کو اور اپنے برگزیدہ ہارون کو بھیجا'' (۲۹/ب) کتاب خروج میں حضرت موسیٰ پر تورات کی تختیاں توڑ دینے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ ''اور لشکر گاہ کے قریب آکر اس نے وہ بچھڑا اور ان کا ناچنا دیکھا تب موسیٰ کا غصہ بھڑکا اور اس نے ان لوحوں کو اپنے ہاتھوں میں سے پٹک دیا اور ان کو پہاڑ کے نیچے توڑ ڈالا'' (۲۹/ج) کتاب گنتی میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ دونوں پر خدا کی نافرمانی اور ایمان کی کمزوری کا یوں الزام عائد کیا گیا ہے ''پر موسیٰ اور ہارون سے خداوند نے کہا کہ چونکہ تم نے میرا یقین نہیں کیا کہ بنی اسرائیل کے سامنے میری تقدیس کرتے، اس لئے تم اس جماعت

کو اس ملک میں جو میں نے ان کو دیا ہے نہیں پہنچانے پاؤ گے۔'' (۳۰/الف)

بائبل میں سمسون نبی پر (معاذ اللہ) جھوٹ بولنے اور بدکاری کا بہتان لگایا گیا ہے چنانچہ کتاب قضاۃ میں ہے ''پھر سمسون غزہ کو گیا وہاں اس نے ایک کسبی دیکھی اور اس کے پاس گیا''۔ (۳۰/ب) اور اسی کتاب قضاۃ میں ہے کہ اس کے بعد وادی سورق کی دلیلہ نامی ایک خاتون سے انہوں نے (معاذ اللہ) معاشقہ کیا۔ فلسطین کے کافر لوگ دلیلہ سے اس بات کے خواہشمند تھے کہ وہ کسی طرح سمسون کی طاقت وقوت کا راز معلوم کر کے انہیں بتائے جس سے وہ اس پر غالب آ سکیں۔ مگر دلیلہ کو سمسون نے یہ راز نہ بتایا اور اس سے تین مرتبہ (معاذ اللہ) جھوٹ بولا۔ جب دلیلہ نے بار بار اپنی محبت کا حوالہ دیا تو بالآخر سمسون نے یہ کہہ کر سارا راز اگل دیا کہ ان کی قوت ان کے سر کے بالوں میں ہے۔ چنانچہ دلیلہ نے موقع پا کر سمسون کو اپنے گھٹنے پر سلا دیا اور فلسطینی سرداروں کو بلا کر ایک حجام کے ذریعے ان کے سر کے بال مونڈوا دیئے جس سے ان کی قوت ختم ہوگئی اور لوگوں نے انہیں پکڑ کر ان کی آنکھیں نکال ڈالیں اور قید میں ڈال دیا جہاں وہ بالآخر فوت ہوگئے۔ (۳۰/ج) یہ سمسون بمطابق کتاب قضاۃ نبی تھے چنانچہ اس میں مذکور ہے ''......وہ لڑکا (یعنی سمسون) پیٹ ہی سے خدا کا نذیر ہوگا'' (۳۱/الف) نیز اسی کتاب میں ان کے متعلق لکھا ہے'' تب خدا کی روح اس پر زور سے نازل ہوئی'' (۳۱/ب) عبرانیوں کے نام خط میں پولس نے لکھا ہے ''اتنی فرصت کہاں کہ جدعون اور برق اور سمسون اور افتاہ اور داؤد اور سموئیل اور نبیوں کے احوال بیان کروں'' (۳۱/ج) اسرائیل کے بادشاہ ساؤل کو بائبل میں سفاک اور ظالم قرار دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی اسے نبی بھی ظاہر کیا گیا ہے چنانچہ کتاب سموئیل اول میں ہے ''اور جب وہ ادھر اس پہاڑ کے پاس آئے تو نبیوں کی ایک جماعت اس کو ملی اور خدا کی روح اس (ساؤل) پر زور سے نازل ہوئی اور وہ بھی ان کے درمیان نبوت کرنے لگا'' (۳۲/الف) پھر اسی کتاب میں ہے کہ ساؤل کو منصب نبوت سے معزول کر دیا گیا ''اور خداوند کی روح ساؤل سے جدا ہوگئی اور خداوند کی طرف سے ایک بری روح اسے ستانے لگی'' (۳۳/الف) اس کے بعد اسی کتاب میں بتایا گیا ہے کہ ساؤل کو دوبارہ منصب نبوت پر بحال کر دیا گیا لیکن اس نئی نبوت کے آغاز میں وہ ایک دن رات ننگا پڑا رہا ''تب اس (ساؤل) نے بھی کپڑے اتارے اور وہ بھی سموئیل کے آگے نبوت کرنے لگا اور اس سارے دن اور ساری رات ننگا پڑا رہا اس لئے یہ کہاوت چلی کہ ساؤل بھی نبیوں میں ہے؟'' (۳۳/ب) بائبل کے عہد نامہ جدید میں حضرت عیسیٰؑ کی بھی سخت توہین کی گئی ہے۔ انہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ملعون قرار دیا گیا ہے۔ اناجیل کے متضاد مضامین نے انہیں سچا مسیح ہونے کے منصب سے ہی (معاذ اللہ) نکال دیا ہے۔ اناجیل کے یہ مضامین

انہیں غیر معصوم قرار دیتے ہیں ان کی طرف بعض ایسی خبریں منسوب کی گئی ہیں جو غلط ثابت ہوئیں ہم ان تمام امور کو آئندہ سطور میں متعلقہ عنوانات کے تحت حسبِ موقع بیان کریں گے۔

۴۔ بائبل کے بعض مزید مضحکہ خیز اور خلاف عقل مضامین

ا۔ کتاب یسعیاہ میں حضرت یسعیاہ نبی کا تین سال تک (معاذ اللہ) ننگے پھرنا یوں مذکور ہے ''تب خداوند نے فرمایا جس طرح میرا بندہ یسعیاہ تین برس تک برہنہ اور ننگے پاؤں پھرا کیا تاکہ مصریوں اور کوشیوں کے بارے میں نشان اور اچنبھا ہو۔ اسی طرح شاہ اسور مصری اسیروں اور کوشی جلاوطنوں کو کیا بوڑھے کیا جوان برہنہ اور ننگے پاؤں اور بے پردہ سرینوں کے ساتھ مصریوں کی رسوائی کے لئے لے جائے گا''۔ (۳۳/ج)

۲۔ بائبل میں ہوسیع نبی کے متعلق ہے کہ خدا نے انہیں حکم دیا تھا کہ بدکار بیوی اور بدکاری کی اولاد حاصل کرو چنانچہ کتاب ہوسیع میں ہے''...... جا ایک بدکار بیوی اور بدکاری کی اولاد اپنے لئے لے کیونکہ ملک نے خداوند کو چھوڑ کر بڑی بدکاری کی ہے''۔ (۳۴/الف)

۳۔ بمطابق بائبل خدا نے حضرت حزقی ایل نبی کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اسرائیل اور یہوداہ کی اولاد کے گناہ اپنے اوپر لادیں اور تین سو نوے دن تک لگاتار ایک روٹی (معاذ اللہ) انسان کی نجاست سے پکا کر کھاتے رہیں چنانچہ کتاب حزقی ایل میں ہے''اور تو جو کے پھلکے کھانا اور تو ان کو ان کی آنکھوں کے سامنے انسان کی نجاست سے ان کو پکانا۔'' اس پر حضرت حزقی ایل نے یہ درخواست کی'' ہائے خداوند خدا! دیکھ میری جان کبھی ناپاک نہیں ہوئی اور اپنی جوانی سے اب تک کوئی مردار چیز جو آپ ہی مرجائے یا کسی جانور سے پھاڑی جائے میں نے ہرگز نہیں کھائی اور حرام گوشت میرے منہ میں کبھی نہیں گیا۔ تب اس (یعنی خدا) نے مجھے فرمایا کہ میں انسان کی نجاست کے عوض تجھے گوبر دیتا ہوں سو تو اپنی روٹی اس سے پکانا۔'' (۳۴/ب) یہاں عیسائیوں پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب اسرائیل اور یہوداہ کی اولاد کے گناہ بمطابق بائبل حضرت حزقی ایل نے مذکورہ (مضحکہ خیز) طریقے سے اپنے اوپر لادے تھے تو مزید کچھ مدت تک اس سنہری فارمولے پر عمل پیرا رہتے تو ساری دنیا کے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جاتا۔ حضرت یسوعؑ کو بمطابق اناجیل خواہ مخواہ مصلوب کرانے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔

۴۔ بمطابق کتاب پیدائش حضرت نوحؑ نے (معاذ اللہ) شراب پی اور اس کے نشے کے زیر نظر اپنے ڈیرے میں برہنہ ہوگئے۔ ان کے بیٹے حام نے اس برہنہ حالت میں انہیں دیکھ لیا اس لئے جب وہ

بعد میں ہوش میں آئے تو حام کے بیٹے کنعان کو ملعون قرار دیا اور اس کیلئے یہ پیشین گوئی بھی فرمادی کہ وہ اپنے بھائیوں کے غلاموں کا غلام ہوگا۔ (۳۴/ج) یعنی قصور تو حام کا تھا لیکن حضرت نوحؑ نے سزا (معاذ اللہ) ناحق اس کے بیٹے اور اپنے پوتے کنعان کو دے ڈالی۔

۵۔ اسی کتاب پیدائش میں ہے کہ حضرت یعقوبؑ کی اہلیہ لیاہ سے پیدا ہونے والی بیٹی دینہ (معاذ اللہ) غیر علاقے میں گھوم پھر رہی تھی کہ امیر حمور کے بیٹے سکم نے اس سے (معاذ اللہ) زبردستی زنا کیا اور اسے اپنے گھر روک لیا۔ بعد میں حمور نے جب یہ خواہش ظاہر کی کہ میرے بیٹے سکم کا نکاح دینہ سے کر دیا جائے تو حضرت یعقوبؑ کے بیٹے حموی حمور کو دھوکہ دینے کی نیت سے اس پر اس شرط پر رضامند ہوگئے کہ تمہاری قوم کا ہر مرد ختنہ کرائے چنانچہ جب ان میں سے ہر مرد نے ختنہ کروالیا اور ابھی وہ درد میں مبتلا تھے کہ تیسرے دن دینہ کے دو بھائی شمعون اور لاوی اپنی اپنی تلوار لے کر امیر حموی حمور کے شہر پر اچانک آپڑے۔ حمور اور اس کے بیٹے سکم کے علاوہ دیگر سب لوگوں کو بھی قتل کر دیا اور دینہ کو وہاں سے نکال کر لے گئے حالانکہ قصور تو صرف سکم یا زیادہ سے زیادہ اس کے باپ حمور کا تھا پھر حضرت یعقوبؑ کے ان بیٹوں نے شہر کو خوب لوٹا ان کی بھیڑ بکریاں گائے بیل، گوڑھے گدھے اور جو کچھ شہر اور کھیتوں میں تھا سب کچھ لے لیا اور ان کے بچوں اور بیویوں کو قید کر لیا (۳۵/الف) بائبل کے مذکورہ (جھوٹے) واقعات میں دینہ پر بدکاری اور آوارہ گردی کا، حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں پر ظلم وتشدد اور دہشت گردی کا اور حضرت یعقوبؑ پر اس ساری صورت حال کو برداشت کرنے، بیٹوں سے مظلوم مقتولوں کا قصاص نہ لینے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو واپس نہ لوٹانے کا بہتان لگایا گیا ہے یہ امر بھی مضحکہ خیز ہے کہ ختنہ کرانے سے اس علاقے کے سارے لوگ کیا اس قدر بے بس اور لاچار ہوگئے تھے کہ صرف دو شخص ان کے پورے علاقے کو تباہ و برباد اور ہزاروں لوگوں کو قتل کر کے رکھ دیں؟

۶۔ اسی کتاب پیدائش میں ہے کہ یہوداہ کا بیٹا عیر خدا کی نگاہ میں شریر تھا اس لئے خدا نے اسے ہلاک کر دیا تب یہوداہ نے دستور کے مطابق اپنے دوسرے بیٹے اونان سے عیر کی بیوی اور اپنی بہو تمر کی شادی کر دی لیکن اونان نہیں چاہتا تھا کہ تمر سے اس کی اولاد ہو۔ جب وہ تمر کے پاس جاتا تو اپنے نطفے کو زمین پر گرا دیتا۔ خدا کی نظر میں چونکہ اس کا یہ کام برا تھا اس لئے خدا نے اسے بھی ہلاک کر دیا۔ تب یہوداہ نے اپنی بہو تمر سے کہا کہ وہ اپنے میکے میں جا کر بیوہ بن کر بیٹھی رہے جب تک کہ میرا تیسرا بیٹا سیلہ بالغ نہیں ہو جاتا۔ لیکن یہوداہ نے بمطابق کتاب پیدائش بدعہدی سے کام لیا اور سیلہ کے بالغ ہو جانے کے باوجود اپنی بہو تمر سے اس کی شادی نہ کی۔ بعد کے سلسلۂ واقعات میں یہوداہ نے اپنی اسی بہو تمر سے (معاذ

اللہ) زنا کیا جس سے دو جڑواں لڑکے فارص اور زارح پیدا ہوئے (۳۵/ب) اناجیل متی اور لوقا میں حضرت عیسیٰ کا نسب نامہ اسی فارص بن یہوداہ سے ملایا گیا ہے (۳۵/ج) اور اسی کتاب پیدائش میں حضرت لوطؑ اور ان کی بیٹیوں پر بہتان لگایا گیا ہے کہ ان بیٹیوں نے ایک ایک رات باری باری (معاذ اللہ) اپنے باپ کو شراب پلائی تھی اور شراب کے نشے میں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) حضرت لوطؑ نے ان سے بدکاری کی اور ان سے دو بیٹے موآب اور بن عمی پیدا ہوئے۔ موآب سے موآبیوں کی اور بن عمی سے عمونیوں کی نسل چلی۔ انجیل متی اور لوقا میں حضرت عیسیٰؑ کا جو نسب نامہ دیا گیا ہے اس کی رو سے حضرت عیسیٰؑ کے آباؤ اجداد کا موآبیوں اور عمونیوں سے ننھیالی رشتہ بنتا ہے۔ (۳۶/الف)

۷۔ بمطابق کتاب سموئیل دوم حضرت داؤدؑ نے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اپنے ہمسائے کی بیوی بت سبع سے جو زنا کیا تھا اس سے پیدا ہونے والے لڑکے کو خدا نے ہلاک کر دیا تھا (۳۷/ب) بائبل کے مذکورہ بالا جھوٹے مضامین سے درج ذیل مضحکہ خیز نتائج برآمد ہوتے ہیں: (الف) یہوداہ کے بیٹے اونان نے ضبط ولادت کے طریقے پر عمل کیا اور اپنی بیوی سے اولاد کا ہونا ناپسند کیا تو خدا کو اس قدر غصہ آیا کہ اسے ہلاک کر ڈالا لیکن یہوداہ نے اسی تمر یعنی اپنی بہو سے بدکاری کی تو اس سے پیدا ہونے والے دونوں لڑکوں فارص اور زارح کو نہ صرف زندہ رکھا بلکہ فارص کی نسل سے حضرت داؤدؑ سلیمانؑ اور دیگر اسرائیلی انبیاء حتی کہ حضرت عیسیٰؑ بھی پیدا ہوگئے۔ عیسائیوں کے نزدیک تو حضرت عیسیٰ ابن اللہ ہونے کی وجہ سے خود خدا ہیں یعنی اونان کا اپنی بیوی سے اولاد نہ چاہنا اور نطفہ ضائع کر دینا تو خدا کے نزدیک سنگین جرم تھا لیکن یہوداہ کا اپنی بہو سے مبینہ زنا خدا کے نزدیک (معاذ اللہ) اتنا پسندیدہ ہوا کہ بمطابق بائبل اس زنا سے پیدا ہونے والی اولاد سے نبیوں کا سلسلہ جاری کر دیا بلکہ (معاذ اللہ) عیسائیوں کے خداوند یسوع بھی اسی سے پیدا ہوئے۔ اسی طرح خدا نے لوطؑ سے ان کی بیٹیوں سے پیدا ہونے والے مبینہ بیٹوں موآب اور بن عمی کو نہ صرف زندہ رکھا بلکہ ان کی نسل سے بھی حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ جیسے پیغمبروں کا سلسلہ اس طرح جوڑ دیا کہ حضرت عیسیٰؑ سے بھی ان کی نسل کا ننھیالی رشتہ قائم ہوگیا۔ گویا اونان کا اپنی بیوی سے اولاد نہ چاہنا تو خدا کے نزدیک ناقابل معافی جرم تھا مگر حضرت لوطؑ کی بیٹیوں کا ((معاذ اللہ) اپنے باپ کو شراب پلانا اور (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) شراب کے زیر اثر حضرت لوطؑ کا اپنی بیٹیوں سے ہم آغوش ہونا خدا کو (معاذ اللہ) اس قدر پسند آیا کہ عیسائیوں کے خداوند یسوع کا ان بیٹیوں سے پیدا ہونے والے لڑکوں موآب اور بن عمی کی نسل سے ننھیالی رشتہ قائم کر دیا۔ یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ شراب کے نشے میں اگر کوئی شخص اس قدر مغلوب ہو جائے کہ اپنی بیٹیوں کو بھی نہ پہچان سکتا ہو تو کیا وہ مذکورہ غلط فعل پر جسمانی

قدرت رکھتا ہے؟

ب: خدا نے یہوداہ کے بیٹے عیر کو صرف اس لئے ہلاک کر دیا کہ وہ شریر تھا مگر اس کی کوئی شرارت بیان نہیں کی۔ ممکن ہے کسی کا اپنی بیٹیوں سے یا اپنی بہو سے یا ہمسائے کی بیوی سے زنا کرنا یا کسی کی بیٹیوں کا اپنے باپ کو شراب پلا کر اس سے ہم آغوش ہونا (معاذ اللہ) خدا کے نزدیک شرارت کے زمرے میں نہ آتا ہو (ج) جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے حضرت یعقوبؑ کے دو بیٹوں شمعون اور لاوی نے جو یہوداہ کے بھائی تھے امیر حموی حمور کی پوری قوم کو قتل کر ڈالا، ان کا مال و اسباب لوٹ لیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا۔ ممکن ہے یہ جرائم بھی (معاذ اللہ) خدا کے نزدیک شرارت کے زمرے میں نہ آتے ہوں کیونکہ شمعون اور لاوی کو خدا نے ہلاک نہیں کیا لیکن یہوداہ کے بیٹوں عیر اور اونان کو اور اسی طرح بت سبع کے بطن سے پیدا ہونے والے حضرت داؤدؑ کے (معاذ اللہ) ناجائز بیٹے کو مار ڈالا۔ (د) حضرت یعقوبؑ نے نہ تو یہوداہ پر اور نہ ہی تمر پر کوئی حد جاری کی اور نہ ہی کوئی اور سزا دی۔ اسی طرح اپنے بیٹے روبن پر بھی کوئی حد جاری نہ کی جس نے بمطابق کتاب پیدائش اپنی سوتیلی ماں بلہاہ سے مباشرت کی تھی (۳۶/ج) اسی طرح اپنی بیٹی دینہ کو (معاذ اللہ) کھلی اجازت دے رکھی تھی کہ وہ جہاں چاہے غیر قوموں کے علاقے میں گھومتی پھرتی رہے۔ یعنی ان جرائم پر سزائیں (حدود و تعزیرات) صرف عوام کے لئے تھیں پیغمبروں کے گھرانے (معاذ اللہ) ان جرائم میں ملوث ہوں تو یہ شرارت کے زمرے میں نہیں آتے (ہ) زنا میں قصور تو زانی مرد اور زانیہ عورت کا ہے لیکن خدا انہیں تو ہلاک نہیں کرتا بلکہ زنا سے پیدا ہونے والے لڑکے کو کبھی تو (معاذ اللہ) ناحق ہلاک کر دیتا ہے جیسا کہ حضرت داؤدؑ کے بتُ سبع سے پیدا ہونے والے مبینہ بیٹے کو ہلاک کر دیا اور کبھی (معاذ اللہ) زنا سے پیدا ہونے والی اولاد پر وہ اس قدر مہربان ہو جاتا ہے کہ اس سے (معاذ اللہ) پیغمبروں کا سلسلہ جاری فرما دیتا ہے بلکہ عیسائی حضرات کے مطابق خداوند یسوع مسیح کو (معاذ اللہ) ان کی نسل میں شامل فرما دیتا ہے۔ خدا (معاذ اللہ) زانیوں کو تو ہلاک نہیں کرتا مگر کوئی اپنی بیوی سے اولاد نہ چاہے تو اسے ہلاک کر دیتا ہے جیسا کہ اس نے مبینہ طور پر یہوداہ کے بیٹے اونان کو اسی جرم کی پاداش میں ہلاک کر دیا۔

۸۔ بائبل کی کتاب سموئیل اول میں ہے کہ ساؤل نے اپنی بیٹی میکل کی حضرت داؤدؑ سے شادی کے لئے یہ شرط رکھی تھی کہ حضرت داؤدؑ فلستیوں (یعنی فلسطین کے علاقے کے غیر اسرائیلی باشندوں) کی سو کھلڑیاں (Foreskins) پیش کریں اور اس کے بعد لکھا ہے'' ......اور ہنوز دن پورے بھی نہ ہوئے تھے کہ داؤد اٹھا اور اپنے بزرگوں کو لے کر گیا اور دو سو فلسطی قتل کر ڈالے اور داؤد ان کی کھلڑیاں لایا اور انہوں

نے ان کی پوری تعداد میں بادشاہ کو دیا تا کہ وہ بادشاہ (یعنی ساؤل) کا داماد ہو اور ساؤل نے اپنی بیٹی میکل اسے بیاہ دی۔'' (۳۷/الف) بائبل کا یہ مضحکہ خیز اور شرمناک مضمون مزید کسی تبصرے کا محتاج نہیں۔

۹۔ بائبل کی کتاب قضاۃ میں ہے ''اور سمسون نے جا کر تین سو لومڑیاں پکڑیں اور مشعلیں لیں دُم سے دُم ملائی اور دو دو دُموں کے بیچ میں ایک ایک مشعل باندھ دی۔ اور مشعلوں میں آگ لگا کر اس نے لومڑیوں کو کھڑے فلستیوں کے کھیتوں میں چھوڑ دیا اور پولیوں اور کھڑے کھیتوں، دانوں کو بلکہ زیتون کے باغوں کو بھی جلا دیا'' (۳۷/ب)۔ سمسون نبی کا یہ کارنامہ دلچسپ اور مضحکہ خیز تو ضرور ہے لیکن کیا عملاً ایسا ممکن بھی ہے؟

۱۰۔ اسی کتاب قضاۃ میں انہی سمسون نبی کے متعلق ہے ''اور اسے ایک گدھے کے جبڑے کی نئی ہڈی مل گئی سو اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھا لیا اور اس سے اس نے ایک ہزار آدمیوں کو مار ڈالا۔ پھر سمسون نے کہا گدھے کے جبڑے کی ہڈی سے ڈھیر کے ڈھیر لگ گئے گدھے کے جبڑے کی ہڈی سے میں نے ایک ہزار آدمیوں کو مارا''۔ (۳۷/ج) یاد رہے کہ یہ وہی سمسون ہیں جن کا ذکر ہم ''بائبل اور توہین انبیاء'' کے عنوان کے مندرجات میں کر چکے ہیں کہ بمطابق بائبل انہوں نے غزہ شہر کی ایک فاحشہ عورت سے (معاذ اللہ) زنا کیا تھا اس کے بعد دلیلہ نامی ایک عورت سے (معاذ اللہ) معاشقہ لڑایا تھا۔ شاید انہی کارناموں کی برکت سے مذکورہ دلچسپ معجزے ان کے ہاتھ سے ظاہر ہوئے ہوں۔

۱۱۔ بائبل کے نئے عہد نامے کے مطابق حضرت آدمؑ وحوا سے شجر ممنوعہ کا پھل کھانے کا جو گناہ سرزد ہوا تھا اس پر حضرت آدمؑ سے ہزاروں برس گزر جانے کے بعد خدا کو یکا یک یاد آیا کہ اگر حضرت آدمؑ کے اس مبینہ گناہ کے کفارے کی کوئی صورت پیدا نہ کی گئی تو بے چاری نوع انسانی سب کی سب اس گناہ کی وارث بن کر جہنم کی مستحق ہو جائے گی اور کفارے کی بہترین صورت یہ تجویز ہوئی کہ بمطابق بائبل اپنے پیارے بیٹے یسوع مسیحؑ کو ان کے بدترین دشمنوں یعنی یہودیوں کے ذریعے خوب خوب تذلیل و رسوائی کے بعد مصلوب کرایا جائے چنانچہ (مبینہ طور پر) اسی پر عمل ہوا اور غریب بیٹا سولی پر چڑھ کر باپ (خدا) کو رو رو کر پکارتا رہا کہ اے میرے خدا، اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا اور سولی پر چڑھنے سے پہلے یہ غریب بیٹا اپنے باپ (خدا) کے اس مقدس منصوبے کو بہ خوشی پایہ تکمیل تک پہنچانے اور صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنے کی بجائے مبینہ طور پر چھپتا رہا لیکن بالآخر پکڑا گیا اور مصلوب ہو کر (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) سب کے گناہوں کا کفارہ ادا کر گیا۔ حالانکہ کفارے کی ایک اور صورت بھی خدا نے نکالی تھی جس پر حزقی ایل نبی کو عمل کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا جس کا ذکر اسی عنوان کے تحت ابتدائی سطور میں کیا جا چکا ہے۔

۱۲۔ عیسائیوں کے عقیدۂ کفارہ کا سب سے زیادہ مضحکہ خیز پہلو یہ ہے کہ بمطابق انجیل یوحنا ایک یہودی سردار کاہن کائفا نام کا نبی بھی تھا۔ اس انجیل کا مولف یوحنا لکھتا ہے ''مگر اس (کائفا) نے اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ اس سال سردار کاہن ہوکر نبوت کی کہ یسوع اس قوم کے واسطے مرے گا'' (۳۸/الف) اسی کائفا نے حضرت عیسیٰ کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تھا اور انہیں سزائے موت سنائی تھی اور بمطابق اناجیل اسی نے لوگوں سے حضرت عیسیٰ کی توہین بھی کرائی تھی کہ (معاذ اللہ) آپ کے منہ پر تھوکا گیا، آپ کے مکے مارے گئے وغیرہ (۳۸/ب) عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ کائفا نبی نے اپنے خدا کے خلاف کفر کا فتویٰ جاری کیا اور اس کی توہین کی۔ اگر حضرت عیسیٰ سے اس وقت عیسائیوں کے بقول خدائی عنصر نکل گیا تھا تو جونہی ان سے خدائی عنصر (Divine Element)¯ نکلا بقول کائفا نبی آپ کے منہ سے (معاذ اللہ) کفر کے کلمات جاری ہوگئے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت یسوعؑ بمطابق انجیل یوحنا صرف اپنی قوم کے لئے مصلوب ہوئے تھے نہ کہ پوری نوع انسانی کا کفارہ ادا کرنے کے لئے۔

۱۳۔ بائبل کی کتاب پیدائش میں ہے کہ روشنی، دن اور رات کو خدا نے کائنات کو پیدا کرنے کے پہلے دن پیدا کر دیا تھا لیکن اسی کتاب میں لکھا ہے کہ سورج، چاند اور ستاروں کی پیدائش چوتھے دن ہوئی اور اسی کتاب میں نباتات، پھل اور پودوں کی پیدائش تیسرے دن کی بتائی گئی ہے۔ (۳۸/ج) بھلا جب سورج اور چاند تھے ہی نہیں تو یہ دن اور رات پہلے ہی دن اور نباتات تیسرے دن کہاں سے آگئی تھیں؟

۱۴۔ عقائد کفارہ اور تثلیث کا خلاف عقل ہونا ہم مجلہ ہذا کے گزشتہ شمارے میں اپنے مضمون کے حواشی میں نمایاں کر چکے ہیں۔ (۳۹/الف)

۱۵۔ اوپر ''بائبل اور توہین انبیاء'' کے عنوان کے تحت مذکور ہو چکا ہے کہ بمطابق بائبل حضرت یعقوبؑ نے (معاذ اللہ) اپنے بڑے بھائی عیسو کی بھوک اور مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے مسور کی دال اور روٹی کے عوض اس سے پہلوٹھے بیٹے کے نبوت سمیت تمام حقوق خرید لئے تھے یعنی نبوت (معاذ اللہ) بیچی اور خریدی جا سکتی ہے اور یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنے بوڑھے اور نابینا والد حضرت اسحاقؑ کو (معاذ اللہ) دھوکہ دے کر عیسو کے حصے کی برکت کی تمام دعائیں بھی حاصل کر لی تھیں بعد میں عیسو کی شکایت پر حضرت اسحاقؑ نے بے بسی کا اظہار کرتے ہوئے عذر کیا تھا کہ اب تو میں برکت کی ساری دعائیں دے بیٹھا ہوں یعنی دھوکے سے دوسروں کے حصے کی برکت کی دعائیں بھی (معاذ اللہ) چھینی جا سکتی ہیں اور نہ تو دعا کرنے ولا اور نہ ہی دعا کو قبول کرنے والا خدا (معاذ اللہ) کچھ کر پاتا ہے۔ یہ

بھی کہا گیا ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنے بازوؤں پر بکری کے بچے کی کھال پہن کر اپنے نابینا والد حضرت اسحاقؑ کو دھوکہ دیا تھا کہ وہ حضرت یعقوبؑ کو عیسو خیال کریں کیونکہ عیسو کے بازوؤں پر لمبے لمبے بال تھے۔ جہاں اس سے حضرت یعقوبؑ پر دھوکہ دینے کا بہتان ہے وہیں حضرت اسحاقؑ کو (معاذ اللہ) اس قدر سادہ لوح دکھایا گیا ہے کہ وہ آسانی سے اس مبینہ دھوکے کا شکار ہو کر عیسو کے حصے کی برکت کی دعائیں حضرت یعقوبؑ کو دے بیٹھے۔ ایسے لغو اور نامعقول مضامین ہرگز الہامی نہیں ہو سکتے۔

۱۶۔ کتاب پیدائش کے مطابق حضرت یعقوبؑ نے اپنے ماموں لابن کی سات سال تک خدمت اس وعدے پر کی کہ لابن اپنی بیٹی راحل کا نکاح حضرت یعقوبؑ سے کر دے گا لیکن مدت پوری ہونے پر اس نے دھوکے سے اپنی بڑی بیٹی لیاہ کا حضرت یعقوبؑ سے نکاح کر دیا۔ اگلے روز حضرت یعقوبؑ کو پتہ چلا کہ جس خاتون کے ساتھ انہوں نے رات گزاری ہے وہ راحل نہیں بلکہ اس کی بڑی بہن لیاہ ہے اس پر آپؑ نے اپنے ماموں سے سخت گلہ کیا تو ماموں نے جواب دیا کہ دستور کے مطابق ہم پہلے پہلوٹھی لڑکی کا نکاح کیا کرتے ہیں اس کا ایک ہفتہ تم پورا کر لو تو اگلے ہفتے اس کی چھوٹی بہن راحل سے تمہارا نکاح کر دیا جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یعنی حضرت یعقوبؑ (معاذ اللہ) اس قدر سادہ لوح تھے کہ سالہا سال سے لیاہ اور راحل کو جاننے اور پہچاننے کے باوجود شب عروسی میں یہ معلوم ہی نہ کر سکے کہ کونسی خاتون ان کے ساتھ بستر پر لیٹی ہے۔ (۳۹/ب) نیز حضرت یعقوبؑ کا ایجاب وقبول تو راحل کے لئے تھا لیاہ ان کی منکوحہ کیسے قرار پائی؟ ایسے لغو مضامین ہرگز الہامی نہیں ہو سکتے۔

۱۷۔ بائبل میں حضرت ایوبؑ پر بہتان لگایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی بیماری میں (معاذ اللہ) نہایت بے صبری، جزع وفزع اور گلہ وشکوہ کا اظہار کیا چنانچہ کتاب ایوب میں ہے ''اس کے بعد ایوب نے اپنا منہ کھول کر اپنے جنم دن پر لعنت کی۔ اور ایوب کہنے لگا نابود ہو وہ دن جس دن میں پیدا ہوا اور وہ رات بھی جس میں کہا گیا کہ دیکھو بیٹا پیدا ہوا'' (۳۹/ج) اسی کتاب میں مزید لکھا ہے ''میری روح میری زندگی سے بیزار ہے میں اپنا شکوہ خوب دل کھول کر کروں گا میں اپنے دل کی تلخی میں بولوں گا۔ میں اپنے خدا سے کہوں گا مجھے ملزم نہ ٹھہرا مجھے بتا کہ تو مجھ سے کیوں جھگڑتا ہے؟'' (۴۰/الف) اور اسی کتاب میں مزید لکھا ہے ''تو جان لو کہ خدا نے مجھے پست کیا اور اپنے جال سے مجھے گھیر لیا ہے دیکھو! میں ظلم ظلم پکارتا ہوں پر میری سنی نہیں جاتی میں مدد کے لئے دہائی دیتا ہوں پر انصاف نہیں ہوتا۔ اس نے میرا راستہ ایسا مسدود کر دیا ہے کہ میں گزر نہیں سکتا۔ اس نے میری راہوں پر تاریکی کو بٹھا دیا ہے۔ اس نے میری حشمت مجھ سے چھین لی اور سر پر سے تاج اتار لیا۔ اس نے مجھے ہر طرف سے توڑ کر نیچے گرایا'' (۴۰/ب) مذکورہ

عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ایوبؑ کو (معاذ اللہ) ہرگز صابر اور راست باز نہیں قرار دیا جا سکتا حالانکہ اسی کتاب ایوب کے پہلے باب کا پہلا جملہ یوں ہے ''عوض کی سرزمین میں ایوب نامی ایک شخص تھا۔ وہ شخص کامل اور راست باز تھا اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا تھا۔''

۵۔ بائبل اور دہشت گردی

کتاب استثناء میں ہے کہ جس شہر پر تم چڑھائی کرو تو اگر وہاں کے لوگ شہر کا دروازہ کھول کر تمہارے باجگزار بنیں تو بہتر ورنہ اس شہر کا محاصرہ کرلو۔ اس کے بعد لکھا ہے ''اور جب تیرا خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضے میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا۔ لیکن عورتوں اور بال بچوں چوپایوں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لئے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھے دی ہو کھانا۔ ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے بہت دور ہیں اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیں۔ پر ان قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے جیسا کہ خداوند تیرے خدا نے تجھے حکم دیا ہے بالکل نیست کر دینا۔ تاکہ وہ تم کو اپنے سے مکروہ کام نہ سکھائیں۔'' (۴۰/ج)

کتاب گنتی میں حضرت موسیٰ کا فرمان یوں دیا گیا ہے ''اس لئے ان بچوں میں جتنے لڑکے ہیں سب کو مار ڈالو اور جتنی عورتیں مرد کا منہ دیکھ چکی ہیں ان کو قتل کر ڈالو۔ لیکن ان لڑکیوں کو جو مرد سے واقف نہیں اور اچھوتی ہیں اپنے لئے زندہ رکھو۔'' اور کتاب قضاۃ میں ہے ''تب جماعت نے بارہ ہزار سورما روانہ کئے اور ان کو حکم دیا کہ جا کر یبیس جلعاد کے باشندوں کو عورتوں اور بچوں سمیت قتل کرو۔'' (۴۱/الف)

کتاب سموئیل اول میں حضرت داؤدؑ کے متعلق لکھا ہے ''اور داؤد نے اس سرزمین کو تباہ کر ڈالا اور عورت مرد کسی کو جیتا نہ چھوڑا اور ان کی بکریاں اور بیل اور گدھے اور اونٹ اور کپڑے لے کر لوٹا۔ (۴۱/ب)

خداوند نے ساؤل کو حکم دیا ''سو اب تو جا اور عمالیق (یعنی قوم عمالقہ کے لوگوں) کو مار اور جو کچھ ان کا ہے سب کو بالکل نابود کر دے اور ان پر رحم مت کر بلکہ مرد اور عورت ننھے بچے اور شیر خوار گائے بیل اور بھیڑ بکریاں اونٹ اور گدھے سب کو قتل کر ڈال'' (۴۱/ج) حضرت یشوعؑ کے متعلق بائبل میں لکھا ہے ''اور انہوں نے ان سب کو جو شہر میں تھے کیا مرد کیا عورت کیا جوان کیا بڈھے کیا بیل کیا بھیڑ کیا گدھے سب کو تلوار کی دھار سے بالکل نیست کر دیا۔'' (۴۲/الف) کتاب سموئیل دوم میں حضرت داؤد کے متعلق لکھا

ہے'' اور اس نے ان لوگوں کو جو اس میں تھے باہر نکال کر ان کو آروں اور لوہے کے کلہاڑوں کے نیچے کر دیا اور ان کو اینٹوں کے پزاوے میں سے چلوایا اور اس نے بنی عمون کے سب گھروں سے ایسا ہی کیا پھر داؤد اور سب لوگ یروشلم کو لوٹ آئے'' (۴۲/ب) بائبل کے ان مضامین پر غور کیجئے ہمیں ان اہلِ کتاب پر سخت حیرت ہے جو اسلام کے تصور جہاد پر اعتراض کرتے ہوئے ذرا بھی نہیں شرماتے اور تسلسل سے یہ غلط بیانی کرتے چلے آرہے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ کوئی لاچار مجبور و مظلوم اپنی مدافعت میں اپنی جان پر کھیل کر ظالموں کے خلاف قتل و تشدد کی راہ اختیار کرے تو اس میں اختلاف رائے کی گنجائش ضرور موجود ہے کہ ایسی مدافعانہ کارروائیوں کی حدود و قیود کیسے متعین کی جائیں اسی لئے تاحال دہشت گردی کی کسی جامع و مانع تعریف پر اتفاق نہیں کیا جاسکا۔ لیکن بائبل کے مذکورہ مضامین تو جارحانہ ریاستی دہشت گردی، مکروہ نسلی امتیاز اور خبیث ترین ظلم و بربریت کی بدترین مثالیں ہیں۔ جبر و تشدد کی طرف اشارہ کرنے والے اخباری خاکے اہل مغرب نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ان اسرائیلی انبیاء علیہم السلام کے کیوں نہ جاری کیے؟ لیکن ہم اہل اسلام کا پختہ یقین ہے کہ حضرت موسیٰ، حضرت داؤدؑ اور دیگر تمام اسرائیلی انبیاء کا دامن ان جرائم سے قطعاً پاک ہے۔ ان مقدس اور پاکیزہ ہستیوں کے کردار کے ہر پہلو پر شرمناک بہتان تراشی کی گئی ہے تاکہ اپنے جرائم کا جواز پیدا کیا جاسکے۔ نظام پاپائیت میں جو مظالم لوگوں پر ڈھائے گئے اور مذہب کے نام پر جس طرح اپنے ہی ہم مذہبوں کو ہولناک مظالم کا نشانہ بنایا گیا اور انہیں زندہ جلایا گیا وہ کسی اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی ماضی اور حال کی ریاستی دہشت گردی محتاج ثبوت نہیں وہ بزعم خویش انبیاء علیہم السلام کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

۶۔ بائبل میں اغلاط و تضادات کے چند نمونے

بائبل غلطیوں، لاینحل تضادات اور اختلافات سے بھری پڑی ہے جو اس کے محرف ہونے پر زبردست دلیل ہے۔ مثلاً:

۱۔ حضرت عیسیٰ کا جو نسب نامہ اناجیل متی اور لوقا میں موجود ہے اس میں اس قدر سنگین تضادات ہیں کہ دونوں نسب ناموں کو ہرگز معتبر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ انجیل متی میں مذکور نسب نامہ اگرچہ بائبل کے پرانے عہد نامے میں دیئے گئے ناموں سے کافی حد تک مطابقت رکھتا ہے لیکن پرانے عہد نامے سے بھی اس کے بعض شدید اختلافات ہیں اور دیگر اغلاط بھی نمایاں ہیں۔ مجلہ ہذا کے گزشتہ شمارے میں ہم نے

اپنے مضمون میں اس کی خاطر خواہ وضاحت کی ہے۔(۴۲/ج)

۲۔اگرچہ نئے عہد نامے کی چاروں اناجیل کا حضرت عیسیٰؑ کی مبینہ مصلوبیت پر اتفاق ہے لیکن ان اناجیل کے مولفین میں اس بارے میں اس قدر شدید اختلافات ہیں کہ مبینہ مصلوبیت کا یہ واقعہ یقیناً ایک افسانہ قرار پاتا ہے ہم نے مجلّہ ہٰذا کے گزشتہ شمارے میں اپنے مضمون کے حواشی کے حصے میں ''مبینہ مصلوبیت مسیح'' کے عنوان کے تحت ان اختلافات اور تضادات کو نمایاں کیا ہے۔(۴۳/الف) نیز ایک شدید تضاد یہ بھی ہے کہ کتاب ''رسولوں کے اعمال'' میں لوقا حضرت عیسیٰ کے متعلق لکھتا ہے ''اس نے دکھ سہنے کے بعد بہت سے ثبوتوں سے اپنے آپ کو ان پر زندہ ظاہر بھی کیا چنانچہ وہ چالیس دن تک انہیں نظر آتا اور خدا کی بادشاہی کی باتیں کہتا رہا'۔(۴۳/ب)

لیکن یہی لوقا اپنی انجیل میں ظاہر کرتا ہے کہ مبینہ مصلوبیت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر حضرت عیسیٰ اسی دن یا پہلی رات جو آئی تھی اس میں آسمان پر چلے گئے تھے۔(۴۳/ج)

۳۔نئے عہد نامے میں پولس کے خطوط میں تثلیث کفارے اور شریعت کے بے کار اور معطل ہونے کی جو تعلیم ملتی ہے اس کی مفصل اور غیر مبہم تائید اناجیل سے ہرگز نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس اناجیل اور بائبل کے پرانے عہد نامے کی کتب میں توحید کی تعلیم اور شریعت پر عمل کرنے کے احکام پائے جاتے ہیں اور بہت سے مضامین میں عیسائیوں کے پولس کے زیر اثر موروثی گناہ کے تصور کی بھرپور نفی ملتی ہے۔ہم نے اس کی خاطر خواہ وضاحت مجلّہ ہٰذا کے گزشتہ شمارے میں اپنے مضمون کے حواشی میں ''بائبل اور عقیدۂ توحید'' اور ''الوہیت مسیحؑ اور بائبل'' کے عنوانات اور زیر نظر شمارے میں ''پولس اور بائبل'' کے عنوان کے تحت کردی ہے۔(۴۴/الف)

۴۔انجیل متی میں حضرت عیسیٰ کا قول موجود ہے کہ تورات (شریعت) کا ایک نقطہ یا شوشہ بھی نہیں ٹلے گا۔(۴۴/ب) لیکن آگے اسی انجیل میں حضرت عیسیٰؑ کی تورات سے تجاوز کی متعدد مثالیں بھی موجود ہیں مثلاً تورات میں ہے کہ جو کوئی خون کرے گا وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا لیکن حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ قتل کرنا تو درکنار سرے سے اپنے بھائی پر غصے ہونا ہی سزا کے لائق ہے۔تورات میں ہے کہ زنا نہ کرنا لیکن حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نظر ڈالی تو وہ زنا کرچکا بلکہ آپ ایسی آنکھ کو باہر نکال دینے کا حکم دیتے ہیں۔تورات میں بیوی کو طلاق دینے کی اجازت ہے مگر حضرت یسوع مسیحؑ فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑے وہ اس سے زنا کراتا ہے۔تورات میں جھوٹی قسم کھانے سے منع کیا گیا ہے لیکن حضرت یسوعؑ فرماتے ہیں کہ

سرے سے قسم ہی نہ کھاؤ خواہ سچی ہی کیوں نہ ہو۔تورات میں کہا گیا ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن حضرت یسوعؑ فرماتے ہیں کہ شریر کا سرے سے مقابلہ ہی نہ کیا جائے اگر وہ تمہارے داہنے گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی اسکی طرف پھیر دیا جائے۔(گویا ایسے لوگوں کو کھلی چھوٹ دیدی جائے کہ دندناتے پھریں)۔(۴۴/ج)

۵۔انجیل متی وغیرہ میں حضرت یسوعؑ اپنے شاگردوں کو ایک طرف یہ حکم دیتے ہیں کہ مجھ سے ظاہر ہونے والے معجزوں کو پوشیدہ رکھو اور لوگوں کو نہ بتاؤ (۴۵/الف) لیکن سب لوگوں کے سامنے برملا ان معجزوں کو ظاہر بھی فرماتے ہیں۔

۶۔انجیل متی کے مطابق حضرت یسوعؑ کی ولادت کے زمانے میں یہوداہ کا گورنر ہیرودیس (Herod) تھا جو بنی اسرائیل پر حکومت کرتا تھا چونکہ اس سے آپ کی زندگی کو خطرہ لاحق تھا اس لئے آپ کی والدہ حضرت مریمؑ اور ان کا مبینہ شوہر یوسف نجار آپ کو مصر لے گئے اور ہیرودیس کے مرنے کے بعد یہوداہ میں آپ کے آبائی علاقے ناصرہ میں واپس لائے۔(۴۵/ب) مگر انجیل لوقا کے مطابق حضرت مریمؑ کی زچگی کے ایام پورے ہونے پر آپ کو پہلے یروشلم لایا گیا اور وہاں قربانی کی رسم ادا کر کے حضرت مریمؑ اور اس کا مبینہ شوہر آپ کو ناصرہ لے آئے اور وہیں قیام پذیر رہے۔البتہ ہر سال عیدالفسح کے موقع پر آپ کو ساتھ لے کر یروشلم جاتے رہے یعنی یوسف نجار (حضرت مریمؑ کا مبینہ شوہر) کبھی یہوداہ سے باہر ہی نہیں گیا۔(۴۵/ج)

۷۔انجیل متی میں ہے ’’تب ابلیس اسے (یعنی یسوع کو) مقدس شہر میں لے گیا اور ہیکل کے کنگرے پر کھڑا کر کے اس سے کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو اپنے تئیں نیچے گرادے‘‘(۴۶/الف) اس کے بعد لکھا ہے ’’پھر ابلیس اسے ایک بہت اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دنیا کی سب سلطنتیں اور شان وشوکت اسے دکھائی۔اور اس سے کہا کہ اگر تو جھک کر مجھے سجدہ کرے تو یہ سب کچھ تجھے دیدوں گا۔یسوع نے اس سے کہا اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔‘‘(۴۶/ب) اس کے برعکس لوقا کی انجیل میں ہے کہ ابلیس پہلے آپ کو پہاڑ پر لے گیا تھا اور پھر یروشلم لا کر ہیکل کے کنگرے پر آپ کو کھڑا کیا تھا۔(۴۶/ج)

۸۔انجیل متی میں ہے ’’اور وہ جب یریحو سے نکل رہے تھے......دیکھو دو اندھوں نے جو راہ کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے......یسوع کو ترس آیا اور اس نے ان کی آنکھوں کو چھوا اور وہ فوراً بینا ہو گئے اور اس کے پیچھے ہو لئے‘‘(۴۷/الف) لیکن انجیل مرقس کے مطابق راستے پر بیٹھا برتمائی نام کا صرف ایک

اندھا تھا چنانچہ انجیل مرقس میں ہے......"اور وہ یریحو میں آئے اور جب وہ اور اس کے شاگرد اور ایک بھیڑ یریحو سے نکلتی تھی تو تمائی کا بیٹا برتمائی اندھا فقیر راہ کے کنارے بیٹھا ہوا تھا...... یسوع نے اس سے کہا کہ جا تیرے ایمان نے تجھے اچھا کر دیا وہ فی الفور بینا ہو گیا اور راہ میں اس کے پیچھے ہو لیا"۔ (۴۷/ب) یعنی ایک ہی اندھے کو آپ نے ٹھیک کیا تھا۔

۹۔ انجیل متی میں ہے "جب وہ گدرینیوں کے ملک میں پہنچا تو دو آدمی جن میں بدروحیں تھیں قبروں سے نکل کر اس سے ملے، وہ ایسے تندمزاج تھے کہ کوئی اس رستہ سے گزر نہیں سکتا تھا......" (۴۷/ج) یعنی بمطابق انجیل متی حضرت یسوعؑ نے دو آدمیوں سے بدروحیں نکالی تھیں لیکن انجیل مرقس میں یہی واقعہ بیان کرتے ہوئے مرقس نے لکھا ہے "اور جب وہ کشتی سے اترا تو فی الفور ایک آدمی جس میں ناپاک روح تھی قبروں سے نکل کر اس سے ملا" (۴۸/الف) اس کے بعد اس بدروح کو نکالنے کا ذکر ہے یعنی بمطابق انجیل مرقس بدروحوں والے دو مرد نہیں تھے بلکہ ایک ہی تھا۔

۱۰۔ انجیل متی میں ہے "مبارک ہیں وہ لوگ جو صلح کراتے ہیں، کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے۔" (۴۸/ب) لیکن اس کے برعکس اسی انجیل میں ہے "یہ نہ سمجھو کہ میں (یعنی یسوع مسیح) زمین پر صلح کرانے آیا ہوں، صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں" (۴۸/ج) اور انجیل لوقا میں ہے "...... کیونکہ ابن آدم (یعنی یسوع) لوگوں کی جان برباد کرنے نہیں بلکہ بچانے آیا" (۴۹/الف) لیکن اس کے برعکس اسی انجیل لوقا میں ہے "میں زمین پر آگ بھڑکانے آیا ہوں، اور اگر لگ چکی ہوتی تو میں کیا ہی خوش ہوتا" اور آگے اسی انجیل میں ہے "کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں، میں تم سے کہتا ہوں کہ نہیں بلکہ جدائی کرانے۔" (۴۹/ب)

۱۱۔ بائبل کے پرانے عہد نامے میں بھی اغلاط اور تضادات کی بھرمار ہے مثلاً عنوان "بائبل اور توہین انبیاء" کے تحت بتایا جا چکا ہے کہ کتاب پیدائش میں حضرت نوحؑ پر شراب نوشی اور پھر اس کے زیر اثر برہنہ ہو جانے کا بہتان لگایا گیا ہے مگر اسی کتاب میں حضرت نوحؑ کو راست باز بھی قرار دیا گیا ہے "نوح مرد راست باز اور اپنے زمانے کے لوگوں میں بے عیب تھا اور نوح خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا" (۴۹/ج)۔ حضرت لوطؑ پر اسی کتاب پیدائش میں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) شراب کے زیر اثر اپنی بیٹیوں سے بدکاری کا بہتان لگایا گیا ہے لیکن نئے عہد نامے میں پطرس نے اپنے خط میں حضرت لوطؑ کو یوں راست باز قرار دیا ہے۔ "اور راست باز لوط کو جو بے دینوں کے ناپاک چال چلن سے دق تھا، رہائی بخشی" (۵۰/الف) کتاب ایوب میں حضرت ایوبؑ کی اللہ تعالیٰ سے جس دعا اور مناجات کا ذکر ہے

اس میں انہیں (معاذ اللہ) خدا سے یہ شکایت کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے کہ میری کوئی سنتا نہیں میرے ساتھ انصاف نہیں ہوتا، میرا قصور کیا ہے وغیرہ (۵۰/ب) یعنی (معاذ اللہ) حضرت ایوبؑ نے بے صبری کا مظاہرہ کیا لیکن اسی کتاب کے بالکل شروع ہی میں حضرت ایوبؑ کو یوں راست باز ظاہر کیا گیا ہے ''عوض کی سرزمین میں ایوب نام کا ایک شخص تھا وہ شخص کامل اور راست باز تھا اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا تھا۔'' (۵۰/ج)

۱۲۔ قبل ازیں ہم نے عنوان ''بائبل'' میں ناقص تصور الوہیت'' کے تحت بیان کیا ہے کہ بائبل کے مضامین کے مطابق خدا (معاذ اللہ) پچھتاتا ہے، تھک جاتا ہے، نبیوں کو فریب دیتا ہے، خدا کو اس دنیا میں دیکھا جاسکتا ہے، خدا دعا نہیں سنتا وغیرہ۔ ان خبیث مضامین کے برعکس بائبل میں خدا کے متعلق پاکیزہ اور صحیح مضامین بھی ملتے ہیں مثلاً کتاب سموئیل اول میں ہے ''اور جو اسرائیل کی قوت ہے وہ نہ تو جھوٹ بولتا ہے اور نہ پچھتاتا ہے کیونکہ وہ انسان نہیں ہے کہ پچھتائے'' (۵۱/الف) کتاب یسعیاہ) میں ہے ''کیا تو نے نہیں سنا خداوند خدائے ابدی وتمام زمین کا خالق تھکتا نہیں اور ماندہ نہیں ہوتا'' (۵۱/ب)۔ کتاب زبور میں ہے ''خداوند کی نگاہ صادقوں پر ہے اور اس کے کان ان کی فریاد پر لگے رہتے ہیں'' (۵۱/ج) کتاب خروج میں ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰ سے فرمایا ''تو میرا چہرہ دیکھ نہیں سکتا کیونکہ انسان مجھے دیکھ کر زندہ نہیں رہے گا'' (۵۲/الف) اور نئے عہد نامے میں یوحنا کے پہلے خط میں ہے ''خدا کو کسی نے نہیں دیکھا۔'' (۵۲/ب)

۱۳۔ کتاب حزقی ایل میں ہے ''جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ، صادق کی صداقت اسی کے لئے ہوگی، اور شریر کی شرارت شریر کے لئے۔ (۵۲/ج) اس کے برعکس کتاب خروج میں ہے ''ہزاروں پر فضل کرنے والا، گناہ تقصیر اور خطا کا بخشنے والا لیکن وہ مجرم کو ہرگز بری نہیں کرے گا بلکہ باپ دادا کے گناہ کی سزا ان کے بیٹوں اور پوتوں کو تیسری اور چوتھی پشت تک دیتا ہے''۔ (۵۳/الف)

۱۴۔ کتاب خروج میں ہے 'تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا۔ نہ کسی چیز کی مُورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے'' (۵۳/ب) اس کے برعکس اسی کتاب خروج میں ہے ''اور سونے کے دو کروبی (یعنی فرشتے) سرپوش کے دونوں سروں پر گھڑ کر بنانا۔'' (۵۳/ج)

۱۵۔ کتاب سموئیل دوم میں ہے ''اور یوآب نے مردم شماری کی تعداد بادشاہ کو دی سو اسرائیل میں آٹھ لاکھ بہادر مرد نکلے جو شمشیر زن تھے اور یہوداہ کے مرد پانچ لاکھ نکلے'' (۵۴/الف) لیکن تواریخ اول

میں ہے ''اور یوآب نے لوگوں کے شمار کی میزان داؤد کو بتائی اور سب اسرائیلی گیارہ لاکھ شمشیر زن اور یہوداہ کے چار لاکھ ستر ہزار شمشیر زن تھے۔ (۵۴/ب)

۱۶۔ کتاب سلاطین دوم میں ہے ''اخزیاہ بائیس برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے لگا'' (۵۴/ج) مگر کتاب تواریخ دوم میں ہے ''اخزیاہ بیالیس برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے لگا''۔ (۵۵/الف)

۱۷۔ کتاب سلاطین دوم میں ہے ''یہویاکین جب سلطنت کرنے لگا تو اٹھارہ برس کا تھا'' (۵۵/ب) مگر کتاب تواریخ دوم میں ہے ''یہویاکین آٹھ برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے لگا''۔ (۵۵/ج)

۱۸۔ کتاب پیدائش میں ہے ''دو دو نر اور مادہ کشتی میں نوح کے پاس گئے جیسا خدا نے نوح کو حکم دیا تھا (۵۶/الف) اور اسی کتاب میں ہے ''کل پاک جانوروں میں سے سات سات نر اور ان کی مادہ اور ان میں سے جو پاک نہیں ہیں دو دو نر اور ان کی مادہ ساتھ لے لینا۔'' (۵۶/ب)

۱۹۔ کتاب سلاطین اول میں ہے ''اور سلیمان کے ہاں اس کے رتھوں کے لئے چالیس ہزار تھان اور بارہ ہزار سوار تھے (۵۶/ج) مگر تواریخ دوم میں ہے'' اور سلیمان کے پاس گھوڑوں اور رتھوں کے لئے چار ہزار تھان اور بارہ ہزار سوار تھے (۵۷/الف)

۲۰۔ کتاب سموئیل دوم میں ''اس کے بعد خداوند کا غصہ اسرائیل پر بھڑکا اور اس نے داؤد کے دل کو ان کے خلاف یہ کہہ کر ابھارا کہ جا کر اسرائیل اور یہوداہ کو گن'' (۵۷/ب) مگر اس کے برعکس تواریخ اول میں ہے کہ حضرت داؤدؑ کے دل میں یہ خیال ڈالنے والا خدا نہیں بلکہ (معاذ اللہ) شیطان تھا'' اور شیطان نے اسرائیل کے خلاف اٹھ کر داؤد کو ابھارا کہ اسرائیل کا شمار کرے۔'' (۵۷/ج)

۲۱۔ کتاب سلاطین دوم میں ہے ''اور جب وہ (یعنی آخز) سلطنت کرنے لگا تو بیس برس کا تھا اور اس نے سولہ برس یروشلم میں بادشاہی کی'' (۵۸/الف) لیکن اسی کتاب میں اس کے بیٹے حزقیاہ کے متعلق لکھا ہے ''جب وہ سلطنت کرنے لگا تو پچیس برس کا تھا'' (۵۸/ب) اس سے معلوم ہوا کہ آخز چھتیس سال کی عمر میں جب فوت ہوا تو اس کا بیٹا حزقیاہ پچیس برس کا تھا۔ بالفاظ دیگر حزقیاہ کی ولادت کے وقت اس کے باپ آخز کی عمر صرف گیارہ سال تھی۔

۲۲۔ کتاب سموئیل دوم میں ہے ''اور داؤد نے اس (یعنی ہدرعزر) کے ایک ہزار سات سو سوار اور بیس ہزار پیادے پکڑ لئے'' (۵۸/ج) لیکن کتاب تواریخ اول میں ہے'' اور داؤد نے اس سے ایک ہزار رتھ، سات ہزار سوار اور بیس ہزار پیادے لے لئے۔'' (۵۹/الف)

۲۳۔ کتاب سموئیل دوم میں ہے ”سو جاد نے داؤد کو جا کر اس کو یہ بتایا اور اس سے پوچھا کہ کیا تیرے ملک میں سات برس قحط رہے یا تو تین مہینے تک اپنے دشمنوں سے بھاگتا پھرے......“ (۵۰/ب) لیکن کتاب تواریخ اول میں قحط کی مدت تین برس لکھی ہے ”سو جاد نے داؤد کے پاس آ کر اس سے کہا خداوند یوں فرماتا ہے کہ تو جسے چاہے اسے چن لے۔ یا تو قحط کے تین برس یا اپنے دشمنوں کے آگے تین مہینے تک ہلاک ہوتے رہنا۔“ (۵۹/ج)

۲۴۔ انجیل یوحنا میں حضرت یسوعؑ کا قول منقول ہے ”اگر میں خود اپنی گواہی دوں تو میری گواہی سچی نہیں“۔ (۶۰/الف) لیکن اسی انجیل میں آپ کا یہ قول بھی مذکور ہے“...... یسوع نے جواب میں ان سے کہا اگر چہ میں اپنی گواہی آپ دیتا ہوں تو بھی میری گواہی سچی ہے“۔ (۶۰/ب)

۲۵۔ انجیل متی میں ہے کہ حضرت یسوعؑ نے حواریوں کو دعوت وتبلیغ کے کام پر روانہ فرمایا تو انہیں تاکید کی ”نہ سونا اپنے کمر بند میں رکھنا نہ چاندی نہ پیسے۔ راستے کے لئے نہ جھولی لینا نہ دو دو کرتے نہ جوتیاں نہ لاٹھی کیونکہ مزدور اپنی خوراک کا حق دار ہے۔ (۶۰/ج) مگر انجیل مرقس میں ہے ”اور حکم دیا کہ راستے کے لئے لاٹھی کے سوا کچھ نہ لو نہ روٹی نہ جھولی نہ اپنے کمر بند میں پیسے۔ مگر جوتیاں پہنو اور دو کرتے نہ پہنو۔“ (۶۱/الف)

۲۶۔ کتاب تواریخ اول میں بنیامین کی اولاد کے نام یوں مذکور ہیں ”بنی بنیمین یہ ہیں بالع اور بکر اور یدیعیل یہ تینوں“ (۶۱/ب) پھر اسی کتاب میں ان کے نام یوں لکھے ہیں ”اور بنیامین سے اس کا پہلوٹھا بالع پیدا ہوا دوسرا اشبیل، تیسرا اخرخ چوتھا نوحہ اور پانچواں رفا“ (۶۱/ج) لیکن کتاب پیدائش میں یہ نام یوں دیئے گئے ہیں“ اور بنی بنیمین یہ ہیں: بالع اور بکر اور اشبیل اور جیرا اور نعمان، اخی اور روس، مفیم اور حفیم اور ارد“۔ (۶۲/الف)

۲۷۔ جو لوگ حضرت داؤدؑ کے ایک بہادر کے ہاتھوں نیزے سے مقتول ہوئے ان کی تعداد میں اختلاف ہے کتاب سموئیل دوم میں ہے“...... جس سے آٹھ سو ایک ہی وقت میں مقتول ہوئے۔“ (۶۲/ب) مگر کتاب تواریخ اول میں ہے ”اس نے تین سو پر اپنا بھالا چلایا اور ان کو ایک ہی وقت میں قتل کیا۔“ (۶۲/ج)

۲۸۔ حضرت داؤدؑ کے ہاتھوں ارامیوں کے مقتولین کی تعداد میں اختلاف ہے کتاب سموئیل دوم میں ہے ”اور داؤد نے ارامیوں کے سات سو رتھوں کے آدمی اور چالیس ہزار سوار قتل کر ڈالے۔“ (۶۳/الف) مگر کتاب تواریخ اول میں ہے ”اور داؤد نے ارامیوں کے سات ہزار رتھوں کے سواروں اور

چالیس ہزار پیادوں کو مارا۔'' (۶۳/ب)

بائبل کے پرانے اور نئے عہد نامے کی کتب میں تضادات اور اختلافات کی مذکورہ مثالیں محض بطور نمونہ ہیں ورنہ یہ لاتعداد ہیں، اس بنا پر بائبل ہرگز الہامی کتاب نہیں ہے اس میں موجود کتب کی حیثیت محض تاریخی کتب کی سی ہے جسے اکثر و بیشتر نامعلوم لوگوں نے پیغمبروں کے نام پر لکھا ہے۔ حضرت موسیٰ کی اصل تورات اور حضرت عیسیٰ کی اصل انجیل اس دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ کتاب استثناء میں ہے ''پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے خداوند کے کہنے کے موافق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی۔ اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل دفن کیا پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں۔'' (۶۳/ج) کتاب یشوع کی ابتدا میں ہے ''اور خداوند کے بندہ موسیٰ کی وفات کے بعد ایسا ہوا کہ خداوند نے اس کے خادم نون کے بیٹے یشوع سے کہا۔ میرا بندہ موسیٰ مرگیا ہے سو اب تو اٹھ'' (۶۴/الف) اس طرح کے اقتباسات پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کتب کا لکھنے والا اپنے چشم دید یا دوسروں سے سنے ہوئے واقعات لکھ رہا ہے چنانچہ موجودہ تورات کے کسی بھی مقام سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ حضرت موسیٰ پر نازل ہونے والا اصل کلام ہے بلکہ اس کے مضامین شہادت دے رہے ہیں کہ اس کا لکھنے والا حضرت موسیٰ کی بجائے کوئی اور ہے۔ اس کے نزدیک جو اللہ کا کلام تھا اسے وہ ''خداوند نے فرمایا'' اور جو موسیٰ کا کلام تھا اسے وہ ''موسیٰ نے کہا'' کے تحت بیان کرتا ہے اور ہر جگہ حضرت موسیٰ کے لئے غائب کا صیغہ استعمال کرتا ہے۔ یہی حال دوسری کتب کا ہے مثلاً کتاب ایوب کے شروع میں ہے ''عوض کی سرزمین میں ایوب نام کا ایک شخص تھا وہ شخص کامل اور راست باز تھا.....'' (۶۴/ب) بائبل کے نئے عہد نامے کی کتب کی حالت بھی ایسی ہی ہے مثلاً انجیل لوقا کی ابتدا میں لوقا نے لکھا ہے ''چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں...... میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں'' (۶۴/ج) اور انجیل یوحنا کو لیجئے اس کے آخر میں لکھا ہے ''یہ وہی شاگرد ہے جو ان باتوں کی گواہی دیتا ہے اور جس نے ان کو لکھا ہے، اور ہم جانتے ہیں کہ اس کی گواہی سچی ہے''۔ غور کیجئے کہ لکھنے والا یوحنا کے لئے ہر جگہ غائب کی ضمیریں استعمال کرتا ہے اور آخر میں بصیغۂ متکلم کہتا ہے ''ہم جانتے ہیں'' اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ اس کا لکھنے والا ہرگز یوحنا حواری نہیں بلکہ اسے یوحنا کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے اس لئے نئے عہد نامے میں یوحنا کے خطوط بھی قطعاً غیر معتبر ہیں۔ انجیل لوقا کا موقف لوقا بھی حواری نہیں بلکہ اسے پولس کا شاگرد بتایا جاتا ہے اسی طرح مرقس بھی حواری نہیں اسے پطرس کا شاگرد خیال کیا جاتا ہے

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سبھی اناجیل کے مولفین گم نام ہیں، جیسا کہ جدید انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں تسلیم کیا گیا ہے۔(۶۵ الف) جس طرح پرانے عہد نامے کی کتاب استثناء میں حضرت موسیٰ کے وفات پانے کا ذکر ہے اسی طرح اناجیل میں حضرت یسوع مسیح کی مبینہ مصلوبیت اور تدفین وغیرہ کا ذکر ہے اس لئے انہیں اصل تورات اور اصل انجیل کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ کتاب استثناء کا ایک مضمون یوں ہے ''اور وہیں تو خداوند اپنے خدا کے لئے پتھروں کا ایک مذبح بنانا اور لوہے کا کوئی اوزار ان پر نہ لگانا......اور ان پتھروں پر اس شریعت کی سب باتیں صاف صاف لکھنا''۔(۶۵/ب) اور کتاب یوشع میں ہے ''تب یشوع نے کوہ عیبال پر خداوند اسرائیل کے خدا کے لئے ایک مذبح بنایا...... اور اس نے وہاں ان پتھروں پر موسیٰ کی شریعت کی جو اس نے لکھی تھی سب بنی اسرائیل کے سامنے ایک نقل کندہ کی''(۶۵/ج) غور کیجئے، بائبل کے پرانے عہد نامے کی ابتدائی پانچ کتابیں جنہیں تورات کہا جاتا ہے، پوری کی پوری ان پتھروں پر کیسے کندہ ہوسکتی تھیں؟ اناجیل کے متعلق دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی مادری زبان آرامی تھی مگر موجودہ اناجیل کے دستیاب ابتدائی نسخے یونانی زبان میں ہیں اور بمطابق انجیل یوحنا کچھ یونانی حضرت عیسیٰ سے فیض یاب ہونے کے لئے آپ سے ملاقات کے خواہشمند تھے لیکن اس انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان سے ملاقات نہیں فرمائی(۶۶/الف)۔ ان سب امور کے پیش نظر نہایت یقین اور وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ کچھ مورخین اور سوانح نگاروں نے ان کتب کو لکھا ہے۔ اہل کتاب یہاں اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے دعویٰ کرتے ہیں کہ بہر حال جن لوگوں نے بھی ان کتب کو لکھا ہے، الہام سے لکھا ہے جو شخص بھی زیر نظر تمام مضامین بلکہ بعض مضامین ہی کا مطالعہ کرے گا وہ لمحہ بھر کے لئے بھی ان کتب کو الہامی قرار دینے کی جسارت نہیں کرے گا۔ البتہ ضد اور تعصب لاعلاج امراض ہیں۔

۷۔ تحریفِ بائبل میں تسلسل

بائبل میں لگاتار تحریف ہوتی چلی آرہی ہے مثلاً:

۱۔ ہم مجلہ ہذا کے سترہویں شمارے میں اپنے مضمون کے ایک ذیلی عنوان ''تاسیسِ مکہ'' کے تحت بیان کر چکے ہیں کہ بائبل کے پرانے نسخوں کے عہد نامہ قدیم میں مکہ مکرمہ شہر کا پرانا نام ''بکہ'' مذکور ہے اور چاہ زمزم کا حوالہ بھی موجود ہے لیکن نئے نسخوں میں تحریف کر دی گئی اور اسے ''وادیٔ بُکاء'' کر دیا گیا ہے اور ''کنویں'' کے لفظ کی بجائے ''چشموں'' کا لفظ لکھ دیا گیا ہے۔(۶۶/ب)

۲۔ ہم اسی مذکورہ شمارے میں اپنے مضمون کے ایک ذیلی عنوان ''بنو اسماعیل کا مسکن اور خاتم النبیینؐ

کا مقام بعثت'' کے تحت تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ بائبل کے قدیم اردو تراجم میں کتاب استثناء کی ایک عبارت ایسی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتِ رسالت پر مشتمل ہے یہ خداوند کے فاران کے پہاڑ سے دس ہزار مقدسوں کے ساتھ آنے کی بشارت ہے۔ یہ اتنی کھلی اور صاف بشارت ہے کہ اہل کتاب کو اس میں بار بار تحریف کرنی پڑی ہے۔(۶۶/ج)

۳۔ پرانی انگریزی بائبل (کنگ جیمس ورژن) کے مطابق کتاب خروج (Exodus) کی ایک عبارت یوں ہے:

"... For in six days the lord made heavens and earth and on the seventh day he rested and was refreshed." (66/c)

اور کتاب پیدائش کی متعلقہ انگریزی عبارت یوں ہے:

"On the seventh day he rested from all his work" (67/A)

مذکورہ بالا عبارتوں سے معلوم ہو رہا ہے کہ خدا نے زمین و آسمان چھے دنوں میں بنائے تو ساتویں دن (معاذ اللہ) اس نے آرام کیا جیسا کہ لفظ "refreshed" سے واضح ہے کہ خدا (معاذ اللہ) تھک گیا تھا اس لئے تازہ دم ہو رہا تھا۔ لیکن جدید انگریزی ترجمے والی بائبل "Good news Bible" میں "rested" کی بجائے "Finished what he had been doing" اور کتاب خروج میں "Stopped working" کے کلمات لکھے گئے ہیں جن کا معنی بنتا ہے ''کام ختم کر دینا'' اور پروٹسٹنٹ چرچ کی اردو بائبل میں بھی کتاب پیدائش کی عبارت میں rested کا ترجمہ ''آرام کیا'' کی بجائے ''فارغ ہوا'' لکھا ہے۔ غالباً یہ تحریف اس لئے کی گئی ہے کہ خدا کی شان میں ''آرام کیا'' جیسے گستاخانہ کلام کی کچھ اصلاح ہو جائے۔ تاہم کتاب خروج کی عبارت کا ترجمہ ''اور ساتویں دن آرام کر کے تازہ دم ہوا'' ہی لکھا ہے جو پرانے انگریزی متن کا صحیح اردو ترجمہ بنتا ہے۔

۴۔ کتاب زبور کی ایک عبارت بمطابق (کنگ جیمس ورژن) بائبل یوں ہے:

"... be not deaf to my weeping" (67/B)

جس کا معنی یہ بنتا ہے ''(اے خدا!) میرے رونے پر تو بہرہ نہ ہو جا'' لیکن گڈ نیوز بائبل میں اس گستاخانہ عبارت کی یوں اصلاح کر دی گئی ہے۔ "Come to my aid when I weep" یعنی جب میں رو رہا ہوتا ہوں تو میری مدد کو آ۔ اور اردو بائبل میں ترجمہ یوں کیا گیا ہے...... ''میرے آنسوؤں کو دیکھ کر خاموش نہ رہ''۔

۵۔عربی انجیل میں حضرت عیسیٰ کی یہ دعا منقول ہے''......واغفر لنا ذنوبنا کما نغفر ایضاً للمذنبین الینا (۶۷/ج) جس کا معنی یہ ہے''(اے خدا!) ہمارے گناہ معاف کر دے جیسے ہم اپنے قصورواروں کے گناہ معاف کرتے ہیں۔'' عیسائی حضرات کو زبردست پریشانی لاحق ہوئی کہ اس سے تو حضرت عیسیٰ غیر معصوم ثابت ہوتے ہیں، اس لئے اردو بائبل میں اسے یوں کر دیا گیا ہے''اور جس طرح ہم نے اپنے قرضہ داروں کو معاف کیا ہے تو بھی ہمارے قرض ہمیں معاف کر''

یہ چند مثالیں ہیں ہمیں یقین ہے کہ برصغیر میں چھپنے والی بائبل کے سابقہ اور موجودہ تمام اردو تراجم اور کنگ جیمس ورژن والی پرانی انگریزی بائبل اور جدید انگریزی تراجم والی بعد کی بائبل کے نسخوں کا باہم تقابل کیا جائے تو ایسی بے شمار مثالیں مل جائیں گی۔

۸۔بائبل میں نبوت کی گرم بازاری

بمطابق بائبل نبوت کا منصب اس قدر ارزاں اور فراواں ہے کہ ہر کس و ناکس نبی بن جاتا ہے۔ بائبل کے نئے عہد نامے کی کتاب''رسولوں کے اعمال'' میں ہے''جب رسولوں نے جو یروشلم میں تھے سنا کہ سامریوں نے خدا کا کلام قبول کر لیا تو پطرس اور یوحنا کو ان کے پاس بھیجا۔انہوں نے جا کر ان کے لئے دعا کی کہ روح القدس پائیں۔کیونکہ وہ اس وقت تک ان میں سے کسی پر نازل نہ ہوا تھا انہوں نے صرف خداوند یسوع کے نام پر بپتسمہ (یعنی روحانی غسل) لیا تھا۔پھر انہوں نے ان پر ہاتھ رکھے اور انہوں نے روح القدس پایا۔''(۶۸/الف) اسی کتاب اعمال میں ہے''پطرس یہ باتیں کہہ ہی رہا تھا کہ روح القدس ان سب پر نازل ہوا جو کلام سن رہے تھے۔اور پطرس کے ساتھ جتنے مختون ایمان دار آئے تھے وہ سب حیران ہوئے کہ غیر قوموں پر بھی روح القدس کی بخشش جاری ہوئی۔کیونکہ انہیں نے طرح طرح کی زبانیں بولتے اور خدا کی تمجید کرتے سنا۔پطرس نے جواب دیا۔کیا کوئی پانی سے روک سکتا ہے کہ یہ بپتسمہ نہ پائیں جنہوں نے ہماری طرح روح القدس پایا۔'' (۶۸/ب) نیز اسی کتابِ اعمال میں ہے''جب عید پنتیکست کا دن آیا تو وہ (یعنی حواری) سب ایک جگہ جمع تھے۔کہ یکایک آسمان سے ایسی آواز آئی جیسے زور کی آندھی کا سناٹا ہوتا ہے اور اس سے سارا گھر جہاں وہ بیٹھے تھے گونج گیا۔انہیں آگ کے شعلے کی سی پھٹتی ہوئی زبانیں دکھائی دیں اور ان میں سے ہر ایک پر آ ٹھہریں۔اور وہ سب روح القدس سے بھر گئے اور غیر زبانیں بولنے لگے جس طرح روح نے انہیں بولنے کی طاقت بخشی''(۶۸/ج)۔اسی کتاب اعمال میں پطرس حواری کا قول یوئیل نبی کے حوالے سے یوں مذکور ہے''خداوند فرماتا ہے کہ آخری

دنوں میں ایسا ہوگا کہ میں اپنے روح میں سے ہر بشر پر ڈالوں گا اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بیٹیاں نبوت کریں گی اور تمہارے جوان رؤیا اور تمہارے بڈھے خواب دیکھیں گے۔ بلکہ میں اپنے بندوں اور اپنی بندیوں پر بھی ان دنوں اپنے روح میں سے ڈالوں گا اور وہ نبوت کریں گی'' (۶۹/الف)۔ نبوت کی اسی فراوانی اور بے تحاشا بہتات کا یہ اثر ہوا کہ بمطابق کتاب اعمال ''اور اس (یعنی فلپس) کی چار کنواری بیٹیاں تھیں جو نبوت کرتی تھیں'' (۶۹/ب) انجیل متی میں حضرت یسوعؑ کا قول یوں مذکور ہے ''لیکن جب وہ تم (یعنی حواریوں) کو پکڑوائیں تو فکر نہ کرنا کہ ہم کس طرح کہیں یا کیا کہیں کیونکہ جو کچھ کہنا ہوگا اسی گھڑی تم کو بتایا جائے گا۔ کیونکہ بولنے والے تم نہیں تمہارے باپ (یعنی خدا) کا روح ہے'' (۶۹/ج) نبوت کی یہ فیاضانہ بہتات ہوئی تو غیر اسرائیلی قوموں کے لوگ بھی نبوت کے مقام تک پہنچ گئے۔ الہام ونبوت کی اسی فراوانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ کی اصل انجیل تو ناپید ہوگئی البتہ آپ کے عروج آسمانی کے بعد برساتی کیڑوں مکوڑوں کی طرح سینکڑوں اناجیل اس بازار الہام ونبوت میں نمودار ہوگئیں بعد میں جن چار انجیلوں کو عیسائی حضرات نے معتبر قرار دیا وہ بھی لاینحل اختلافات اور تضادات سے بھری پڑی ہیں۔ جسے بھی کوئی الٹا سیدھا خواب نظر آیا وہ صاحبِ الہام ہوگیا۔ ان میں پولس (Paul) وہ شخص ہے جو اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے میں سب پر سبقت لے گیا۔ یاد رہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے جن بارہ حواریوں کو اپنا داعی اور مبلغ بنایا تھا انہیں عیسائی حضرات رسولوں کا درجہ دیتے ہیں اور حضرت موسیٰ اور دیگر اسرائیلی انبیاء علیہم السلام سے اونچا مقام دیتے ہیں ان حواریوں میں سے ایک یہوداہ اسکریوتی تو بمطابق اناجیل بعد میں غدار ثابت ہوا اور وہی مبینہ مصلوبیتِ مسیحؑ کا سبب بنا۔ باقی گیارہ حواری عیسائیوں کے نزدیک اصطلاحی معنی کے اعتبار سے رسول ہیں پولس حضرت عیسیٰؑ کا حواری نہیں تھا لیکن نبوت کی مذکورہ بالا فراوانی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ بھی رسولوں میں شامل ہوگیا جیسا کہ آئندہ مضامین میں حسب موقع ''پولس اور بائبل'' کے عنوان کے تحت وضاحت کی جائے گی۔ بائبل کے پرانے عہد نامے میں نبوت کا جو تصور برآمد ہوتا ہے اس کا تذکرہ ہم پہلے ہی ''بائبل میں ناقص تصور رسالت'' کے تحت کر چکے ہیں شاید ہی کوئی بدترین، خبیث ترین اور شرم ناک ترین جرم ایسا ہو جو حضرات انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب نہ کیا گیا ہو تاہم دلچسپ بات یہ ہے کہ عیسائیوں کے نظام پاپائیت میں پوپ معصوم عن الخطاء ہوتا ہے الغرض پولس کی طرح اور بھی بہت سے لوگ الہام سے نوازے گئے ہر ایک نے اپنی الگ جماعت قائم کر لی اور ایک دوسرے کو گمراہ اور ملحد قرار دینے کی مہم چل پڑی۔ بعد میں رومی حکمرانوں نے عیسائیت قبول کی تو انہیں پولس کے تثلیث، حلول اور کفارے والے مشرکانہ نظریات پسند آئے کیونکہ اس سے پہلے رومی بت پرست تھے یوں

پولس کا مذہب پھیل گیا جس کا حضرت عیسیٰ کی سچی تعلیم سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

۹۔ عصمتِ یسوعؑ اور بائبل

بائبل کے نئے عہد نامے میں شامل اناجیل حضرت یسوعؑ کو ہرگز معصوم عن الخطاء قرار نہیں دیتیں حالانکہ آپ بالاتفاق معصوم عن الخطاء ہیں لہٰذا ان اناجیل کو محرف تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ ہم اناجیل کے متعلقہ مضامین پیش کئے دیتے ہیں مثلاً:

۱۔ انجیل یوحنا میں حضرت یسوعؑ کا قول نقل کیا گیا ہے ''جتنے مجھ سے پہلے آئے سب چور اور ڈاکو ہیں مگر بھیڑوں نے ان کی ایک نہ سنی'' (۷۰/ الف) یہاں سیاقِ کلام میں حضرت یسوعؑ اپنے آپ کو بطور تشبیہ اچھا چرواہا قرار دیتے ہیں اور عوام کو بھیڑوں سے تشبیہ دیتے ہیں یوں وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ صرف وہی نجات دہندہ ہیں اور ان سے پہلے آنے والے انبیاء (معاذ اللہ) سب چور اور ڈاکو تھے۔ حالانکہ بائبل میں بہت سے انبیاء کو راست باز قرار دیا گیا ہے مثلاً حضرت ایوبؑ کے متعلق کتاب ایوب میں ہے ''عوض کی سرزمین میں ایوب نام ایک شخص تھا وہ شخص کامل اور راست باز تھا اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا تھا'' (۷۰/ب) پس حضرت یسوعؑ کی جانب منسوب انجیل یوحنا کا یہ قول درست نہ ہوا کہ مجھ سے پہلے آنے والے سب چور اور ڈاکو تھے۔ انجیل یوحنا کے مولف کی مذکورہ جھوٹی بات کو صحیح تسلیم کیا جائے تو حضرت یسوعؑ کو لازماً (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) دروغ گو قرار دینا ہوگا، پس اس انجیل کی رو سے حضرت یسوعؑ (معاذ اللہ) معصوم عن الخطاء ثابت نہیں ہوتے بلکہ آپ نے راست باز انبیاء کی (معاذ اللہ) سخت توہین کر ڈالی جو بجائے خود سخت گناہ ہے بلکہ اہلِ اسلام کے نزدیک انبیاء کی توہین کفر ہے۔

۲۔ انجیل متی میں حضرت یسوعؑ کے متعلق کہا گیا ہے ''کسی نے اس سے کہا دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں اس نے خبر دینے والے کو جواب میں کہا کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی؟'' (۷۰/ج) اور انجیل یوحنا میں ہے ''جب مے ہو چکی تو یسوع کی ماں نے اس سے کہا کہ ان کے پاس مے نہیں رہی۔ یسوع نے اس سے کہا اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے؟'' (۷۱/ الف) اناجیل کے ان (جھوٹے) مضامین سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت یسوعؑ نے (معاذ اللہ) اپنی والدہ ماجدہ کی توہین کی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ (معاذ اللہ) مے نوشی بھی کرتے تھے اور شاید اسی کے نشے میں (معاذ اللہ) اپنی ماں کو یہ ڈانٹ پلا دی ''اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے؟'' پس ان اناجیل کے (جھوٹے) مضامین کو صحیح تسلیم کرنے پر حضرت یسوعؑ معصوم قرار نہیں پاتے۔

۳۔انجیل لوقا میں ہے کہ بارہ سال کی عمر میں حضرت یسوعؑ اپنی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ اور ان کے مبینہ شوہر یوسف نجار کے ہمراہ اپنے علاقے ناصرہ سے یروشلم میں عید الفسح منانے کے لئے آئے تو حضرت مریمؑ اور یوسف نجار سے اجازت لئے بغیر اور انہیں مطلع کئے بغیر وہیں یروشلم میں رک گئے۔ناصرہ کو واپسی پر دوران سفر حضرت مریمؑ اور یوسف نجار نے جب آپ کو قافلے میں نہ پایا تو سخت پریشان ہوکر یروشلم واپس لوٹے اور تین دن کے بعد آپ کو یروشلم میں استادوں کے درمیان بیٹھے اور ان سے سوال وجواب کرتے پایا اور لوگ آپ کی سمجھ اور ذہانت پر حیران ہو رہے تھے۔

آپ کی والدہ حضرت مریمؑ نے کہا ''بیٹا! تو نے کیوں ہم سے ایسا کیا؟'' دیکھ تیرا باپ اور میں کُڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈتے تھے۔اس نے ان سے کہا تم مجھے کیوں ڈھونڈتے تھے؟ کیا تم کو معلوم نہ تھا کہ مجھے اپنے باپ کے ہاں ہونا ضرور ہے؟ مگر جو بات اس نے ان سے کہی اسے وہ نہ سمجھے۔اور وہ ان کے ساتھ روانہ ہوکر ناصرہ میں آیا اور ان کے تابع رہا اور اس کی ماں نے سب باتیں دل میں رکھیں۔'' (۱۷/ب) ماں کو یوں اذیت پہنچانا تو گناہ کبیرہ ہے اگر لوقا کی اس کہانی کو درست تسلیم کیا جائے تو حضرت یسوعؑ کو معصوم عن الخطاء کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟

۴۔انجیل متی کے مطابق حضرت یسیعؑ نے ایک مرتبہ اپنے افضل ترین حواری پطرس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''اے شیطان میرے سامنے سے دور ہوتو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے......'' (۱۷/ج) عیسائی حضرات کے نزدیک پطرس حواری حضرت موسیٰ اور تمام اسرائیلی انبیاء سے افضل ہے۔اسی کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت یسیوع نے اسے شیطان قرار دیا ہے جب کہ کسی عام شخص کو بھی مخاطب کرکے اسے شیطان کہنا ہرگز شریفانہ طرزِ کلام نہیں ہے۔یوں حضرت یسوع بمطابق انجیل متی معصوم قرار نہیں دیئے جاسکتے۔

۵۔انجیل متی میں حضرت یسوع کی یہ تعلیم ملتی ہے کہ قصورواروں کو معاف کیا جائے۔یہاں تک کہ اگر کوئی تیرے داہنے رخسار پر تھپڑ لگائے تو بدلہ لینے کی بجائے دوسرا رخسار بھی اس کے سامنے کردیا جائے۔(۲/۷/ الف) لیکن اناجیل ہی سے یہ معلوم ہورہا ہے کہ حضرت یسوع کا اپنے مخالفین سے رویہ (معاذ اللہ) سخت نازیبا تھا۔آپ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے ریاکار اندھے راہ بتانے والے، احمق، جاہل، سانپ اور سانپ کے بچے، کہا، یہاں تک کہ مخالفین نے سخت شکوہ بھی کیا کہ آپ ہمیں برا بھلا کہہ رہے ہیں (۲/۷/ب)۔آپ نے بمطابق اناجیل غیر اقوام کے لوگوں کو بھی کتے قرار دیا مثلاً انجیل متی میں ہے کہ ایک کنعانی عورت نے حضرت یسوع سے رہنمائی چاہی اور اس کے لئے پرزور درخواست کی، آپ

کو سجدہ کیا اور کہا کہ اے خداوند میری مدد کر۔ اس پر آپ نے جواب دیا ''لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینا اچھا نہیں'' (۲/۷/ ج) اسی طرح کا مضمون انجیل مرقس میں بھی ہے (۳/۷/ الف) یہ طرز تخاطب کسی عام شریف انسان کے بھی شایانِ شان نہیں چہ جائیکہ اس کی نسبت حضرت یسوع کی طرف کی جائے۔ ایسے مضامین سے آپ معصوم ثابت نہیں ہوتے۔ نیز جب غیر اسرائیلی لوگ کتے ہیں تو ان میں عیسائیت کا پرچار کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا عیسائی حضرت حضرت یسوع کو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) کتوں کا نبی بھی قرار دینے کی جسارت کریں گے؟

۶۔ اناجیل کے (جھوٹے) مضامین کی رو سے انسان تو ایک طرف ہے، دیگر حیوانات بھی (معاذ اللہ) حضرت یسوع کی بدسلوکی سے محفوظ نہ رہے مثلاً انجیل مرقس کے مطابق ایک مجنون سے آپ نے بد روحوں کو یوں نکالا'' ...... اور ناپاک روحیں نکل کر سوروں میں داخل ہوگئیں اور وہ غول جو کوئی دو ہزار کا تھا کڑاڑے پر جھپٹ کر جھیل میں جا پڑا اور ڈوب مرا''۔ (۳/۷/ ب)۔ دیکھئے بمطابق انجیل مرقس حضرت یسوع نے نہ صرف دو ہزار سواروں کو ناحق مار ڈالا بلکہ ان کے مالک کو بھی ناحق زبردست مالی نقصان سے دوچار کیا حالانکہ آپ ان سوروں کو ہلاک کئے بغیر بھی مجنون کو شفایاب کر سکتے تھے۔ پھر یہود تو عیسائی کے نزدیک پاک اور حلال ہے۔ ان حالات میں حضرت یسوع کو وہ معصوم عن الخطا کیسے قرار دے سکتے ہیں؟''

۷۔ اناجیل کے بیان کے مطابق حیوانات تو ایک طرف رہے۔ نباتات پر بھی حضرت یسوعؑ نے (معاذ اللہ) ظلم کیا مثلاً انجیل مرقس میں ہے کہ آپ ایک دن بھوک کی حالت میں انجیر کے ایک درخت کے پاس گئے جس میں پتے تھے آپ نے سمجھا کہ اس میں پھل ہوگا لیکن پھل کا یہ موسم نہ تھا اس پر حضرت یسوعؑ نے درخت کیلئے بددعا فرمائی کہ تجھ سے کبھی کوئی پھل نہ کھائے۔ پھر صبح کو جب لوگ ادھر سے گزرے تو انجیر کے درخت کو جڑ سے سوکھا ہوا دیکھا اور پطرس حواری نے حضرت یسوعؑ کو بتایا کہ جس درخت کو آپ نے لعنت کی تھی وہ سوکھ گیا ہے۔ (۳/۷/ ج) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یسوعؑ کو بھوک لگتی تھی خدا کو بھوک نہیں لگتی۔ آپ کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ انجیر کے پودے کو پھل لگنے کا موسم کون سا ہوتا ہے خدا یوں بے خبر نہیں ہوا کرتا۔ حضرت یسوعؑ نے بمطابق انجیل انجیر کے اس درخت پر ناحق لعنت کی اور اسے ناحق بددعا دی۔ اس طرح نہ صرف آپ نے اس انجیر کے درخت پر (معاذ اللہ) ظلم کیا بلکہ اس کے مالک کو بھی (معاذ اللہ) ناحق مالی نقصان سے دوچار کیا، یوں بمطابق انجیل مرقس آپ (معاذ اللہ) معصوم عن الخطاء نہ ہوئے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ آپ کسی خشک پودے کو ہرا بھرا کردیتے یا بغیر موسم انجیر کے اس درخت کو پھل دار کردیتے۔

۸۔ انجیل یوحنا کے مطابق کائفا نام کا ایک سردار کاہن نبی تھا اور اس نے ازراہ نبوت یہ کہا تھا کہ یسوع قوم کے واسطے مرے گا۔ (۴/۷/الف) اسی کائفا نے حضرت یسوعؑ پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہوئے اظہار نفرت کے طور پر اپنے کپڑے پھاڑے تھے اسی کائفا کی موجودگی میں اسی کے اشارے پر وہاں موجود لوگوں نے بمطابق اناجیل آپ کے منہ پر تھوکا تھا، مکے مارے تھے اور بعض نے طمانچے مار کر پوچھا تھا ''اے مسیح! ہمیں نبوت سے بتا تجھے کس نے مارا؟ (۴/۷/ب) عیسائی حضرات حضرت یسوعؑ کو خدا اور خدا کا بیٹا مانتے ہیں یعنی کائفا نبی نے خدا پر کفر کا فتویٰ لگایا اسے سزائے موت سنائی، لوگوں سے اس کی تذلیل کرائی۔ اگر یسوعؑ سے اس وقت بقول نصاریٰ خدائی عنصر الگ ہو گیا تھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جونہی آپ سے خدائی عنصر نکلا آپ کے منہ سے (معاذ اللہ) کفریہ کلمات جاری ہو گئے کہ کائفا نبی کو آپ پر کفر کا فتویٰ لگانا پڑا اور اظہار نفرت کے لئے اپنے کپڑے بھی پھاڑنے پڑے۔ اناجیل کے ان (جھوٹے) مضامین کو صحیح ماننے سے حضرت یسوعؑ کو معصوم عن الخطاء کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

۹۔ بائبل کے نئے عہد نامے میں پولس کا حلال وحرام کی وضاحت میں بیان یوں ہے ''پاک لوگوں کے لئے سب چیزیں پاک ہیں مگر گناہ آلود اور بے ایمان لوگوں کے لئے کچھ بھی پاک نہیں، بلکہ ان کی عقل اور دل دونوں گناہ آلود ہیں'' (۴/۷/ج) ادھر بائبل کے پرانے عہد نامے میں کئی جانوروں مثلاً خنزیر کو حرام ٹھہرایا گیا ہے (۵/۷/الف) اور بائبل کے نئے عہد نامے کی اناجیل مثلاً انجیل متی میں تورات اور نبیوں کی کتابوں پر عمل کرنے کے بارے میں حضرت یسوعؑ کا قول مذکور ہے ''پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائے گا لیکن جو ان پر عمل کرے گا اور ان کی تعلیم دے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں بڑا کہلائے گا۔ کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تمہاری راست بازی فقیہوں اور فریسیوں کی راست بازی سے زیادہ نہ ہو گی تو تم آسمان کی بادشاہی میں ہرگز داخل نہ ہو گے'' (۵/۷/ب) اس سے صاف معلوم ہوا کہ دیگر احکام کے علاوہ حضرت یسوعؑ حلال وحرام جانوروں کے گوشت کے سلسلے میں خود بھی تورات اور نبیوں کی تعلیم پر عمل کرتے تھے اور اپنے حواریوں اور شاگردوں کو بھی اس پر عمل کرنے کی سخت تاکید فرماتے تھے پس حلال وحرام میں تمیز کرنے والوں کو ناپاک اور ان کی عقل اور دل کو گناہ آلود قرار دینے والا پولس اگر سچا ہے تو حضرت موسیٰؑ سے حضرت عیسیٰ (یسوعؑ) تک تمام اسرائیلی پیغمبروں کو (معاذ اللہ) ناپاک ٹھہرانا ہو گا۔ اندریں صورت حضرت یسوعؑ کو ہمارے مسیحی بھائی معصوم عن الخطاء کیسے قرار دیں گے؟

۱۰۔ پولس کی تعلیم کے زیر اثر عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق حضرت آدمؑ وحوا کا شجرِ ممنوعہ کا پھل

کھانے کا گناہ نہایت ہی سنگین تھا جو بقول ان کے نوع انسانی میں موروثی طور پر منتقل ہوتا رہا۔ جب حضرت یسوعؑ بھی حضرت آدمؑ کی اولاد سے ہیں اور کوئی ساٹھ مرتبہ انہوں نے اپنے آپ کو بمطابق اناجیل ابن آدم کہا ہے تو یہ موروثی گناہ خود آپ میں بھی کیوں منتقل نہیں ہوا؟ بے شک آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے لیکن آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ بھی تو آدمؑ ہی کی اولاد سے ہیں اور عیسائیوں کے نزدیک موروثی گناہ صرف مردوں ہی میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی منتقل ہوتا رہا ہے بلکہ عورت تو ان کے نزدیک زیادہ قصوروار ہے مثلاً پولس لکھتا ہے ''اور آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی'' (۵/۷ج) جب بمطابق بائبل موروثی گناہ کے ارتکاب کا اصل سرچشمہ عورت ہے تو حضرت یسوعؑ کی پیدائش ایک عورت کے بطن سے تو ہوئی۔ ہمارے مسیحی بھائی اگر پولس کے ایسے (خودساختہ) عقائد کو صحیح سمجھتے ہیں تو وہ حضرت یسوعؑ کو کیسے معصوم قرار دیں گے؟

۱۱۔ انجیل متی میں حضرت یسوعؑ کا جو نسب نامہ دیا گیا ہے اس میں ایسے لوگوں کے نام بھی شامل ہیں جن میں سے کچھ مثلاً فارص بن یہوداہ بائبل کے پرانے عہد نامے کے (جھوٹے) مضامین کی رو سے (معاذ اللہ) زنا کی پیداوار ہیں اور کچھ مثلاً یہوداہ بن یعقوبؑ اور حضرت داؤدؑ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) خود زانی ہیں اور زناکاری بائبل کے (جھوٹے) مضامین کی رو سے ان کے خاندانوں کا محبوب مشغلہ تھا جس میں وہ (معاذ اللہ) ماں بہن بیٹی اور بہو تک میں تمیز نہیں کر پاتے تھے اور اسی نسب نامے میں یہویقیم جیسے لوگ بھی شامل ہیں جس کے متعلق حضرت یرمیاہ نبی نے فرمایا تھا کہ اس کی نسل سے کوئی بھی تختِ داؤدی پر نہیں بیٹھے گا ان حالات میں آدمؑ وحوا کے موروثی گناہ کے (جھوٹے) تصور کے تحت لازماً یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حضرت یسوعؑ کے آباؤ اجداد کے یہ مبینہ سنگین جرائم بھی (معاذ اللہ) حضرت یسوعؑ تک منتقل ہوتے چلے آئے۔ پس بائبل کے ان لچر مضامین کی رو سے حضرت یسوعؑ کو ہرگز معصوم عن الخطاء نہیں قرار دیا جا سکتا۔

۱۲۔ پولس نے حضرت یسوعؑ کو (معاذ اللہ) ملعون قرار دیا ہے وہ لکھتا ہے ''مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا'' (۶/۷الف) ملعون وہ شخص ہوتا ہے جسے خدا نے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہو یا جسے اس نے نیک لوگوں کے مرتبے سے نیچے گرا دیا ہو۔ اب خود فیصلہ کیجئے کہ ملعون شخص معصوم عن الخطاء کیسے ہو سکتا ہے؟ عیسائی حضرات تو خود اسی پولس کے زیر اثر حضرت یسوعؑ کو خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ خدا کو، اس کے کسی رسول اور نبی کو بلکہ کسی بھی نیک شخص کو ملعون قرار دینے والا خود ملعون ہے چنانچہ بائبل کے پرانے عہد نامے کی کتاب احبار میں ہے

کہ جو شخص خدا کو ملعون کہے یا اس طرح کا کوئی اور کفر بکے تو سب لوگ مل کر اسے سنگسار کریں (۷۶/ب)۔ الغرض اگر پولس سچا ہے تو حضرت یسوعؑ کو ہرگز معصوم عن الخطاء قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۱۳۔ بائبل کے پرانے عہد نامے کی کتاب امثال میں ہے ''شریر صادق کا فدیہ ہوگا اور دغاباز راست بازوں کے بدلے میں دیا جائے گا'' (۷۶/ج) ادھر انجیل لوقا کے مطابق حضرت یسوع کا قول ہے ''کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ جو کچھ لکھا گیا ہے کہ وہ (یعنی مسیح) بدکاروں میں گنا گیا اس کا میرے حق میں پورا ہونا ضرور ہے اس لئے کہ جو کچھ مجھ سے نسبت رکھتا ہے پورا ہونا ضرور ہے'' (۷۷/الف) عیسائی حضرات کا عقیدہ ہے کہ حضرت یسوعؑ مصلوب ہو کر نوع انسانی کے گناہوں کا کفارہ ادا کر گئے ہیں چنانچہ یوحنا کے پہلے خط میں ہے ''اور وہی ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے اور نہ صرف ہمارے گناہوں کا بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا بھی'' (۷۷/ب) ان عبارتوں میں واضح تضاد نظر آتا ہے۔ اگر کتاب امثال اور انجیل لوقا کی عبارتوں کو درست قرار دیا جائے تو عیسائیوں کا عقیدۂ کفارہ باطل ٹھہرتا ہے ورنہ عقیدہ کفارہ کو باطل نہ ٹھہرانے کی صورت میں حضرت یسوعؑ کو ہرگز معصوم عن الخطاء قرار نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ ان مضامین کے مطابق نیک لوگ بدکاروں کے لئے ہرگز فدیہ نہیں بنیں گے بلکہ شریر اور بدکار لوگ نیک اور سچے لوگوں کے لئے فدیہ بنیں گے۔

۱۴۔ عیسائی حضرات کے بقول حضرت یسوعؑ کا منصبی فریضہ (مشن) یہ تھا کہ وہ سولی پر چڑھ کر نوع انسانی کے موروثی گناہ کا کفارہ ادا کریں۔ اس (جھوٹے) مفروضے کو صحیح تسلیم کرنے سے حضرت یسوعؑ کا معصوم عن الخطاء ہونا اس لئے ثابت نہیں ہوتا کہ اپنے اس مبینہ فریضے کو پورا کرنے میں انہوں نے سبقت، ذوق وشوق اور مسرت وشادمانی کا مظاہرہ کرنے کی بجائے سخت گھبراہٹ کا اظہار کیا اور خدا سے یہ شکایت بھی کر ڈالی ''ایلی ایلی لما شبقتنی؟'' یعنی اے میر خدا، اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ یعنی انہوں نے مبینہ مشن کی تکمیل میں نہ صرف رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی بلکہ مبینہ طور پر اپنے آخری لمحات میں خدا سے شکایت کر کے ناگواری کا اظہار فرمایا۔

۱۵۔ انجیل لوقا میں حضرت عیسیٰ کا قول یوں مذکور ہے ''اگر کوئی میرے پاس آئے اور اپنے باپ اور ماں اور بیوی اور بچوں اور بھائیوں اور بہنوں بلکہ اپنی جان سے بھی دشمنی نہ کرے تو میرا شاگرد نہیں ہو سکتا'' (۷۷/ج) اور اسی انجیل میں آپ کا قول ہے ''میں زمین پر آگ بھڑکانے آیا ہوں اور اگر لگ چکی ہوتی تو میں کیا ہی خوش ہوتا'' اور آگے اسی انجیل میں ہے ''کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں، میں تم سے کہتا ہوں نہیں بلکہ جدائی کرانے'' (۷۸/الف) ادھر انجیل متی میں آپ کا قول

ہے ''مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے'' (۸/۷/ب) اب دیکھئے جب حضرت یسوعؑ اپنے ہی مبینہ قول کے مطابق صلح کرانے نہیں بلکہ جدائی ڈالنے اور آگ بھڑکانے کے لئے آئے ہیں تو وہ ایسے مضامین کی روشنی میں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) نہ ہی مبارک لوگوں میں شامل ہوئے اور نہ ہی ان لوگوں میں جو خدا کے بیٹے کہلائیں گے۔ اگر یہ اناجیل محرف نہیں ہیں تو مذکورہ مضامین کی رو سے حضرت یسوعؑ کو معصوم عن الخطاء کیسے ٹھہرایا جائے گا؟

۱۶۔ اناجیل میں بہت سی ایسی خبریں بھی حضرت یسوعؑ کی طرف منسوب کی گئی ہیں جو صحیح ثابت نہیں ہوئیں اگر اناجیل محرف نہیں تو (معاذ اللہ) غلط خبریں دینے کی وجہ سے حضرت یسوعؑ کو سچا قرار نہیں دیا جاسکتا اور جو سچ بولنے کی بجائے غلط بیانی سے کام لے اسے معصوم عن الخطاء قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ایسی بعض خبریں جو حضرت یسوعؑ کی طرف غلط منسوب کی گئی ہیں ان کی وضاحت اگلے عنوان کے تحت کی جارہی ہے۔

۱۰۔ اناجیل میں حضرت یسوعؑ کی طرف منسوب بعض (جھوٹی) خبریں

۱۔ انجیل متی میں ہے کہ حضرت یسوعؑ نے لوگوں کو یہ خبر دی تھی کہ وہ اپنی مبینہ مصلوبیت کے بعد اسی طرح قبر میں تین دن اور تین رات تک رہیں گے جیسے یوناہ (یونسؑ) مچھلی کے پیٹ میں تین دن اور تین رات رہے تھے، اس کے بعد دوبارہ جی اٹھیں گے۔ لیکن اناجیل کے مضامین سے بخوبی واضح ہے کہ جمعہ کے روز مبینہ مصلوبیت کے بعد حضرت یسوعؑ قبر میں سنیچر کی رات، سنیچر کا دن اور اتوار کی رات یعنی صرف دو راتوں اور ایک دن کے لئے رہے اور اتوار کو علی الصبح دوبارہ جی اٹھے حالانکہ بمطابق پیشین گوئی انہیں پورے تین دن اور تین رات یعنی ۷۲ گھنٹوں کے لئے قبر میں رہنا چاہئے تھا۔ اس سلسلے میں اہل کتاب نے تحریف کی جو ناکام اور بھونڈی کوشش کی ہے ہم نے اس کی پوری وضاحت مجلہ ہٰذا کے گزشتہ شمارے میں اپنے مضمون کے حواشی میں عنوان ''مبینہ مصلوبیتِ مسیح'' کے تحت کردی ہے۔ (۸/۷/ج)

۲۔ انجیل متی میں حضرت یسوعؑ کی یہ پیشین گوئی بھی دی گئی ہے ''کیونکہ ابن آدم اپنے باپ کے جلال میں اپنے فرشتوں کے ساتھ آئے گا۔ اس وقت ہر ایک کو اس کے کاموں کے مطابق بدلہ دے گا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو یہاں کھڑے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اس کی بادشاہی میں آتے ہوئے نہ دیکھ لیں گے موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے۔'' (۹/۷/الف) یہ پیشین گوئی قطعاً غلط ثابت ہوئی کیونکہ ان تمام کھڑے ہونے والوں میں سے ہر ایک نے موت کا مزہ چکھا اور انہیں مرے ہوئے صدیاں بیت گئیں لیکن کسی نے بھی ابن آدم (یعنی حضرت یسوعؑ) کو ان کی بادشاہت میں

آتے ہوئے نہیں دیکھا۔

۳۔انجیل متی میں حضرت یسوعؑ کی یہ پیشین گوئی بھی مذکور ہے ''لیکن جب تم کو ایک شہر میں ستائیں تو دوسرے کو بھاگ جاؤ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم اسرائیل کے سب شہروں میں نہ پھر چکو گے کہ ابن آدم آجائے گا''۔(۷۹/ب)

یہ پیشین گوئی بھی غلط نکلی حضرت یسوعؑ کے حواریوں یعنی ان کے ساتھیوں نے شہروں میں گھومنے کا فریضہ پورا کر دیا اور انہیں اس دنیا سے رخصت ہوئے بھی سینکڑوں برس گزر گئے لیکن ابن آدم (حضرت یسوعؑ) تشریف نہ لائے۔

۴۔اسی انجیل متی کے مطابق حضرت یسوعؑ جب جبل زیتون پر تشریف فرما تھے تو آپ نے لوگوں کو بیت المقدس کی تباہی اور قیامت کی آمد اور دنیا میں اپنی دوبارہ تشریف آوری کی نشانیاں بیان فرماتے ہوئے یہ پیشین گوئی فرمائی تھی ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب باتیں نہ ہولیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہوگی۔ آسمان اور زمین ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔''(۷۹/ج) اسی طرح کا مضمون اناجیل لوقا اور مرقس میں بھی ہے (۸۰/الف)۔اس دور کی نسل کبھی کی مٹ گئی لیکن حضرت یسوعؑ کی باتیں اناجیل کی رو سے تاحال پوری نہیں ہوئیں۔

۵۔انجیل متی میں حضرت یسوعؑ کا اپنے بارہ حواریوں کے متعلق قول یوں ہے ''یسوع نے ان سے کہا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب ابن آدم نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا تو تم بھی جو میرے پیچھے ہولئے ہو بارہ تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کرو گے'' (۸۰/ب) یہ پیشین گوئی بھی غلط ہے۔ اناجیل کے مضامین سے ہی ایک حواری یہوداہ اسکریوتی کا غدار ہونا ظاہر ہو رہا ہے اسی نے مبینہ طور پر یہودیوں سے تیس روپے رشوت لے کر حضرت یسوعؑ کو گرفتار کرایا تھا۔(۸۰/ج)

۶۔انجیل یوحنا میں حضرت یسوعؑ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے ''اور آسمان پر کوئی نہیں چڑھا سوا اس کے جو آسمان سے اترا یعنی ابن آدم جو آسمان میں ہے'' (۸۱/الف) یہ قول بھی غلط ہے کیونکہ بائبل کے پرانے عہد نامے کی کتب، کتاب پیدائش اور کتاب سلاطین دوم کی رو سے حضرت حنوک اور ایلیاء بھی آسمان پر چڑھے تھے۔(۸۱/ب)

۷۔انجیل متی میں ہے'' کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا اور وہ چلا جائے گا اور کوئی بات

تمہارے لئے ناممکن نہ ہوگی'' (۸۱/ج) اسی طرح کا مضمون اناجیل لوقا اور مرقس میں بھی ہے (۸۲/الف) یہاں حضرت یسوعؑ کے یہ کلمات ''کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا'' صاف ظاہر کرتے ہیں کہ آپ کا مذکورہ فرمان ہر دور کے عیسائیوں کے لئے ہے کیونکہ رائی کے دانے کے برابر کا ایمان جو کم سے کم ایمان کا درجہ ہے وہ تو ہر عیسائی میں لازماً ہونا چاہئے۔ لیکن اناجیل میں مذکور حضرت یسوعؑ کی یہ پیشین گوئی بھی پوری نہ ہوئی ورنہ ہمارے مسیحی بھائی ایمان کے اس کم سے کم معیار پر ہی پورا اترنے کا کبھی کو مشاہدہ کرایا کرتے۔

۸۔ انجیل متی اور انجیل لوقا کی رو سے حواری بقول حضرت یسوعؑ غلطی نہیں کرسکتے چنانچہ انجیل متی میں ہے ''لیکن جب وہ تم کو پکڑوائیں تو فکر نہ کرنا کہ ہم کس طرح کہیں اور کیا کہیں کیونکہ جو کچھ کہنا ہوگا اسی گھڑی تم کو بتایا جائے گا۔ کیونکہ بولنے والے تم نہیں بلکہ تمہارے باپ کا روح ہے جو تم میں بولتا ہے۔'' اسی طرح کا قول انجیل مرقس میں بھی ہے (۸۲/ب) اناجیل میں مذکور حضرت یسوعؑ کی یہ پیشین گوئی بھی غلط ثابت ہوئی۔ چنانچہ کتاب اعمال میں ہے ''پولس نے صدر عدالت کو غور سے دیکھ کر کہا اے بھائیو! میں نے آج تک کمال نیک نیتی سے خدا کے واسطے عمر گزاری ہے۔ سردار کاہن حننیا نے ان کو جو اس کے پاس کھڑے تھے حکم دیا کہ اس کے منہ پر طمانچہ مار۔ پولس نے اس سے کہا کہ اے سفیدی پھری ہوئی دیوار! خدا تجھے مارے گا۔ تو شریعت کے موافق میرا انصاف کرنے کو بیٹھا ہے اور کیا شریعت کے برخلاف مجھے مارنے کا حکم دیتا ہے؟ جو پاس کھڑے تھے انہوں نے کہا کیا تو خدا کے سردار کاہن کو برا کہتا ہے؟۔ پولس نے کہا اے بھائیو! مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ سردار کاہن ہے کیونکہ لکھا ہے کہ اپنی قوم کے سردار کو برا نہ کہو'' (۸۲/ج)۔ پولس اگرچہ حضرت یسوعؑ کے شاگردوں میں نہیں لیکن عیسائی حضرات کے نزدیک یہ مقدس حواریوں سے کسی طرح کم تر نہیں بلکہ یہ ان کے خیال میں روحانی صحبت کے لحاظ سے حضرت یسوعؑ کا حواری ہے۔ چنانچہ پولس خود بھی کہتا ہے ''میں ان افضل رسولوں سے کسی بات میں کم نہیں'' (۸۳/الف) بس حضرت یسوعؑ کی پیشین گوئی بائبل کے نئے عہد نامے کی کتاب ''رسولوں کے اعمال'' کی رو سے غلط ثابت ہوئی۔ روح القدس نے حسب ضرورت وموقع پولس کو کچھ نہیں سکھایا کہ کیا کہنا چاہئے تھا۔

۹۔ انجیل مرقس میں ہے ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ایسا کوئی نہیں جس نے گھر یا بھائیوں یا بہنوں یا ماں یا باپ یا بچوں یا کھیتوں کو میری خاطر اور انجیل کی خاطر چھوڑ دیا ہو۔ اور اب اس زمانے میں سوگنا نہ پائے۔ گھر اور بھائی اور بہنیں اور مائیں اور بچے اور کھیت مگر ظلم کے ساتھ۔ اور آنے والے عالم میں ہمیشہ کی زندگی'' (۸۳/ب)۔ انجیل میں مذکور حضرت یسوعؑ کی یہ پیشین گوئی بھی پوری نہ ہوئی ورنہ عیسائی

حضرات کسی ایک حواری کی ہی نشاندہی کریں جسے سوگھر، سوبیویاں، سوبھائی، سوبہنیں، سومائیں، سو بچے اور سوکھیت ملے ہوں۔ نیز اس پیشین گوئی میں یہ الفاظ ''مگر ظلم کے ساتھ'' قطعاً غیر متعلق اور لایعنی دکھائی دیتے ہیں۔

۱۰۔ انجیل مرقس میں حضرت یسوعؑ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے ''کیا تم نے کبھی نہیں پڑھا کہ داؤد نے کیا کیا جب اس کو اور اس کے ساتھیوں کو ضرورت ہوئی اور وہ بھوکے ہوئے۔ وہ کیونکر ابیاتر سردار کاہن کے دنوں میں خدا کے گھر میں گیا اور اس نے نذر کی روٹیاں کھائیں جن کو کھانا کاہنوں کے سوا کسی اور کو روا نہیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی دیں؟'' (۸۳/ج)۔ یہ قول بھی بائبل کے پرانے عہد نامے کی رو سے قطعاً غلط ہے کیونکہ ان دنوں کاہنوں (مذہبی عہدیداروں) کا سردار اخیملک تھا نہ کہ ابیاتر جو اخیملک کا بیٹا ہے نیز اس موقع پر حضرت داؤدؑ اکیلے تھے ان کے ساتھ ان کا کوئی ساتھی نہ تھا۔ (۸۴/الف)

۱۱۔ بمطابق انجیل متی حضرت یسوعؑ نے بپتسمہ دینے والے اپنے دور کے حضرت یوحنا (یحییٰ علیہ السلام) کو ایلیاہ قرار دیتے ہوئے فرمایا ''کیونکہ سب نبیوں اور توریت نے یوحنا تک نبوت کی اور چاہو تو مانو ایلیاہ جو آنے والا تھا یہی ہے'' (۸۴/ب) مگر بمطابق انجیل یوحنا، حضرت یوحنا نے اپنے کو ایلیاہ کہنے سے صاف انکار فرمادیا ''انہوں نے اس (یعنی یوحنا) سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں'' (۸۴/ج) اب اگر یوحنا کا انکار صحیح ہے تو حضرت یسوعؑ کے قول کو (معاذ اللہ) غلط قرار دینا ہوگا۔

اناجیل کو اگر محرف نہ مانا جائے تو حضرت یسوعؑ نے مذکورہ بالا جتنی خبریں بھی ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق دیں سبھی کو لازماً غلط تسلیم کرنا ہوگا۔

۱۱۔ بمطابق اناجیل حضرت یسوعؑ کے متعلق گزشتہ انبیاءؑ کی بعض (غلط) خبریں

اناجیل میں حضرت یسوعؑ کے متعلق گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی بعض ایسی خبریں دی گئی ہیں جو بائبل کے پرانے عہد نامے کی کتابوں کی رو سے ہرگز صحیح ثابت نہیں ہوتیں لہٰذا اگر اناجیل کو محرف نہ مانا جائے تو حضرت یسوعؑ کا سچا مسیح ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

۱۔ انجیل متی میں حضرت یسوعؑ کے متعلق حضرت یسعیاہؑ کی ایک پیشین گوئی یوں مذکور ہے ''اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا

جنے گی اور اس کا نام عمانوایل رکھیں گے'' (۸۵/ الف)۔ حضرت یسعیاہؑ کی یہ پیشین گوئی حضرت یسوعؑ پر صادق نہیں آتی کیونکہ آپ کا نام عمانوایل نہ تو آپ کی والدہ نے رکھا اور نہ ہی کسی اور نے رکھا اور نہ ہی کبھی آپ کو اس نام سے کسی نے پکارا بلکہ بمطابق انجیل لوقا فرشتے نے حضرت مریمؑ کے مبینہ شوہر کو خواب میں کہا تھا کہ ''اس کا نام یسوع رکھنا'' (۸۵/ ب) اور فرشتہ جبرئیلؑ نے بھی آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ سے کہا تھا ''تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا اس کا نام یسوع رکھنا'' (۸۵/ ج)۔ کتاب یسعیاہ کے متعلقہ متن کا سیاق وسباق صاف بتا رہا ہے کہ سلطنت یہوداہ کا بادشاہ آخز بن یوتام سخت پریشان تھا کیونکہ مملکت اسرائیل کا بادشاہ فقح اور آرام کے بادشاہ رضین دونوں نے مل کر آخز پر چڑھائی کر دی تھی تب حضرت یسعیاہ نے آخز کو تسلی دی کہ یہ دونوں تجھے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور بہت جلد ان کی سلطنت کا خاتمہ ہو جائے گا جس کی نشانی یسعیاہؑ نے یہ بتائی تھی کہ ایک نوجوان عورت عمانوایل نام کا بچہ جنے گی اور اس بچے کے سن شعور کو پہنچنے سے پہلے ہی ان دونوں بادشاہوں کی سلطنت مٹ جائے گی (۸۶/ الف) چنانچہ فقح کی سلطنت اس پیشین گوئی کے ٹھیک اکیس سال کے بعد ختم ہوگئی جبکہ حضرت یسوع تو سینکڑوں برس بعد پیدا ہوئے۔

۲۔ انجیل متی میں ہے ''اور ہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا تا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ مصر میں میں نے اپنے بیٹے کو بلایا'' (۸۶/ ب) یہ اشارہ حضرت ہوسیعؑ کی طرف ہے۔ کتاب ہوسیع میں ہے ''جب اسرائیل ابھی بچہ ہی تھا میں نے اس سے محبت رکھی اور اپنے بیٹے کو مصر سے بلایا'' (۸۶/ ج) کتاب ہوسیع کے اس مضمون سے حضرت یسوعؑ کا دور دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے اس کا تعلق تو بنی اسرائیل سے ہے جنہیں حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں فرعون سے نجات حاصل ہوئی تھی۔ اور انجیل لوقا کے مطابق حضرت یسوعؑ کو ان کے بچپن میں یہوداہ صوبے سے باہر کہیں لے جایا ہی نہیں گیا تھا آپ اپنے علاقے ناصرہ ہی میں رہے اور ہر سال عید الفسح کے موقع پر اپنی والدہ حضرت مریمؑ اور ان کے مبینہ شوہر یوسف نجار کے ہمراہ یروشلم آتے رہے۔

۳۔ انجیل متی میں ہے ''اس وقت وہ بات پوری ہوئی جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہی گئی تھی کہ رامہ میں آواز سنائی دی رونا اور بڑا ماتم۔ راخل اپنے بچوں کو رو رہی ہے اور تسلی قبول نہیں کرتی اس لئے کہ وہ نہیں ہیں'' (۸۷/ الف) لیکن بائبل کے پرانے عہد نامے کی کتاب یرمیاہ کے متعلقہ متن کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق ہیرودیس کے مظالم سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق بخت نصر کے یروشلم پر حملے کے واقعے سے ہے جو یرمیاہؑ کے زمانے میں پیش آیا تھا اور اس میں ہزاروں اسرائیلی مقتول واسیر ہوئے

تھے اور بخت نصر ان قیدیوں کو بابل لے گیا تھا۔ ان اسرائیلیوں میں بے شمار لوگ حضرت یعقوبؑ (اسرائیل) کی بیوی راحل کی نسل سے تھے۔ (۸۷/ب)

۴۔ انجیل متی میں ہے "اس وقت وہ پورا ہوا جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا کہ جس کی قیمت ٹھہرائی گئی تھی انہوں نے اس کی قیمت کے وہ تیس روپے لے لئے۔" (۸۷/ج) یہ مضمون کتاب یرمیاہ میں سرے سے موجود ہی نہیں پس اس کا غلط ہونا واضح ہے۔

۵۔ انجیل لوقا میں ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے حضرت مریمؑ کو حضرت یسوعؑ کی ولادت کی بشارت سناتے ہوئے فرمایا تھا کہ "اور خداوند خدا اس کے باپ داؤد کا تخت اسے دے گا۔ اور وہ یعقوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کرے گا اور اس کی بادشاہی کا آخر نہ ہوگا" (۸۸/الف)۔ حضرت جبرائیلؑ کی یہ مبینہ پیشین گوئی حضرت یسوعؑ کے حق پوری نہ ہوئی حضرت یسوعؑ کو حضرت یعقوبؑ کی اولاد یعنی بنی اسرائیل پر بادشاہت تو کیا حاصل ہوتی بلکہ آل یعقوبؑ (بنی اسرائیل) نے تو انہیں گرفتار کرایا اور بمطابق اناجیل رومی گورنر پیلاطس کے ذریعہ انہیں اذیت پہنچائی، ان کی توہین کی اور پھر انہیں سولی پر چڑھا دیا۔ نیز انجیل یوحنا میں ہے "پس یسوع یہ معلوم کر کے کہ وہ آ کر مجھے بادشاہ بنانے کے لئے پکڑنا چاہتے ہیں پھر پہاڑ پر چلا گیا" (۸۸/ب) اس سے تو معلوم ہو رہا ہے کہ آپ کو بادشاہت سرے سے پسند ہی نہیں تھی۔

۱۲۔ مسیحیتِ یسوعؑ اور اناجیل

حضرت یسوعؑ سے متعلق مندرجہ بالا عنوانات کے تحت یہ واضح ہو چکا ہے کہ اگر اناجیل کو محرف تسلیم نہ کیا جائے تو حضرت یسوعؑ کو ہرگز سچا مسیح اناجیل کے تحت ثابت نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ آپ کو (معاذ اللہ) غیر معصوم اور غلط بیانی کرنے والا قرار دے رہی ہیں نیز سابقہ اسرائیلی انبیاء علیہم السلام کی آپ کے متعلق بعض بشارات اور پیشین گوئیاں آپ پر درست چسپاں نہیں ہوتیں۔ زیر نظر مضمون میں یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ ان اناجیل کے بعض (جھوٹے) مضامین تو آپ کو سرے سے مسیحیت سے خارج کر رہے ہیں لہٰذا انہیں محرف قرار دیئے بغیر چارہ نہیں۔

۱۔ انجیل لوقا میں حضرت یسوعؑ کے متعلق حضرت جبرئیلؑ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا گیا ہے "اور خداوند خدا اس کے باپ داؤد کا تخت اسے دے گا" (۸۸/ج) انجیل متی اور لوقا سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت یسوعؑ کی پیدائش حضرت مریمؑ صدیقہ کے بطن سے معجزانہ طریقے سے بغیر باپ کے ہوئی تھی (۸۹/الف) لہٰذا حضرت یسوعؑ کو سچا مسیح ثابت کرنے کے لئے ضروری تھا کہ ان کا نسب ان کی والدہ

ماجدہ کی جانب سے حضرت داؤدؑ سے ملایا جاتا لیکن سخت حیرت ہے کہ انجیل متی اور لوقا کے مؤلفین نے نسب نامہ حضرت مریمؑ کے مبینہ شوہر یوسف نجار کا بیان کردیا جب وہ آپ کا حقیقی باپ ہی نہیں تو اس کا نسب حضرت داؤدؑ سے ملانے سے حضرت یسوعؑ کا آل داؤدؑ سے ہونا کیسے ثابت ہوگا؟ لہٰذا ان اناجیل کی رو سے انہیں سچا مسیح کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟

۲۔ اگر بالفرض یہ نسب نامے حضرت مریمؑ کے ہوتے تو بھی حضرت یسوعؑ کو آل داؤدؑ سے اس لئے ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ ان دونوں نسب ناموں میں شدید اختلافات اور تضادات ہیں جیسا کہ ہم مجلّہ ہذا کے گزشتہ شمارے میں اپنے مضمون میں تفصیل سے بیان کرچکے ہیں۔ (۸۹/ ب)

۳۔ اگر حضرت یسوعؑ کا آل داؤدؑ سے ہونا ثابت بھی ہوجائے تو بھی حضرت یسوعؑ کو سچا مسیح بائبل کی رو سے تسلیم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حضرت داؤدؑ کا نسب نامہ فارص بن یہوداہ بن یعقوب سے جاملتا ہے جو بمطابق کتاب پیدائش (معاذ اللہ) یہوداہ کے اپنی بہو تمر سے زنا کی پیداوار ہے۔ (۸۹/ ج) ادھر کتاب استثناء میں ہے ''کوئی حرام زادہ خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہو، دسویں پشت تک اس کی نسل میں سے کوئی خداوند کی جماعت میں نہ آنے پائے'' (۹۰/ الف) دیکھئے حضرت داؤدؑ اس فارص کی نویں پشت میں ہیں ان کا فارص تک سلسلۂ نسب یوں ہے: داؤد بن یسی بن عوبید بن بوعز بن سلمون بن نحسون بن عمیذاب بن رام بن حصرون بن فارص۔ پس کتاب استثناء کی رو سے حضرت داؤدؑ تو (معاذ اللہ) خداوند کی جماعت ہی سے نکل گئے تو حضرت یسوعؑ کے نسب کو ان تک ملانے کا کوئی فائدہ ہی نہ ہوا کیونکہ اندریں صورت حضرت داؤد کا تخت محض دنیوی بادشاہت کا تخت تھا۔ (۹۰/ ب)

۴۔ انجیل متی میں حضرت یسوعؑ کا نسب یوسیاہ سے بھی جاملتا ہے جو پرانے عہد نامے کی کتاب تواریخ اول کی رو سے یہویقیم کا بیٹا ہے جس کے متعلق حضرت یرمیاہؑ پر وحی نازل ہوئی تھی کہ یہویقیم کی نسل میں سے کوئی تختِ داؤدی کا ہرگز وارث نہیں ہوگا۔ جب حضرت یسوعؑ اسی یہویقیم کی نسل سے ہیں تو آپ تختِ داؤدی کے وارث نہ ہوئے لہٰذا (معاذ اللہ) سچے مسیح بھی نہ ہوئے۔ (۹۰/ ج)

۵۔ بمطابق اناجیل حضرت یسوعؑ کا سچا مسیح ہونا ایلیاہ کی آمد پر موقوف تھا۔ لوگوں نے اس بارے میں آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میرے زمانے کا یوحنا (حضرت یحییٰ علیہ السلام) جو لوگوں کو بپتسمہ (گناہوں سے معافی کے لئے روحانی غسل) دیتا ہے وہی ایلیاہ ہے لیکن بمطابق انجیل یوحنا جب حضرت یوحنا (یحییٰ) سے پوچھا گیا کہ کیا آپ ایلیاہ ہیں؟ تو حضرت یوحنا نے فرمایا کہ نہیں میں ایلیاہ نہیں ہوں۔ (۹۱/ الف) اس صورت میں حضرت یسوعؑ کو اناجیل کے مضامین کی روشنی میں سچا مسیح کیسے ثابت کیا جاسکتا

ہے؟

۶۔ بمطابق انجیل یوحنا حضرت یسوعؑ نے فرمایا تھا ''میں خود اپنی گواہی دوں تو میری گواہی سچی نہیں'' (۹۲/الف) اور اسی انجیل میں حضرت یسوعؑ کا یہ قول بھی مذکور ہے ''اگر چہ میں اپنی گواہی آپ دیتا ہوں تو بھی میری گواہی سچی ہے'' (۹۲/ب) ان حالات میں حضرت یسوعؑ کے (معاذ اللہ) متضاد بیانات سے ان کے مسیح ہونے کے دعویٰ کا کیا اعتبار رہا؟

۷۔ انجیل متی میں ہے کہ جب حضرت یسوع، یوحنا (بپتسمہ دینے والے) کے پاس بپتسمہ لینے کے لئے آئے تو یوحنا (یحییٰ) نے پہلے انہیں بپتسمہ دینے سے یہ کہہ کر انکار کیا کہ میں تو خود آپ سے بپتسمہ لینے کا محتاج ہوں لیکن حضرت یسوعؑ نے پھر بھی ان سے بپتسمہ لیا (۹۲/ج) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یوحنا نے حضرت یسوعؑ کو بپتسمہ دینے سے پہلے ہی پہچان لیا تھا اسی لئے تو انہوں نے پہلے پہل حضرت یسوعؑ کو بپتسمہ دینے سے ازراہ تواضع انکار کیا تھا۔ لیکن انجیل یوحنا میں ہے ''یوحنا نے یہ گواہی دی کہ میں نے روح کو کبوتر کی طرح آسمان سے اترتے دیکھا ہے اور وہ اس پر ٹھہر گیا اور میں تو اسے پہچانتا نہ تھا مگر جس نے مجھے بپتسمہ دینے کو بھیجا اسی نے مجھ سے کہا کہ جس پر تو روح کو اترتے ٹھہرتے دیکھے وہی روح القدس سے بپتسمہ دینے والا ہے'' (۹۳/الف) اس سے معلوم ہو رہا ہے حضرت یوحنا بپتسمہ دینے سے پہلے حضرت یسوعؑ کے مسیح موعود ہونے کو پہچان نہ سکے تھے جب وہ انہیں بپتسمہ دے چکے اور ان پر کبوتر کی صورت میں روح کا نزول دیکھا تب کہیں جا کر انہوں نے حضرت یسوعؑ کی اصل حیثیت کو پہچانا۔ لیکن جب کچھ عرصے کے بعد یوحنا کو گرفتار کر لیا گیا تو انجیل متی کا بیان ہے ''اور یوحنا نے قید خانے میں مسیح کے کاموں کا حال سن کر اپنے شاگردوں کی معرفت پچھوا بھیجا کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں'' (۹۳/ب) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یوحنا نے آپ کو بپتسمہ دینے کے بعد بھی ایک مدت تک نہیں پہچانا پس ان حالات میں حضرت یسوعؑ کے حق میں حضرت یوحنا کی گواہی کا بھی کوئی اعتبار نہ رہا لہٰذا ان (محرف) اناجیل کی رو سے آپ ہرگز سچے مسیح ثابت نہیں ہو سکتے۔

۷۔ حضرت یسوعؑ کے معجزات سے بھی بمطابق اناجیل ان کا سچا مسیح ہونا ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ مثلاً انجیل متی کی رو سے جھوٹے مسیح بھی یہ نشانیاں دکھا سکتے ہیں۔ انجیل متی میں ہے ''کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہونگے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام کر دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر لیں''۔ (۹۳/ج)

۱۳۔ اناجیل میں حواریوں کی توہین

ہم آئندہ سطور میں مناسب مقام پر یہ واضح کریں گے کہ حضرت یسوعؑ کے حواری مخلص اور فرماں بردار تھے لیکن اناجیل میں ان حواریوں کی سخت توہین کی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اناجیل محرف ہیں۔

۱۔ حواریوں میں افضل ترین حواری کا نام شمعون پطرس ہے۔ بمطابق انجیل مرقس پطرس کا حال یہ ہے کہ ''اور اس (یعنی یسوع) نے یہ بات صاف صاف کہی پطرس اسے الگ لے جا کر اسے ملامت کرنے لگا۔ مگر اس نے مڑ کر اپنے شاگردوں پر نگاہ کر کے پطرس کو ملامت کی اور کہا اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو کیونکہ تو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا یقین رکھتا ہے۔'' (۹۳/د) جب بمطابق اناجیل حضرت یسوعؑ کو گرفتار کیا گیا تو پطرس نے آپ کو پہچاننے سے انکار کر دیا اور لعنت بھیج کر کہا کہ میں اس شخص (یعنی یسوع مسیحؑ) کو نہیں جانتا چنانچہ انجیل مرقس میں ہے ''مگر وہ (یعنی) پطرس لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا کہ میں اس آدمی کو جس کا تم ذکر کرتے ہو نہیں جانتا''۔ (۹۴/الف)

۲۔ اناجیل کے بیان کے مطابق حضرت یسوعؑ اپنی گرفتاری سے پہلے سخت مغموم اور پریشان تھے اور چاہتے تھے کہ ان کے حواری اس حالت میں ان کے ساتھ دعا اور شب بیداری میں شریک ہوں کیونکہ یہ رات کا وقت تھا لیکن حضرت یسوعؑ جب بھی خلوت میں دعا سے فارغ ہو کر حواریوں کی طرف لوٹتے تو انہیں نیند کے مزے اڑاتے دیکھتے اس پر آپ نے ان سے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے پطرس سے کہا ''کیا تم میرے ساتھ ایک گھڑی بھی نہ جاگ سکے؟'' (۹۴/ب)

۳۔ بمطابق اناجیل مثلاً انجیل مرقس جب حضرت یسوعؑ مبینہ مصلوبیت کے بعد دوبارہ جی اٹھے اور اپنے حواریوں کے پاس پہنچے تو انہیں ان کی بے اعتقادی پر سخت ملامت کی۔ انجیل مرقس میں ہے ''پھر وہ ان گیارہ کو بھی جب کھانا کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا اور اس نے ان کی بے اعتقادی اور سخت دلی پر ان کو ملامت کی کیونکہ جنہوں نے اس کے جی اٹھنے کے بعد اسے دیکھا تھا انہوں نے ان کا یقین نہ کیا تھا۔'' (۹۴/ج)

۴۔ بمطابق انجیل متی مبینہ مصلوبیت مسیح سے بہت پہلے بھی جب ایک مرتبہ پطرس حواری پانی میں ڈوبنے لگا تھا اور چلا رہا تھا کہ اے خداوند مجھے بچا تو حضرت یسوعؑ نے اسے یوں ملامت کی ''یسوع نے فوراً ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑ لیا اور اس سے کہا اے کم اعتقاد تو نے شک کیوں کیا؟'' (۹۵/الف)

۵۔ بمطابق اناجیل متی ایک مرتبہ حضرت یسوعؑ نے تمام حواریوں کو مخاطب کر کے فرمایا ''اے کم اعتقادو! تم آپس میں کیوں چرچا کرتے ہو کہ ہمارے پاس روٹی نہیں''۔ (۹۵/ب)

۶۔ بمطابق انجیل لوقا حضرت یسوعؑ نے ایک مرتبہ اپنے شاگردوں کو یوں مخاطب کیا ''اے بے اعتقادو اور کج رو قوم! میں کب تک تمہارے ساتھ رہوں گا اور تمہاری برداشت کروں گا؟'' (۹۵/ج)

۷۔ حضرت یسوعؑ کی مبینہ گرفتاری کے موقع پر آپ کے سب حواری بمطابق انجیل متی و انجیل مرقس بھاگ کھڑے ہوئے۔ چنانچہ انجیل متی میں ہے ''اس پر سب شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے'' (۹۶/الف) اس انجیل کے مطابق ان حواریوں کا تو یہ حال تھا کہ مبینہ مصلوبیت کے موقع پر کوئی بھی وہاں موجود نہ تھا بلکہ صرف چند خواتین دور سے کھڑی اس منظر کو دیکھ رہی تھیں چنانچہ لکھا ہے ''اور وہاں بہت سی عورتیں جو گلیل سے یسوع کی خدمت کرتی ہوئی اس کے پیچھے پیچھے آئی تھیں دور سے دیکھ رہی تھیں۔ ان میں مریم مگدلینی تھی اور یعقوب اور یوسیس کی ماں مریم اور زبدی کے بیٹوں کی ماں۔ (۹۶/ب) انجیل مرقس میں بھی اسی طرح کا مضمون ہے۔ (۹۶/ج) انجیل یوحنا میں ہے ''اور یسوع کی صلیب کے پاس اس کی ماں اور اس کی ماں کی بہن مریم کلوپاس کی بیوی اور مریم مگدلینی کھڑی تھیں۔ یسوع نے اپنی ماں اور اس شاگرد کو جس سے محبت رکھتا تھا پاس کھڑے دیکھ کر ماں سے کہا کہ اے عورت! دیکھ تیرا بیٹا یہ ہے پھر شاگرد سے کہا دیکھ تیری ماں یہ ہے اور اسی وقت سے وہ شاگرد اسے اپنے گھر لے گیا۔'' (۹۷/الف) یوحنا اس چہیتے شاگرد کا نام نہیں لکھ رہا یہی اس کے جھوٹے ہونے کی بڑی علامت ہے متی اور مرقس نے صحیح لکھا ہے کہ حضرت یسوع پر ایمان لانے والوں میں اس وقت صرف خواتین ہی تھیں جو دور سے کھڑی دیکھ رہی تھیں۔ انجیل لوقا میں ہے ''اور جتنے لوگ اس نظارہ کو آئے تھے یہ ماجرا دیکھ کر چھاتی پیٹتے ہوئے لوٹ گئے۔ اور اس کے سب جان پہچان اور وہ عورتیں جو گلیل سے اس کے ساتھ آئی تھیں دور سے کھڑی یہ باتیں دیکھ رہی تھیں'' (۹۷/ب) یہاں لوقا کسی ایک بھی حواری کا نام نہیں لیتا اور اس کے ''سب جان پہچان'' کو حاضر دکھا کر مبہم بات کرتا ہے۔ اصل حقیقت وہی ہے کہ حضرت یسوعؑ کے خاص حواری وہاں موجود ہی نہیں تھے۔ چونکہ حضرت یسوعؑ مصلوب نہیں ہو رہے تھے سولی تو کسی اور کو دی جا رہی تھی اور حواریوں کو اصل حقیقت کا علم تھا تو انہیں وہاں موجود ہونے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ لیکن موجودہ اناجیل کے (جھوٹے) مضامین یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ حواریوں نے مبینہ مصلوبیت کے موقع پر (معاذ اللہ) بے وفائی اور بے حسی کا مظاہرہ کیا تھا۔

۱۴۔ پولس اور بائبل

بائبل کے نئے عہد نامے کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ سمجھنے میں قطعاً کوئی دشواری پیش نہیں آتی کہ حضرت یسوعؑ کی اصل تعلیم کو بگاڑنے والا شخص پولس ہے جو اپنے اعتراف کی روشنی میں ایک کٹر یہودی تھا۔ حضرت یسوعؑ اور آپ کے حواریوں کا بدترین دشمن اور انہیں ایذائیں پہنچانے میں پیش پیش رہتا تھا۔ حضرت یسوعؑ کے رفع سماوی کے بعد وہ اچانک منظرِ عام سے غائب ہوگیا اور تین سال بعد یکا یک نمودار ہوکر اپنے آپ کو حواریوں میں شامل کرنے کی کوشش کی۔ اس نے انہیں یہ عجیب کہانی سنائی کہ میں دمشق جارہا تھا کہ اچانک مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر تیز روشنی کا ظہور ہوا جس میں سے بقول اس کے حضرت یسوعؑ کی آواز آئی کہ تو مجھے کیوں تنگ کرتا ہے؟ حضرت یسوعؑ نے مجھے لوگوں کو اندھیرے سے روشنی کی طرف لانے کا حکم صادر فرمایا۔ پولس کا اصل نام ساؤل تھا اب اس نے اپنا نام پولس (Paul) رکھ لیا حواریوں نے اس کی ان باتوں کا اعتبار نہ کرتے ہوئے اسے اپنے ساتھ ملانے سے انکار کردیا لیکن بالآخر برنباس نام کے ایک حواری کی سفارش پر وہ حواریوں میں گھل مل جانے میں کامیاب ہوگیا (۹۷/ج) برنباس کا اصل نام یوسف تھا جس کا لقب دیگر حواریوں نے برنباس بمعنی ''نصیحت کا بیٹا'' رکھا ہوا تھا۔ حیرت ہے کہ جس برنباس حورای کی پرزور سفارش سے پولس کو حواریوں نے قبول کیا تھا۔ اپنے اسی محسن کی اور حضرت یسوعؑ کے افضل ترین حواری پطرس کی اس نے مخالفت شروع کردی اور ان سے بالاخر الگ تھلگ ہوگیا یوں اس نے اپنے محسن برنباس کی ناشکری اور اس سے بے وفائی کا بھرپور مظاہرہ کیا چنانچہ پولس کے شاگرد لوقا کا بیان ہے کہ جب پولس اور برنباس انطاکیہ میں تھے تو پولس نے برنباس سے کہا کہ جن دوسرے شہروں میں پہلے خدا کا کلام سنایا جاچکا ہے وہاں ہمیں دوبارہ جانا چاہئے برنباس کی خواہش تھی کہ یوحنا کو بھی جو مرقس کہلاتا تھا اپنے ہمراہ لے چلیں لیکن پولس نے شدید مخالفت کی چنانچہ لوقا لکھتا ہے ''پس ان میں ایسی سخت تکرار ہوئی کہ ایک دوسرے سے جدا ہوگئے اور برنباس مرقس کو لے کر جہاز پر کپرُس کو روانہ ہوا مگر پولس نے سیلاس کو پسند کیا اور بھائیوں سے خداوند کے فضل کے سپرد ہوکر روانہ ہوا اور کلیساؤں کو مضبوط کرتا ہوا سوریہ اور کِلکیہ سے گزرا'' (۹۷/د) برنباس اور پطرس سے اختلاف کا ذکر خود پولس نے گلتیوں کے نام اپنے خط میں اس طرح کیا ہے ''لیکن جب کیفا (یعنی پطرس) انطاکیہ میں آیا تو میں نے روبرو ہوکر اس کی مخالفت کی کیونکہ وہ ملامت کے لائق تھا اس لئے کہ یعقوب کی طرف سے چند شخصوں کے آنے سے پہلے تو وہ غیر قوموں کے ساتھ کھایا کرتا تھا مگر جب وہ آگئے تو مختونوں سے ڈر کر باز رہا اور کنارہ

کیا اور باقی یہودیوں نے بھی اس کے ساتھ ہو کر ریا کاری کی، یہاں تک کہ برنباس بھی ان کے ساتھ ریا کاری میں پڑ گیا" (۹۸/الف) اختلاف کا اصل سبب یہ تھا کہ حضرت یسوعؑ کی سچی تعلیم کے مطابق حواریوں کا عقیدہ یہ تھا کہ تورات کے احکام مثلاً ختنہ کرانا وغیرہ پر سبھی کے لئے عمل ضروری ہے خواہ عیسائیت قبول کرنے والوں کا تعلق بنی اسرائیل (یہودیوں) سے ہو یا غیر اسرائیلی اقوام (Gentiles) سے ہو۔ تاہم پولس کے شاگرد لوقا کی کتاب اعمال کے مطابق یروشلم کونسل میں حواریوں نے وقتی مصلحت کے تحت اس بات پر اتفاق کر لیا تھا کہ شریعت یعنی تورات کے احکام کا بوجھ غیر اسرائیلیوں پر یک دم نہ ڈالا جائے اور عیسائیت کی طرف راغب کرنے کے لئے انہیں فی الحال صرف حضرت یسوعؑ پر ایمان لانے کا پابند کیا جائے۔ (۹۸/ب) یہ فیصلہ محض عارضی اور عبوری دور کے لئے تھا مگر پولس نے ان حالات سے سراسر ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے شریعت کو سرے سے منسوخ قرار دے دیا جبکہ حواری ہرگز اس کے قائل نہیں تھے جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ کتاب اعمال کے مطابق یروشلم کونسل کا صدر یعقوب بن یوسف نجار کو بنایا گیا تھا جسے انجیل متی وغیرہ میں حضرت یسوعؑ کا بھائی ظاہر کیا گیا ہے (۹۸/ج) اسی نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ غیر اسرائیلی اقوام کو عیسوی مذہب میں لانے کیلئے ختنے وغیرہ کو شرط قرار نہ دیا جائے، لیکن یہ فیصلہ عارضی اور عبوری نوعیت کا تھا جسے پولس نے بعد میں اپنے مخصوص عزائم کے تحت مستقل حیثیت دینے کی کوشش کی تو اسی یعقوب نے پولس کے اس خیال کی شدید مخالفت کی کہ ایمان کے ساتھ شریعت (تورات) پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں یعقوب بن یوسف نجار نے اپنے خط میں اسی پولس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا "تو اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ خدا ایک ہی ہے خیر اچھا کرتا ہے شیاطین بھی ایمان رکھتے اور تھرتھراتے ہیں۔ مگر اے نکمے آدمی! تو یہ بھی نہیں جانتا کہ ایمان بغیر اعمال کے بے کار ہے۔" (۹۹/الف) یعقوب نے اپنے اس خط میں اعمال کی اہمیت پر نہایت زور دیا ہے۔ (۹۹/ب)۔ یروشلم کونسل کے بعد یعقوب کا ذکر کتاب اعمال میں صرف ایک جگہ آیا ہے جہاں وہ پولس کو اپنے قصور کا کفارہ ادا کرنے اور تورات پر عمل کرنے کی تاکید کرتا ہے کیونکہ پولس لوگوں کو تورات پر عمل نہ کرنے اور ختنہ نہ کرانے کی تاکید کرتا رہا تھا (۹۹/ج)۔ پولس نے حواریوں سے اپنا تعلق منقطع کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ اسے خود یسوع مسیحؑ کی طرف سے الہام ہوتا ہے اور وہ یسوع کا رسول ہے یاد رہے کہ عیسائی حضرات نے حضرت یسوعؑ کو تو خدائی منصب پر فائز کر دیا اور جن بارہ حواریوں کو حضرت یسوعؑ نے دعوت و تبلیغ کے کام پر مامور کیا تھا انہیں رسول قرار دے دیا۔ ان کے نزدیک ان کا مرتبہ (معاذ اللہ) حضرت موسیٰ اور دیگر تمام اسرائیلی انبیاء سے بلند ہے (۱۰۰/الف) حالانکہ یہ محض داعی اور مبلغ تھے اور اناجیل کے بیان کے مطابق ان بارہ

حواریوں میں سے ایک حواری یہوداہ اسکریوتی غدار نکلا اور اسی نے حضرت یسوعؑ کو گرفتار کرایا تھا۔ پولس تو حواریوں میں شامل ہی نہیں تھا وہ از خود یسوعؑ کا رسول اور حواری بن گیا اسی کے زیر اثر اس کے شاگرد لوقا نے حواریوں کو ''رسول'' قرار دیا ہے اور حواریوں کی تبلیغی مساعی کو اس نے ''رسولوں کے اعمال'' ظاہر کیا ہے۔ حضرت یسوعؑ کے کسی حواری نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ انہیں حضرت یسوعؑ الہام فرماتے ہیں لیکن پولس ان حواریوں سے پیچھا چھڑانے کے لئے لکھتا ہے ''اے بھائیو! میں بتائے دیتا ہوں کہ جو خوش خبری میں نے سنائی وہ انسان کی سی نہیں، کیونکہ مجھے انسان کی طرف سے نہیں پہنچی اور نہ مجھے سکھائی گئی، بلکہ یسوعؑ مسیحؑ کی طرف سے مجھے اس کا مکاشفہ ہوا''۔ (۱۰۰/ب) لیجئے پولس کو ایک ثانیے کے لئے بھی حضرت یسوعؑ کی صحبت میسر نہ ہوئی بلکہ وہ آپ کی پوری حیات طیبہ میں آپ کا اور آپ کے حواریوں کا بدترین اور موذی دشمن رہا اور حواریوں سے اپنے ہی مذکورہ اقرار کے مطابق حضرت یسوعؑ کی تعلیم کا ایک لفظ بھی نہیں سیکھا۔ حضرت یسوعؑ کے عروج آسمانی کے بعد تین سال تک پراسرار طور پر منظر سے غائب رہا اب ''صاحب وحی رسول'' ہوگیا کہ مجھے براہ راست حضرت یسوعؑ تعلیم دیتے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یسوعؑ نے اپنی زندگی میں حواریوں کو کیوں نہ بتایا کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ایذائیں پہچانے والا اور ان پر ظلم ڈھانے والا یہ پولس بعد میں میرا رسول ہوگا اور براہ راست مجھ سے تعلیم حاصل کرے گا۔ پولس نے حضرت یسوعؑ کو خدا اور اپنے آپ کو ان کا رسول قرار دے کر زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنا عقیدت مند بنانے کے لئے ان تھک محنت کی، اس مقصد کے لئے اس نے انطاکیہ میں اپنا الگ کلیسا بنالیا۔

خدا کی قدرت دیکھئے وہ اپنے جھوٹ اور نفاق کا اپنے منہ اعتراف کرتا ہے لیکن اس کا دعویٰ تھا کہ وہ یہ سب کچھ خدا اور یسوع مسیح کے لئے کر رہا ہے وہ رومیوں کے نام خط میں لکھتا ہے ''اگر میرے جھوٹ کے سبب سے خدا کی سچائی اس کے جلال کے واسطے زیادہ ظاہر ہوئی تو پھر کیوں گناہگار کی طرح مجھ پر حکم دیا جاتا ہے؟'' (۱۰۰/ج)۔ کرنتھیوں کے نام خط میں وہ لکھتا ہے'' میں یہودیوں کے لئے یہودی بنا تاکہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں یہی نہیں بلکہ جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں ان کے لئے شریعت کے ماتحت ہوا تاکہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں اگرچہ خود شریعت کے ماتحت نہ تھا۔ بے شرع لوگوں کے لئے بے شرع بنا تاکہ بے شرع لوگوں کو کھینچ لاؤں (اگرچہ خدا کے نزدیک بے شرع نہ تھا بلکہ مسیح کی شریعت کے تابع تھا)۔ کمزوروں کے لئے کمزور بنا تاکہ کمزوروں کو کھینچ لاؤں میں سب آدمیوں کے لئے سب کچھ بنا ہوا ہوں تاکہ کسی طرح سے بعض کو بچاؤں۔'' (۱۰۱/الف) مذکورہ عبارت میں بین القوسین پولس کا یہ دعویٰ کہ وہ حضرت مسیحؑ کی شریعت پر عمل پیرا ہے، قطعاً غلط اور جھوٹ ہے اور اوپر پولس کا اپنا بیان دیا جاچکا ہے کہ میں

'خدا کی سچائی' کو زیادہ ظاہر کرنے کے لئے جھوٹ بھی بول لیتا ہوں۔ چنانچہ آئندہ سطور میں اس کے اس دعوے کا جھوٹ کھل جائے گا کہ وہ حضرت مسیح کی شریعت کے تابع ہے۔ اپنے دور کے بت پرست رومی حکمرانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے حضرت یسوعؑ کا یہ (خود ساختہ) رسول رومیوں کے نام اپنے خط میں لکھتا ہے' 'ہر شخص اعلیٰ حکومتوں کا تابع دار رہے کیونکہ کوئی حکومت ایسی نہیں جو خدا کی طرف سے نہ ہو اور جو حکومتیں موجود ہیں وہ خدا کی طرف سے مقرر ہیں۔ پس جو کوئی حکومت کا سامنا کرتا ہے وہ خدا کے احکام کا مخالف ہے اور جو مخالف ہیں وہ سزا پائیں گے......تم اسی لئے خراج بھی دیتے ہو کہ وہ خدا کے خادم ہیں۔' '(۱۰۱/ب) خدا کی مزید قدرت دیکھئے پولس اپنے خطوط میں بین السطور اپنے آپ کو ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ خود ساختہ رسول ہے اور اس کے خطوط الہامی نہیں ہیں چنانچہ کرنتھیوں کے نام خط میں وہ لکھتا ہے' 'باقیوں سے میں ہی کہتا ہوں نہ خداوند کہ اگر کسی بھائی کی بیوی با ایمان نہ ہو اور اس کے ساتھ رہنے کو راضی ہو تو وہ اس کو نہ چھوڑے' '(۱۰۱/ج) اسی خط میں وہ لکھتا ہے' 'کنواریوں کے حق میں میرے پاس خداوند کا کوئی حکم نہیں لیکن دیانت دار ہونے کے لئے جیسا خداوند کی طرف سے مجھ پر رحم ہوا اس کے موافق اپنی رائے دیتا ہوں' '(۱۰۲/الف) کرنتھیوں کے نام ایک اور خط میں وہ لکھتا ہے' 'میں حکم کے طور پر نہیں کہتا بلکہ اس لئے کہ اوروں کی سرگرمی سے تمہاری محبت کی سچائی کو آزماؤں' '(۱۰۲/ب) یہ عبارتیں اس امر کی غمازی کر رہی ہیں کہ پولس کے خطوط الہامی نہیں ہیں۔ نیز یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ پولس جب دو عظیم حواریوں پطرس اور برناباس کو گلتیوں کے نام اپنے خط میں ریاکار ٹھہراتا ہے (۱۰۲/ج) تو اگر پولس سچا ہے تو مذکورہ دونوں حواری (معاذ اللہ) ناقابل اعتماد ٹھہرے اس لئے نئے عہد نامے میں پطرس کے خطوط کو الہامی کیسے قرار دیا جائے گا؟ اور اگر پولس کو جھوٹا قرار دیا جائے جیسا کہ وہ اپنے اعتراف کے مطابق 'خدا کی سچائی' کو زیادہ ظاہر کرنے کے لئے جھوٹ بھی بولا کرتا ہے تو پولس کے یہ خطوط الہامی کیسے ہو گئے؟' 'نیز پطرس رومن کیتھولک چرچ کے مطابق ان کا پہلا پوپ ہے اور پوپ ان کے نزدیک معصوم عن الخطاء ہوتا ہے پس اگر پطرس سچا ہے تو پولس جھوٹا ہوا اور اس کے (خود ساختہ) تثلیث اور کفارے اور الوہیت مسیحؑ کے عقیدے بھی جھوٹے ثابت ہوئے۔ اگر پولس سچا ہے تو پطرس کو (معاذ اللہ) جھوٹا ماننا ہوگا تو وہ بحیثیت پوپ معصوم عن الخطاء کیسے قرار پائے گا' '؟

صاف ظاہر ہے کہ جو شخص حسبِ موقع وضرورت جھوٹ بول لیتا ہو، جیسا موقع دیکھے جیسے لوگ ہوں ویسا ہی ہو جاتا ہو، حضرت یسوعؑ کا حواری نہ ہونے کے باوجود اصل حواریوں سے ایک لفظ بھی سیکھنے کا روادار نہ ہو بلکہ الٹا انہیں ریاکار کہتا ہو اور یہ دعویٰ کرتا ہو کہ یسوع مسیحؑ اسے براہ راست تعلیم دے رہے

ہیں حواریوں کی اسے ضرورت نہ ہوتو ایسے شخص کو حضرت یسوعؑ کے سچے حواری کب تک برداشت کر سکتے تھے؟ چنانچہ پولس کا شاگرد کتاب اعمال میں صرف تین حواریوں پطرس، برنباس اور یوحنا بن زبدی کا ذکر کرتا ہے لیکن یروشلم کونسل کے بعد یہ سب غائب ہو جاتے ہیں۔ یعقوب بن یوسف نجار حواریوں میں شامل نہیں لیکن وہ بھی پولس سے لاتعلق ہو جاتا ہے جیسا کہ قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے اور پطرس اور برنباس کو تو پولس ریاکار ٹھہرا کر ان سے تعلق توڑ لیتا ہے اور پطرس سے تو اس کا خوب جھگڑا بھی ہوتا ہے۔ بارہ حواریوں میں سے دو حواری یعقوب بن زبدی اور یہوداہ اسکریوتی یروشلم کونسل سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے (۱۰۳/الف) باقی سات حواری بچے مگر کتاب اعمال میں ان کا قطعاً کوئی ذکر ہی نہیں۔ یقیناً ان حواریوں نے بھی پولس کو سخت ناپسند کیا تبھی تو پولس کے شاگرد لوقا نے انہیں اس لائق نہیں سمجھا کہ ان کے کارناموں کا کوئی تذکرہ وہ کتاب اعمال میں کرے۔ ان حالات میں کیسے کہا جاسکتا ہے کہ پولس نے اپنے خطوط میں جو تعلیم دی ہے وہ حضرت یسوعؑ اور ان کے سچے حواریوں کی تعلیم کے مطابق ہے؟ اور یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ نئے عہد نامے میں موجود پطرس اور یوحنا وغیرہ کے خطوط معتبر ہیں؟ کیونکہ اگر ان خطوط کی نسبت ان کی طرف صحیح ہوتی تو یروشلم کونسل کے بعد حواری کتاب اعمال سے یک دم غائب نہ ہو جاتے۔

پولس کے ان عقائد ونظریات کا جن کا اظہار اس نے اپنے خطوط میں بڑے واضح اور غیر مبہم انداز میں کیا ہے، تقابل اگر اناجیل اور عہد نامہ قدیم کی کتب کے مضامین سے بغور کیا جائے تو اس بات میں قطعاً کوئی شبہہ باقی نہیں رہے گا کہ پولس نے حضرت یسوعؑ کی اصل تعلیم کے بالکل برعکس ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی اور عیسائی حضرات عیسائیت پر نہیں بلکہ پولسیّت (Paulism) پر عمل پیرا ہیں۔ پولس کے خلاف یقیناً حواریوں نے جو آواز اٹھائی اس کا علم خود پولس کے ایک خط سے بھی ہوتا ہے۔ کرنتھیوں کے نام اپنے خط میں وہ لکھتا ہے ''مجھے خلوے کے گھر والوں سے معلوم ہوا کہ تم میں جھگڑے ہو رہے ہیں میرا یہ مطلب ہے کہ تم میں سے کوئی تو اپنے آپ کو پولس کا کہتا ہے، کوئی اپلوس کا، کوئی کیفا (یعنی پطرس) کا، کوئی مسیح کا'' (۱۰۳/ب) یاد رہے کیفا، پطرس ہی کا دوسرا نام ہے۔ (۱۰۳/ج)

حضرت یسوعؑ کا قول اناجیل میں مذکور ہے ''یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک لفظ یا شوشہ تورات سے ہرگز نہ ٹلے گا'' (۱۰۴/الف) یعقوب بن یوسف نجار نے اپنے خط میں لکھا ''اے میرے بھائیو! اگر کوئی کہے کہ میں ایمان دار ہوں مگر عمل نہ کرتا ہو تو کیا فائدہ؟ کیا ایسا ایمان اسے نجات دے سکتا ہے؟'' اس نے مزید یہ بھی لکھا ہے ''اسی طرح ایمان بھی

اگر اس کے ساتھ اعمال نہ ہوں تو اپنی ذات سے مردہ ہے'' مزید لکھا ہے ''پس تم نے دیکھ لیا کہ انسان صرف ایمان ہی سے نہیں بلکہ اعمال سے راست باز ٹھہرتا ہے۔'' (۱۰۴/ب) اب حضرت یسوعؑ کے اس خودساختہ رسول پولس کی بھی باتیں سنئے ''گلتیوں کے نام اپنے خط میں وہ لکھتا ہے ''مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا'' (۱۰۴/ج) آگے لکھتا ہے ''ایمان کے آنے سے پیشتر شریعت کی ماتحتی میں ہماری نگہبانی ہوتی تھی اور اس ایمان کے آنے تک جو ظاہر ہونے والا تھا ہم اسی کے پابند رہے۔ پس شریعت مسیح تک پہنچانے کو ہمارا استاد بنی تاکہ ہم ایمان کے سبب سے راست باز ٹھہریں۔ مگر جب ایمان آچکا تو ہم استاد کے ماتحت نہ رہے'' (۱۰۵/الف) اور عبرانیوں کے نام خط میں پولس لکھتا ہے ''اور جب کہانت بدل گئی تو شریعت کا بھی بدلنا ضرور ہے'' (۱۰۵/ب) نیز لکھتا ہے ''غرض پہلا حکم کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب سے منسوخ ہوگیا'' (۱۰۵/ج) نیز لکھتا ہے ''جب اس نے نیا عہد کیا تو پہلے کو پرانا ٹھہرایا اور جو چیز پرانی اور مدت کی ہو جاتی ہے وہ مٹنے کے قریب ہوتی ہے'' (۱۰۶/الف) یاد رہے کہ بائبل کی زبان میں شریعت سے مراد تورات ہی ہوتی ہے۔ رومیوں کے نام خط میں وہ لکھتا ہے ''لیکن جس چیز کی قید میں تھے اس کے اعتبار سے مر کر ہم شریعت سے ایسے چھوٹ گئے کہ روح کے نئے طور پر نہ کہ لفظوں کے پرانے طور پر خدمت کرتے ہیں'' (۱۰۶/ب)

خدا نے حضرت ابراہیمؑ کو ختنہ کا حکم دیا تو اسے ان کی اور ان کی اولاد کے لئے دائمی اور ناقابل تنسیخ حکم قرار دیا چنانچہ کتابِ پیدائش میں ہے ''تمہارے ہاں پشت در پشت ہر لڑکے کا ختنہ جب وہ آٹھ روز کا ہو تو کیا جائے خواہ وہ گھر میں پیدا ہو خواہ اسے کسی پردیسی سے خریدا ہو جو تیری نسل سے نہیں لازم ہے کہ تیرے خانہ زاد اور تیرے زرخرید کا ختنہ کیا جائے اور میرا عہد تمہارے جسم میں ابدی عہد ہوگا'' (۱۰۶/ج) یہی ابدی حکم حضرت موسیٰ کے لئے بھی تھا کتاب احبار میں ہے ''اور آٹھویں دن لڑکے کا ختنہ کیا جائے'' (۱۰۷/الف) یہی ابدی حکم حضرت یسوعؑ کے لئے بھی تھا ''جب آٹھ دن پورے ہوئے اور اس کے ختنہ کا وقت آیا تو اس کا نام یسوع رکھا گیا (۱۰۷/ب) اسی ابدی عہد کے تحت حضرت ابراہیمؑ سے چلنے والی دوسری عظیم الشان نسل بنو اسماعیل بھی اس پر مسلسل عمل پیرا رہی اور شریعت محمدیہ میں بھی اسے برقرار رکھا گیا۔ اب یسوعؑ کے خود ساختہ جعلی رسول پولس کی راگنی بھی سنئے۔ گلتیوں کے نام خط میں وہ لکھتا ہے ''دیکھو میں پولس تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم ختنہ کراؤ گے تو مسیح سے تم کو کچھ فائدہ نہ ہوگا'' (۱۰۷/ج) وہ مزید لکھتا ہے ''کیونکہ نہ ختنہ کوئی چیز ہے نہ نامختونی، بلکہ نئے سرے سے مخلوق ہونا'' (۱۰۸/الف)۔ رومیوں کے نام خط میں وہ لکھتا ہے ''بلکہ یہودی وہی ہے جو باطن میں ہے اور ختنہ وہی ہے جو دل کا اور

روحانی ہے نہ کہ لفظی ایسے کی تعریف آدمیوں کی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہوتی ہے'' (۱۰۸/ب) تعجب ہے کہ حضرت یسوعؑ کا تو ظاہری اور جسمانی ختنہ ہوا مگر پولس ظاہری ختنے سے صرف روکتا ہی نہیں بلکہ یہ جھوٹ بھی بولتا ہے کہ اگر تم نے ختنہ کرایا تو تمہیں مسیح سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا ختنہ تو صرف روحانی اور باطنی ہوتا ہے لفظی اور ظاہری نہیں اور قبل ازیں بتایا جا چکا ہے کہ بقول خود ''خدا کی سچائی'' کو زیادہ کرنے کے لئے وہ جھوٹ بھی بولا کرتا ہے۔

حضرت یسوعؑ نے کبھی بھی خنزیر کا گوشت نہیں کھایا وہ حلال وحرام کے سلسلے میں موسوی شریعت پر چلتے تھے اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ آپ نے اپنے پیروکاروں کو بتایا تھا کہ میں توریت اور نبیوں کے احکام کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ خنزیر کے متعلق کتاب احبار میں ہے ''اور سؤر کو کیونکہ اسکے پاؤں الگ اور چرے ہوئے ہیں پر وہ جگالی نہیں کرتا وہ بھی تمہارے لئے ناپاک ہے۔ تم ان کا گوشت نہ کھانا اور ان کی لاشوں کو نہ چھونا وہ تمہارے لئے ناپاک ہیں۔'' (۱۰۸/ج) اسی طرح کا مضمون کتاب استثناء میں بھی ہے۔ اب حضرت یسوعؑ کے جعلی رسول پولس کی باتیں بھی سنئے وہ لکھتا ہے ''پاک لوگوں کے لئے سب چیزیں پاک ہیں مگر گناہ آلود اور بے ایمان لوگوں کے لئے کچھ بھی پاک نہیں، بلکہ ان کی عقل اور دل دونوں گناہ آلود ہیں'' (۱۰۹/الف) غور کیجئے گناہ آلود اور بے ایمان کی یہ گالی جو پولس دے رہا ہے کیا حضرت موسیٰ سے لے کر حضرت عیسیٰ تک تمام اسرائیلی انبیاء پر (معاذ اللہ) چسپاں نہیں ہوتی؟ اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ پولس نے حضرت یسوعؑ کو (معاذ اللہ) ملعون بھی ٹھہرایا ہے کہ یسوع (معاذ اللہ) اس لئے مصلوب ہو کر ملعون ہوا کہ ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑا دیا اب یہاں وہ آپ کی عقل اور دل کو (معاذ اللہ) گناہ آلود اور بے ایمان قرار دے رہا ہے عیسائی حضرات اسی پولس کے زیر اثر حضرت یسوعؑ کے طریقے سے کہیں دور جا پڑے مثلاً خنزیر ان کے لئے حلال اور پاکیزہ ہو گیا۔

عیسائیوں کے عقیدہ کفارہ کا موجد بھی یہی پولس ہے اس عقیدے کی اولین بنیاد اس (غلط) مفروضے پر قائم ہے کہ حضرت آدمؑ وحوا نے ممنوعہ درخت کا پھل کھا کر ایک بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا تھا اور یہ گناہ موروثی طور پر نسل در نسل نوع انسانی میں منتقل ہوتا رہا یعنی ہر انسان پیدائشی طور پر گناہگار پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بائبل کے عہد نامہ قدیم اور جدید کے لاتعداد مضامین سے اس موروثی گناہ کے تصور کی بھرپور نفی ہوتی ہے مثلاً یوحنا (حضرت یحییٰ) کے متعلق انجیل لوقا میں ہے ''وہ خداوند کے حضور میں بزرگ ہوگا اور ہرگز نہ مئے نہ کوئی اور شراب پئے گا اور اپنی ماں کے پیٹ ہی سے روح القدس سے بھر جائے گا'' (۱۰۹/ب) انجیل مرقس میں ہے ''ہیرودیس یوحنا کو راست باز اور مقدس آدمی جان کر اس سے ڈرتا اور

اسے بچائے رکھتا تھا'' (۱۰۹/ج) حضرت آدمؑ کے صاحبزادے ہابیل کے متعلق حضرت یسوعؑ نے یہودیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''تاکہ سب راست بازوں کا خون جو زمین پر بہایا گیا تم پر آئے۔ راست باز ہابیل کے خون سے برگیاہ کے بیٹے زکریا کے خون تک جسے تم نے مقدس اور قربان گاہ کے درمیان قتل کیا'' (۱۱۰/الف) حضرت زکریاؑ اوران کی بیوی کے متعلق انجیل لوقا میں ہے ''اور وہ دونوں خدا کے حضور راست باز اور خداوند کے سارے حکموں اور قانونوں پر بے عیب چلنے والے تھے'' (۱۱۰/ب) شمعون کے متعلق انجیل لوقا میں ہے ''دیکھو یروشلم میں شمعون نام کا ایک آدمی تھا اور وہ آدمی راست باز اور خدا ترس اور اسرائیل کی تسلی کا منتظر تھا اور روح القدس اس پر تھا'' (۱۱۰/ج) حضرت مریمؑ کے مبینہ شوہر یوسف نجار کے متعلق انجیل متی میں ہے ''اس کے شوہر یوسف نے جو راست باز تھا اور اسے بدنام کرنا نہیں چاہتا تھا چپکے سے اس (مریم) کو چھوڑ دینے کا ارادہ کیا'' (۱۱۱/الف) انجیل لوقا میں حضرت یسوعؑ کا ارشاد ہے ''میں تم سے کہتا ہوں کہ اسی طرح ننانوے راست بازوں کی نسبت جو توبہ کی حاجت نہیں رکھتے ایک توبہ کرنے والے گناہ گار کے باعث آسمان پر زیادہ خوشی ہوگی'' (۱۱۱/ب) انجیل متی میں حضرت یسوعؑ کا ارشاد ہے ''مبارک ہیں جو پاک دل ہیں کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے'' (۱۱۱/ج) آگے مزید ارشاد ہے ''مبارک ہیں وہ جو راست بازی کے سبب سے ستائے گئے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی انہی کی ہے'' (۱۱۲/الف) یوسیاہ بادشاہ کے متعلق عہد نامہ قدیم کی کتاب سلاطین دوم میں ہے ''اس نے وہ کام کیا جو خداوند کی نگاہ میں ٹھیک تھا اور اپنے باپ داؤد کی سب راہوں پر چلا اور داہنے یا بائیں ہاتھ کو مطلق نہ مڑا'' (۱۱۲/ب) حضرت ایوبؑ کے متعلق کتاب ایوب میں ہے ''عوض کی سرزمین میں ایوب نام ایک شخص تھا وہ شخص کامل اور راست باز تھا اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا تھا'' (۱۱۲/ج) حضرت نوحؑ کے متعلق کتاب پیدائش میں ہے ''نوح مرد راست باز اور اپنے زمانے کے لوگوں میں بے عیب تھا اور نوح خدا کے ساتھ چلتا رہا'' (۱۱۳/الف) حضرت ابراہیمؑ کے متعلق اسی کتاب پیدائش میں ہے ''اس لئے کہ ابرہام نے میری بات مانی اور میری نصیحت اور میرے حکموں اور قوانین اور آئین پر عمل کیا'' (۱۱۳/ب) حضرت موسیٰ کے متعلق کتاب استثناء میں ہے ''اور اس وقت سے لے کر اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس سے خداوند نے روبرو باتیں کیں نہیں اٹھا'' (۱۱۳/ج) کالب کے متعلق کتاب گنتی میں ہے ''پر اس لئے کہ میرے بندہ کالب کی کچھ اور ہی طبیعت تھی اور اس نے میری پیروی کی ہے......'' (۱۱۴/الف) انجیل متی میں حضرت یسوعؑ کا قول ہے''......تندرستوں کو طبیب درکار نہیں بلکہ بیماروں کو...... کیونکہ میں راست بازوں کو نہیں بلکہ گناہگاروں کو بلانے آیا ہوں'' (۱۱۴/ب)

ہم نے حوالہ جات کا ایک انبار لگا دیا ہے جس سے عقیدہ کفارہ کی اولین بنیاد یعنی موروثی گناہ کے تصور کی مکمل بیخ کنی ہو جاتی ہے حضرت یسوعؑ کی مبنیہ مصلوبیت سے پہلے دنیا نیک اور پرہیزگار لوگوں سے ہرگز خالی نہ تھی کہ حضرت یسوعؑ مسیحؑ کو بقول پولس پوری دنیا کے موروثی گناہ کی خاطر سولی پر چڑھانے کی ضرورت ہوتی۔ بلکہ عقیدہ کفارہ کی اس دوسری بنیاد کی بھی مکمل نفی بائبل سے ہوتی ہے کہ کوئی معصوم شخص دوسروں کے گناہوں کا کفارہ بنے مثلاً کتاب حزقی ایل میں ہے ’’جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی۔ بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ۔ صادق کی صداقت اسی کے لئے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کے لئے۔ لیکن اگر شریر اپنے تمام گناہوں سے جو اس نے کئے ہیں باز آئے اور میرے سب آئین پر چل کر جو جائز اور روا ہے کرے تو وہ یقیناً زندہ رہے گا اور نہ مرے گا۔ وہ سب گناہ جو اس نے کئے ہیں اس کے خلاف محسوب نہ ہوں گے وہ اپنی راست بازی میں جو اس نے کی زندہ رہے گا۔‘‘ (۱۱۴/ج) حضرت حزقی ایل کا تو زمانہ حضرت یسوعؑ سے بہت پہلے کا ہے کتاب حزقی ایل کی عبارت سے واضح ہو گیا کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہوں کا بوجھ ہرگز نہیں اٹھائے گا اور گناہ گار توبہ کر لے تو اس کے سارے گناہ بالکل معاف ہو جائیں گے اب بتائیے مبینہ مصلوبیت مسیحؑ کی بھلا کیا ضرورت باقی رہ گئی تھی؟ جہاں تک مبینہ مصلوبیتِ مسیح کا تعلق ہے اس بارے میں اناجیل کے اندر موجود لا تنحل تضادات اور اختلافات ہی یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ یہ ایک افسانوی داستان ہے اگر کوئی مصلوب ہوا بھی ہے تو وہ حضرت یسوعؑ ہرگز نہیں تھے ہم نے اس پر مفصل بحث مجلہ ہذا کے گزشتہ شمارے میں اپنے مضمون کے حواشی میں ’’مبینہ مصلوبیت مسیح‘‘ کے عنوان کے تحت کر دی ہے۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اگر کسی شریر نے دوسرے پر ظلم کیا ہو اور اس سے دغا بازی کی ہو تو ایسے ظالم و شریر اور دغا باز کو ہی راستباز مظلوم کے لئے کفارہ ٹھہرایا جا سکتا ہے چنانچہ کتاب امثال میں ہے ’’شریر صادق کا فدیہ ہوگا اور دغا باز راست بازوں کے بدلہ میں دیا جائے گا‘‘ (۱۱۵/الف) اور ہمارا ایمان ہے کہ حضرت یسوعؑ نے ہرگز کسی پر ظلم نہیں کیا تھا اور وہ ہرگز شریر اور دغا باز نہیں تھے کہ انہیں کسی کے لئے ناحق کفارہ ٹھہرایا جائے۔ بائبل کے مذکورہ بالا مضامین اپنے مفہوم میں نہایت واضح اور کھلے ہیں کسی تحریف و تاویل اور ہیر پھیر کے ہرگز متحمل نہیں۔ اب اگر اناجیل کے معدودے چند مبہم جملے اور پولس کے خطوط کو چھوڑ کر نئے عہد نامے کے دوسرے حصوں سے کچھ غیر واضح اور مشتبہ جملے پیش کیے جائیں تو ان کا اعتبار اس لئے نہیں کیا جا سکتا کہ مبہم عبارتوں سے عقائد ثابت نہیں ہوا کرتے۔ یہ پولس ہی ہے جو عقیدہ تثلیث، عقیدہ حلول و تجسم اور عقیدہ کفارہ کا عیسائیت میں اولین بانی ہے کیونکہ وہ پوری وضاحت سے ان باطل عقائد کا پرچار کرتا ہے لہٰذا اگر بائبل کے نئے عہد نامے کی

دوسری کتابوں کے مبہم اور غیر واضح جملے بالفرض پولس کے نظریات کی تائید بھی کریں تو ایسے جملوں کو پولس کی تعلیم کے زیر اثر الحاقی قرار دیا جائے گا ہم نے کب دعویٰ کیا ہے کہ اناجیل میں تحریف نہیں ہوئی ہے؟ الغرض یہ صرف اور صرف پولس ہی ہے جو دیگر عقائد باطلہ کی طرح کفارے کے عقیدے کو بھی اس وقت کے رومی اور یونانی مشرکانہ افکار کے تحت عیسائیت میں گھسیٹ لایا ہے۔ کرنتھیوں کے نام اپنے خط میں وہ لکھتا ہے ''چنانچہ میں نے سب سے پہلے تم کو وہی بات پہچادی جو مجھے پہنچی تھی کہ مسیح کتاب مقدس کے مطابق ہمارے گناہوں کے لئے مُوا'' (۱۱۵/ب) رومیوں کے نام خط میں وہ لکھتا ہے ''پس جس طرح ایک آدمی کے سبب سے گناہ دنیا میں آیا اور گناہ کے سبب سے موت آئی اور یوں موت سب آدمیوں میں پھیل گئی، اس لئے کہ سب نے گناہ کیا۔ کیونکہ شریعت کے دیئے جانے تک گناہ نہ تھا مگر جہاں شریعت نہیں وہاں گناہ محسوب نہیں ہوتا'' (۱۱۵/ج) مزید لکھتا ہے ''کیونکہ جس طرح ایک ہی شخص کی نافرمانی سے بہت سے لوگ گناہ گار ٹھہرے اسی طرح ایک کی فرمانبرداری سے بہت سے لوگ راست باز ٹھہریں گے۔ اور بیچ میں شریعت آموجود ہوئی تاکہ گناہ زیادہ ہو جائے مگر جہاں گناہ زیادہ ہوا وہاں فضل اس سے بھی زیادہ ہوا'' (۱۱۶/الف) پولس یہ کہہ رہا ہے کہ حضرت آدمؑ کے (مبینہ) گناہ سے پوری نوع انسانی گناہ گار ٹھہری اور درمیان میں شریعت اسی گناہ کی وجہ سے آموجود ہوئی اب بقول اس کے حضرت یسوعؑ کے مصلوب ہو جانے سے گناہ بھی دھل گیا اور شریعت سے بھی گلوخلاصی ہوئی۔ کفارے کے اس عقیدے کا کوئی حتمی ثبوت پولس کے خطوط کے علاوہ بائبل کے پرانے اور نئے عہد نامے میں کہیں بھی ہرگز ہرگز نہیں ملتا۔ جہاں تک اس عقیدے کے خلاف عقل اور لغو ہونے کا تعلق ہے تو ہم نے اس کی پوری وضاحت مجلّہ ہذا کے گزشتہ شمارے میں اپنے مضمون کے حواشی میں ''عقیدہ کفارہ'' کے عنوان کے تحت کردی ہے۔ اسی طرح بائبل کے پرانے اور نئے عہد نامے میں عقیدہ توحید کی تائید میں سچی اور پاکیزہ تعلیم کی بھی لاتعداد مثالیں ملتی ہیں اور اناجیل کی جن بعض مبہم عبارتوں سے عقیدہ تثلیث پر غلط استدلال کیا جاتا ہے اس کی بھی وضاحت ہم نے گزشتہ شمارے کے ان حواشی میں ''الوہیت مسیحؑ اور بائبل'' اور ''بائبل اور عقیدہ توحید'' کے عنوانات کے تحت کردی ہے نیز عقیدۂ تثلیث کے خلاف عقل اور لغو ہونے کی وضاحت بھی ہم نے انہی حواشی میں ''عقیدۂ تثلیث'' کے عنوان کے تحت کردی ہے (۱۱۶/ب) اس لئے ہم توحید پر یہاں بائبل سے چند حوالے دینے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ انجیل مُرقس میں حضرت یسوعؑ کا ارشاد منقول ہے ''یسوع نے جواب دیا کہ اول (حکم) یہ ہے کہ اے اسرائیل! سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے

محبت رکھے۔'' (۱۱۶/ ج) انجیل یوحنا میں ہے ''جو مجھ سے محبت نہیں رکھتا وہ میرے کلام پر عمل نہیں کرتا اور جو کلام تم سنتے ہو وہ میرا نہیں بلکہ میرے باپ کا ہے۔'' (۱۱۷/ الف) اسی انجیل یوحنا میں خدا کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت یسوعؑ کا قول ہے ''اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ لوگ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں۔'' (۱۱۷/ ب) انجیل متی میں ہے ''مگر تم ربی نہ کہلاؤ کیونکہ تمہارا استاد ایک ہی ہے اور تم سب بھائی ہو اور زمین پر کسی کو اپنا باپ نہ کہو کیونکہ تمہارا باپ ایک ہی ہے جو آسمانی ہے اور نہ تم ہادی کہلاؤ کیونکہ تمہارا ہادی ایک ہی ہے یعنی مسیح'' (۱۱۷/ ج) یسوع مسیحؑ کے اس ارشاد سے عیسائیت کے خود ساختہ نظام پاپائیت پر بھی کاری ضرب لگتی ہے باپ اور ہادی کہلانے کا عیسائی مذہبی پیشواؤں کو حضرت یسوعؑ کے اس ارشاد کی روشنی میں قطعاً کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ اسی انجیل متی میں ہے ''اور جب وہ یروشلم میں داخل ہوا تو سارے شہر میں ہل چل پڑ گئی اور لوگ کہنے لگے۔ یہ کون ہے؟ بھیڑ کے لوگوں نے کہا یہ گلیل کے ناصرہ کا نبی یسوع ہے'' (۱۱۸/ الف) حضرت یسوعؑ کے افضل ترین حواری پطرس کا قول ہے ''اے اسرائیلیو! یہ باتیں سنو کہ یسوع ناصری ایک شخص تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تم پر ان معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں سے ثابت ہوا جو خدا نے اس کی معرفت تم میں دکھائے چنانچہ تم آپ ہی جانتے ہو'' (۱۱۸/ ب) اسی پطرس نے حضرت یسوعؑ کو خدا کا بندہ اور خادم یوں ظاہر کیا ''ابرہام اضحاق اور یعقوب کے خدا یعنی ہمارے باپ دادا کے خدا نے اپنے خادم یسوعؑ کو جلال دیا'' (۱۱۸/ ج) نیز اسی پطرس کا قول ہے ''خدا نے اپنے خادم کو اٹھا کر پہلے تمہارے پاس بھیجا تاکہ تم میں سے ہر ایک کو اس کی بدیوں سے ہٹا کر برکت دے'' (۱۱۹/ الف) کتاب اعمال میں حواریوں کی دعا کا ایک جملہ یہ ہے ''اور تو اپنا ہاتھ شفا دینے کو بڑھا اور تیرے پاک خادم یسوع کے نام سے معجزے اور عجیب کام ظہور میں آئیں'' (۱۱۹/ ب) ان عبارتوں سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت یسوعؑ خدا کے خادم، اس کے بندے اور رسول تھے وہ ہرگز خدا نہیں تھے بلکہ خدا ایک ہی ہے جس نے انہیں نبی بنا کر بھیجا تھا اور آپ کے زمانے کے لوگ آپ کے روبرو آپ کو خدا کا نبی کہتے تھے آپ نے کبھی انہیں ڈانٹا نہیں کہ میں تو خود خدا ہوں۔ حواری آپ کو ربی اور خداوند کہتے تھے تو استاد اور ہادی کے معنی میں کہتے تھے۔ مثلاً برادران یوسفؑ نے حضرت یوسفؑ کو خداوند کہا حالانکہ وہ آپ کو خدا قرار نہیں دیتے تھے ''انہوں نے اس سے کہا نہیں خداوند، تیرے غلام اناج مول لینے آئے ہیں'' (۱۱۹/ ج)۔ انجیل متی کی آخری مبہم عبارت کو بھی تثلیث کی تائید میں پیش نہیں کیا جا سکتا جو یوں ہے ''یسوع نے پاس آ کر ان سے باتیں کیں اور کہا کہ آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے۔ پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور ان کو باپ بیٹے اور روح القدس کے نام سے

بپتسمہ دو۔ اوران کو یہ تعلیم دو کہ ان سب باتوں پر عمل کریں جن کا میں نے تم کو حکم دیا اور دیکھو میں دنیا کے آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں'' (۱۲۰/الف) یہ عبارت ہمارے نزدیک یقیناً الحاقی ہے مختار کل ہونا صرف خدا کی صفت ہے۔ اگر ہمارے مسیحی بھائی اس کے صحیح ہونے پر اصرار کریں تو بھی اس سے تین خدا ہرگز ثابت نہیں ہوتے۔ خدا کسی کا محتاج نہیں ہوا کرتا اس کے سارے اختیارات ذاتی ہوتے ہیں نہ کہ کسی اور کے دیئے ہوئے یعنی عطائی ہوتے ہیں یہاں تو حضرت یسوعؑ (مبینہ طور پر) یہ فرماتے ہیں'' آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے'' پس یہاں باپ سے مشفق اور مہربان خدا مراد ہے اور بیٹے سے اس کا محبوب پیغمبر یسوع مسیحؑ مراد ہے اور اہل علم خوب جانتے ہیں کہ باپ اور بیٹے کے الفاظ کا یہ مفہوم بائبل میں بہت عام ہے۔ روح القدس کے لفظ سے بھی کسی کی خدائی ثابت نہیں ہوتی زیرنظر مضامین کے سلسلے میں ہم ''بائبل میں نبوت کی گرم بازاری'' کے عنوان کے تحت خوب واضح کر چکے ہیں کہ روح القدس کا نزول تو بمطابق عہد نامہ جدید وقدیم ہرکس وناکس بلکہ خواتین پر بھی بڑی بہتات اور فیاضی سے ہوتا رہا ہے اور اسی مضمون میں ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ حضرت یوحنا (یحییٰ) کے لئے انجیل لوقا کے مضمون کا ایک حصہ یوں ہے''......اور اپنی ماں کے پیٹ سے ہی روح القدس سے بھر جائے گا'' (۱۲۰/ب) پس اگر یہ سب لوگ روح القدس کے اپنے اوپر اترنے اور حضرت یوحنا (یحییٰ) ماں کے پیٹ ہی میں روح القدس سے بھر جانے سے خدا نہیں بن گئے تو حضرت یسوعؑ بھی اپنے اوپر روح القدس کے نزول سے خدا نہیں بن گئے تھے۔ اب آئیے دیکھیں کہ تثلیث (تین خداؤں) اور اس کے متعلقات کی بھرپور، نہایت واضح اور غیر مبہم تعلیم کون دیتا ہے؟ یہ وہی پولس ہے جو باعتراف خود اور بزعم خویش خدا کی سچائی کو زیادہ واضح کرنے کے لئے حسب موقع اور حسب ضرورت جھوٹ بولنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتا اور وہ اس کا بھی اعتراف کرتا ہے کہ وہ یسوع مسیحؑ کی خاطر ہر طرح کے لوگوں میں جیسے لوگ ہوتے ہیں وہ بھی ویسا ہی بن جاتا ہے پولس کے اس اعتراف کو قبل ازیں اسی مضمون میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ الغرض تثلیث کی تعلیم دیتے ہوئے اور حضرت یسوعؑ کو خدا قرار دیتے ہوئے وہ اپنے ایک خط میں لکھتا ہے'' وہ (یعنی یسوع) ان دیکھے خدا کی صورت اور تمام مخلوقات سے پہلے مولود ہے۔ کیونکہ اسی میں سب چیزیں پیدا کی گئیں آسمان کی ہوں یا زمین کی، دیکھی ہوں یا ان دیکھی، تخت ہوں یا ریاستیں یا حکومتیں یا اختیارات سب چیزیں اسی کے وسیلے سے اور اسی کے واسطے سے پیدا ہوئی ہیں۔ اور وہ سب چیزوں سے پہلے ہے اور اسی میں سب چیزیں قائم رہتی ہیں۔'' (۱۰۲/ج) اسی خط میں وہ مزید لکھتا ہے'' کیونکہ الوہیت کی ساری معموری اسی میں مجسم ہو کر سکونت کرتی ہے'' (۱۲۱/الف) عبرانیوں کے نام خط میں پولس لکھتا ہے

''......مگر بیٹے کی بابت کہتا ہے اے خدا، تیرا تخت ابدالآباد رہے گا اور تیری بادشاہی کا عصا راستی کا عصا ہے۔'' (۱۲۱/ب) یعنی بقول پولس باپ بھی خدا ہے اور بیٹا (یسوع مسیحؑ) بھی خدا ہے کہ خدائی نے اس کے اندر بقول اس کے حلول کر کے اسے بھی مجسم خدا بنا دیا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ خدا انسانی شکل میں کیوں آ گیا اور کیا خدا کو لوگ پکڑ کر مصلوب بھی کر دیا کرتے ہیں؟ اس کا بزعم خویش اس نے اطمینان بخش، جواب یوں دیا ہے ''اس (مسیح) نے اگرچہ خدا کی صورت پر تھا خدا کے برابر ہونے کو قبضہ میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا بلکہ اپنے آپ کو خالی کر دیا اور خادم کی صورت اختیار کی اور انسانوں کے مشابہ ہو گیا۔ اور انسانی شکل میں ظاہر ہو کر اپنے آپ کو پست کر دیا اور یہاں تک فرمانبردار رہا کہ موت بلکہ صلیبی موت گوارا کی'' (۱۲۱/ج) یعنی بقول پولس حضرت یسوعؑ خدا تو تھے لیکن ایک ''فرمانبردار قسم'' کے خدا تھے۔ ہمیں یقین ہے کہ بائبل کی اصطلاح کے مطابق پولس بھی ساؤل بادشاہ کی طرح کسی بری روح کے زیر اثر تھا اور خود اس کا اصل نام بھی ساؤل ہی تھا۔ اس بری روح نے اسے مجبور کیا کہ حضرت یسوعؑ کو خدا ٹھہرا کر پہلے تو خدا کے ساتھ شرک کا عملی مظاہرہ کرائے اور پھر اسی بری روح نے اسی پولس کی زبان سے حضرت یسوعؑ کو (معاذ اللہ) ملعون بھی کہلوایا کیونکہ بری روح کا مقصد تو پولس اور دوسرے لوگوں کو شرک کے راستے پر ڈالنا تھا اور نہ اسے حضرت یسوعؑ سے کیا محبت وعقیدت ہو سکتی تھی؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اگر بائبل کے نئے عہد نامے میں موجود پولس کے خطوط واقعی اسی کے ہیں تو ان پر مذکورہ بالا تبصرے میں بہت سے مسیحی فضلا بھی ہمارے ساتھ شریک ہیں۔ ڈاکٹر یوہناس ویس (Dr. Johannas Weiss) اپنی کتاب "Paul and Jesus" میں لکھتے ہیں:

"The faith in christ as held by Paul was something new in comparison with the preachings of Jesus, it was a new type of religion." (122/A)

''حضرت عیسیٰ کے متعلق پولس کا عقیدہ حضرت یسوعؑ کی تعلیمات کے مقابلے میں ایک نئی چیز تھی یہ ایک نئی قسم کا مذہب تھا''۔ میئر آرنلڈ (Mayor Arnold) کسی زمانے میں زیورچ یونیورسٹی میں دینیات کے پروفیسر تھے انہوں نے اپنی کتاب ''Jesus or Paul?'' میں صاف اعتراف کیا ہے کہ اگر عیسائیت سے ہم یہ مراد لیں کہ حضرت عیسیٰ (یسوع) کا وجود آسمانی تھا اور آپ نے ایک دوشیزہ کے بطن سے پیدا ہو کر انسانی لبادہ اس لئے اوڑھا تھا کہ صلیب پر جان دے کر اپنے خون کے ذریعے نوع انسانی کے گناہ کا کفارہ ادا کریں......

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"If this is Chirstianity, then such christianity was founded by St. Paul and not by our Lord. (122/B)

''اگر یہی عیسائیت ہے تو یہ ایسی عیسائیت ہے جس کی بنیاد سینٹ پال (پولس) نے رکھی تھی نہ کہ ہمارے آقا (یسوع مسیح) اس کے بانی تھے۔'' اسی طرح کے متعدد مسیحی اہل علم کا تذکرہ مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ نے بھی مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی مشہور و معروف کتاب اظہار الحق کے اردو ترجمے کے شروع میں ''عیسائیت پر ایک تحقیقی نظر'' کے نام سے مقدمے میں کیا ہے اور مذکورہ بالا مضمون کی تیاری میں دیگر مآخذ ومصادر کے علاوہ ہم نے اس سے بھی استفادہ کیا ہے۔

۱۵۔ بائبل اور قرآن کریم کے بعض مضامین کا تقابلی جائزہ

یہ جائزہ واضح کرتا ہے کہ بائبل کی تعلیم غیر معقول اور غیر متوازن ہے اس لئے اسے محرف مانے بغیر چارہ نہیں جبکہ قرآن کریم کے مضامین عقلِ سلیم کے تقاضوں اور عملی زندگی کے مسائل وضروریات سے پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔ اس کی تعلیم میں اعتدال وتوازن، نرمی اور شائستگی، عظمت اور وقار ہے۔ اس میں ہرگز تضادات واختلافات نہیں ملیں گے۔

۱۔ زیر نظر سلسلۂ مضامین میں ''بائبل میں ناقص تصور الوہیت'' کے عنوان کے تحت بتایا جاچکا ہے کہ بائبل کے بہت سے مضامین میں خدا کی سخت توہین کی گئی ہے۔ بائبل کا خدا چھے دنوں میں آسمان وزمین کو پیدا کرکے (معاذ اللہ) تھک جاتا ہے اور اسے تازہ دم ہونا پڑتا ہے اسے (معاذ اللہ) نیند بھی آتی ہے وہ حضرت یعقوب سے (معاذ اللہ) کشتی لڑتا ہے اور مغلوب ہوجاتا ہے۔ اسرائیلی انبیاء خدا سے بار بار (معاذ اللہ) شکوہ کرتے نظر آتے ہیں کہ تو جاگتا کیوں نہیں ہے؟ خدا کو اس دنیا میں بمطابق بائبل لوگوں نے دیکھا بھی ہے۔ وہ اپنے نیک بندوں کی دعاؤں پر بھی (معاذ اللہ) بہرہ رہتا ہے وہ (معاذ اللہ) قسم کھا کر جو وعدہ کرے اسے بھی توڑ دیتا ہے۔ وہ (معاذ اللہ) پچھتاتا بھی ہے وہ (معاذ اللہ) نبیوں کو فریب بھی دیتا ہے اور ان کے منہ میں (معاذ اللہ) گمراہ کرنے والی روح بھی ڈال دیتا ہے وغیرہ من الخرافات۔ ہم مذکورہ عنوان کے تحت ان سب لغو باتوں کو باحوالہ واضح کرچکے ہیں۔ اس کے برعکس قرآن کریم کی پہلی سورت سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت کے پہلے دو کلمے ''الحمدللہ'' نے ہی ان تمام خرافات کی جڑ کاٹ دی ہے۔ الحمدللہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام کمالات کا مالک ہے۔ ظاہر ہے جو تمام کمالات کا مالک ہو وہ ہر نقص

اور ہر کمزوری سے لازماً پاک بھی ہوگا چنانچہ مثلاً سورہ الصافات میں ہے سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ O وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ O وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O (۱۲۳/الف) ''تیرا عزت کا مالک رب ان تمام عیوب سے پاک ہے جو وہ (یہود و نصاریٰ اور مشرکین اس کے لئے) بیان کررہے ہیں اور (اللہ کے) پیغمبروں پر سلام ہو اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں''۔ سورۃ ق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو چھے دنوں میں پیدا کیا لیکن ہمیں کوئی تھکاوٹ نہیں ہوئی تھی (۱۲۳/ب) سورہ فاطر میں ہے کہ اللہ ایسا نہیں ہے کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اسے عاجز کرسکے وہ صاحب علم وقدرت ہے (۱۲۳/ج) سورہ بقرہ کی آیت الکرسی میں ہے ''اسے نہ نیند آتی ہے اور نہ ہی وہ اونگھتا ہے'' اور اسی آیت میں ہے کہ جو کچھ لوگوں کے سامنے ہے اور جو کچھ ان سے پوشیدہ ہے وہ سب سے باخبر ہے اور اللہ کی مشیت کے بغیر کوئی ایسا نہیں جو اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ کرے اور اسی آیت میں ہے کہ آسمانوں اور زمین کی حفاظت وہی کرتا ہے وہ اس حفاظت سے تھک نہیں جاتا اور وہ بہت بلند اور باعظمت ہے (۱۲۴/الف) سورہ آل عمران میں ہے کہ آسمان اور زمین میں کوئی بھی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے (۱۲۴/ب) سورۃ یونس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ (خود اس کی نافرمانی کرکے) اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں (۱۲۴/ج) سورۂ نساء میں ہے کہ اللہ ذرہ بھر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا بلکہ اگر کسی نے نیکی کی ہو تو وہ اسے بڑھا چڑھا دیتا ہے اور اپنی طرف سے بہت بڑا اجر عطا فرماتا ہے (۱۲۵/الف) سورۂ شوریٰ میں ہے کہ (مخلوقات میں) کوئی چیز بھی اس کی مانند نہیں اور وہ خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے (۱۲۵/ب) سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میرے بندے میرے بارے میں (اے پیغمبر) تجھ سے پوچھیں تو انہیں بتادیجئے کہ میں ان سے قریب ہوں میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارے، تو لوگوں کو چاہئے کہ وہ میری فرماں برداری کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ نیک راستہ پائیں (۱۲۵/ج) سورہ نمل میں ہے کہ بھلا کون پریشان حال کی دعا کو سنتا ہے اور تکلیف کو دور کرتا ہے اور تمہیں زمین میں پچھلوں کا جانشین بناتا ہے؟ بھلا اللہ کے ساتھ (تمہارا) کوئی اور معبود بھی ہے؟ مگر تم بہت کم غور کرتے ہو (۱۲۶/الف) سورہ اخلاص میں ہے کہ نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ ہی وہ کسی سے جنا گیا ہے (۱۲۶/ب) سورہ بقرہ میں ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد اختیار کی وہ اس عیب سے پاک ہے بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اسی کا ہے۔ سب کے سب اس کے سامنے عاجز ہیں وہ آسمانوں اور زمین کا بغیر کسی پیشگی نمونے کے پیدا کرنے والا ہے اور وہ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتا ہے (۱۲۶/ج) [illegible]

میں ہے کہ یہود ونصاریٰ یہ (غلط) کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے (ہر حال میں خواہ کفر پر اور رسالت محمدیہ کے انکار پر ڈٹے بھی رہیں تو بھی) پیارے ہیں (اے پیغمبر!) تو (ان سے) پوچھ کہ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں پر عذاب کیوں دیتا رہا ہے؟ بلکہ تم بھی دوسرے انسانوں ہی کی طرح ہو جو اس نے پیدا کئے ہیں وہ جسے چاہتا ہے بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے (اس کے گناہوں پر اسے) عذاب دیتا ہے اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان موجود ہے، سب پر اسی کی حکومت ہے اور اسی کی طرف (سب ہی کو) لوٹ کر جانا ہے (۱۲۷/ الف) سورہ آل عمران میں ہے کہ بے شک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا (۱۲۷/ ب) سورہ انبیاء میں ہے کہ اللہ جو کچھ کرتا ہے اس کے متعلق اس سے پوچھا نہیں جائے گا لیکن لوگوں سے (ان کے اعمال کے بارے میں (پوچھا جائے گا (۱۲۷/ ج) بائبل کی بعض فحش تمثیلات کے برعکس قرآن کریم میں کچھ لوگوں کی بدعملیوں اور ان کے انجام کو بیان کرنے کے لئے جو مثالیں بیان فرمائی گئی ہیں ان کا انداز بیان نہایت مؤثر اور دلوں میں اللہ کی عظمت اور اس کے خوف کو بیدار کرنے والا ہے۔ مثلاً سورہ حج میں ہے ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے غور سے سنو تم اللہ کے سوا جن کو بھی (اپنا کارساز اور حاجت روا) سمجھ کر پکارتے ہو وہ اگر سارے اکٹھے بھی ہو جائیں تو ہرگز ہرگز ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکیں گے اور اگر مکھی ان سے کچھ چھین کر لے جائے تو وہ اسے اس سے واپس نہیں لے سکیں گے (اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے) مانگنے والے بھی کمزور اور جس سے مانگا جا رہا ہے وہ بھی کمزور، ان (مشرکین) نے اللہ کی قدر نہ پہچانی جیسے پہچاننی چاہئے تھی بے شک اللہ قدرت والا اور غالب ہے (۱۲۸/ الف) سورہ نحل میں ہے کہ اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے کہ ہر طرح امن اور چین سے رہتی تھی ہر طرف سے رزق بافراغت چلا آتا تھا مگر ان لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کے اعمال کے سبب انہیں بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر (ناشکری کا) مزہ چکھا دیا (۱۲۸/ ب) سورہ حم سجدہ میں ہے کہ قوم عاد نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے؟ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس نے انہیں پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بڑھ کر ہے اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے تو ہم نے ان پر منحوس دنوں میں تیز ہوا چلائی تا کہ ہم انہیں دنیوی زندگی میں (بھی) ذلت کا عذاب چکھا دیں اور آخرت کا عذاب تو کہیں زیادہ رسوا کن ہے اور وہاں ان کی کوئی مدد نہ کی جائے گی اور قوم ثمود (کا حال یہ ہے کہ) ہم نے انہیں سیدھا راستہ دکھایا تو انہوں نے ہدایت کے مقابلے میں اندھا رہنا پسند کیا تو ان کے اعمال کی سزا میں ذلیل کر دینے والے عذاب کی کڑک نے انہیں آ پکڑا (۱۲۸/ ج) اللہ تعالیٰ نے بے ہودہ تمثیلوں سے قرآن کریم کی سورہ نحل میں یوں منع فرمایا ہے کہ (اے لوگو) سو تم اللہ کے

بارے میں مثالیں نہ بنایا کرو بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ بائبل کا خدا صرف بنی اسرائیل کا خدا ہے جبکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کو رب العالمین ''سب جہانوں کا پروردگار'' اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین ''سب جہانوں کے لئے رحمت'' اور قرآن کریم کو ذکریٰ للعالمین ''سب جہانوں کے لئے نصیحت'' قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ زیر نظر مضامین میں ''بائبل میں ناقص تصور رسالت'' بائبل اور توہین انبیاء'' بائبل میں نبوت کی گرم بازاری'' ''اناجیل میں حواریوں کی توہین'' اور حضرت عیسیٰ کے متعلق مضامین میں مذکور ہو چکا ہے کہ بائبل میں حضرت نوح، حضرت لوط، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام جیسے جلیل القدر انبیاء کی سخت توہین کی گئی ہے اور ان پر شرم ناک الزامات لگائے گئے ہیں۔ منصب نبوت کو کھیل تماشا بنایا گیا ہے نبوت گویا ایک پیشہ تھا جسے خواتین بھی اپنا لیتی تھیں وغیرہ من الخرافات۔ قرآن کریم نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے صحیح مقام و مرتبہ سے لوگوں کو روشناس کرایا ہے مثلاً سورہ انعام میں ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا کئے اور سب کو ہدایت دی اور پہلے نوح کو بھی ہدایت دی تھی اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو بھی (ہم نے ہدایت دی) اور ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی (ہم نے ہدایت دی) اور یہ سب نیکوکار تھے اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو بھی (ہم نے ہدایت دی) اور ان سب کو ہم نے دنیا کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی۔ اور ان کے باپ دادوں اور ان کی اولادوں اور ان کے بھائیوں میں سے بھی بعض کو (ہم نے منصب نبوت پر فائز کیا تھا) اور انہیں برگزیدہ بھی کیا تھا اور انہیں سیدھے راستے پر بھی چلایا تھا۔ (۱۲۹/الف) سورہ انبیاء میں ہے کہ ہم نے اس (ابراہیم) کو اسحاق اور مزید برآں یعقوب عطا کیا اور سب ہی کو نیک بنایا اور انہیں (لوگوں کا) پیشوا بنایا کہ وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ان پر نیک کام کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی ہم نے بھیجی اور وہ ہماری عبادت کیا کرتے تھے (۱۲۹/ب) اور سورہ مریم میں ہے کہ (اے پیغمبر) تو کتاب میں موسیٰ کا بھی ذکر کر بے شک وہ ہمارا برگزیدہ اور پیغمبرِ مرسل تھا اور ہم نے اسے طور کی داہنی طرف پکارا اور باتیں کرنے کے لئے نزدیک بلایا اور اپنی رحمت سے اسے اس کا بھائی ہارون (بطور نبی) عطا کیا (۱۲۹/ج) اور سورہ طٰہٰ میں ہے کہ ہارون نے ان (بچھڑے کی پوجا کرنے والوں) سے پہلے ہی یہ کہہ دیا تھا کہ لوگو! اس سے صرف تمہاری آزمائش کی گئی ہے اور بے شک تمہارا رب تو رحمان ہے اس لئے تم میری پیروی کرو اور میرا کہا مانو وہ کہنے لگے کہ جب تک موسیٰ ہمارے

پاس (کوہ طور سے) واپس نہ آئے ہم تو اس (بچھڑے کی پوجا) پر قائم رہیں گے۔ (۱۳۰/ الف) یعنی بنی اسرائیل کی اس گوسالہ پرستی میں حضرت ہارونؑ نے انہیں منع فرمایا تھا لیکن وہ اپنی ضد پر قائم رہے جبکہ بمطابق بائبل انہوں نے (معاذ اللہ) خود سونے کا بچھڑا تیار کر کے اس کے لئے قربان گاہ تعمیر کرائی تھی۔ سورہ صافات میں ہے کہ ہم نے ان دونوں (موسیٰ اور ہارون) کو روشن کتاب (تورات) دی اور انہیں سیدھی راہ پر چلایا اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکرِ خیر چھوڑا کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو بے شک ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ (۱۳۰/ ب) سورہ نمل میں ہے کہ ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم بخشا اور انہوں نے کہا سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی (۱۳۰/ ج) سورہ ص میں ہے کہ ہم نے اس (داؤد) کی حکومت کو مستحکم کیا اور اسے حکمت عطا فرمائی اور (خصومت کی) بات کا فیصلہ کرنا سکھایا (۱۳۱/ الف) اور اسی سورہ ص میں ہے کہ (اے پیغمبر) یہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کر اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کر جو صاحب قوت تھا بے شک وہ (اللہ کی طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا (۱۳۱/ ب) اور اسی سورہ ص میں حضرت ایوبؑ کے متعلق ہے کہ ہم نے اسے صبر کرنے والا پایا بہت خوب بندہ تھا بے شک وہ (اللہ کی طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا (۱۳۱/ ج) یعنی بائبل میں مذکور حضرت ایوبؑ کی دعا سے جو بے صبری ظاہر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے جس گلے شکوے کا تاثر ملتا ہے وہ قطعاً غلط بیانی ہے۔ بائبل کے نئے عہد نامے میں حضرت عیسیٰ پر بہتان لگایا گیا ہے کہ وہ (معاذ اللہ) اپنی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ سے درشت گوئی سے پیش آتے تھے اور حواریوں مثلاً سب سے بڑے حواری شمعون پطرس کو (معاذ اللہ) شیطان اور دوسرے سب حواریوں کو بھی بعض اوقات کم اعتقاد، اور کج رو قرار دیتے تھے۔ لوگوں سے بھی ان کا رویہ (معاذ اللہ) اچھا نہیں تھا اور یہ کہ حضرت عیسیٰ لوگوں کو ان کے گناہ سے نجات دلانے کے لئے (معاذ اللہ) خود ملعون بنے تھے اور یہ کہ ان کی سخت توہین کی گئی تھی ان کے مکے مارے گئے تھے ان کے منہ پر تھوکا گیا تھا ان کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا گیا تھا، انہیں کوڑے لگائے گئے تھے اور بالآخر وہ نہایت بے بسی کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے (معاذ اللہ) یہ شکایت کرتے ہوئے مصلوب ہو گئے کہ اے میرے خدا، اے میرے خدا، تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا وغیرہ من الخرافات۔ قرآن کریم نے اس طرح کے تمام تاثرات کی بھرپور نفی کی ہے۔ مثلاً سورہ مریم میں حضرت عیسیٰ کا قول یوں مذکور ہے کہ آپ نے (لوگوں سے) کہا بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے اور میں جہاں (اور جس حال میں بھی) ہوں مجھے اس نے برکت والا بنایا ہے اور اس نے مجھے جب تک میں

(زمین پر) زندہ رہوں نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے اور مجھے اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا بنایا ہے اور سرکش و بدبخت نہیں بنایا اور جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا مجھ پر (اللہ کا) سلام ہے (۱۳۲/ الف) سورہ زخرف میں ہے کہ جب عیسیٰ نشانیاں لے کر آیا تو اس نے (بنی اسرائیل سے) کہا کہ میں تمہارے پاس دانائی لے کر آیا ہوں اور تا کہ میں تم پر بعض وہ باتیں واضح کر دوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو بے شک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو تم اسی کی عبادت کرو بے شک یہی سیدھا راستہ ہے پھر کتنے فرقے ان میں پھٹ گئے سو ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب سے تباہی و بربادی ہے (۱۳۲/ ب) سورہ مائدہ میں ہے کہ بلاشبہ وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ مریم کا بیٹا (عیسیٰ) مسیح خود اللہ ہے حالانکہ مسیح نے یہ کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل، اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی اور تمہارا بھی رب ہے بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو بلاشبہ اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ بلاشبہ ان لوگوں نے (بھی) کفر کیا جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں تیسرا ہے حالانکہ ایک معبود (اللہ) ہی دراصل معبود ہے اور اگر وہ لوگ ان باتوں سے باز نہ آئے تو ان میں جو کافر ہیں انہیں ضرور بالضرور دردناک عذاب لاحق ہوگا (۱۳۲/ ج) سورہ حدید میں ہے کہ پھر ہم نے انہی کے قدموں پر (اور) پیغمبر بھیجے اور ان کے پیچھے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا اور اسے ہم نے انجیل دی اور جن لوگوں نے اس کی پیروی کی ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور مہربانی ڈال دی (۱۳۳/ الف) اس نعمت سے حضرت عیسیٰ کے پیروکار صدیوں تک بہرہ مندر ہے چنانچہ سورہ مائدہ میں ہے کہ (اے پیغمبر) تو مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے میں یہودیوں اور (بت پرست) مشرکوں کو پائے گا اور ان (مسلمانوں) سے سب سے زیادہ محبت کرنے میں ان لوگوں کو پائے گا جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں وجہ یہ ہے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے اور جب وہ اس کتاب کو سنتے ہیں جو (سب سے بعد میں آنے والے) پیغمبر (محمد) پر نازل ہوئی تو تو دیکھتا ہے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے حق بات پہچان لی (اور) وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے سو تو ہمیں (حق کی) گواہی دینے والوں میں لکھ لے (۱۳۳/ ب) سورہ آل عمران میں ہے کہ (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب فرشتوں نے مریم سے کہا بے شک اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمے کی خوشخبری دیتا ہے، جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا اور جو دنیا اور آخرت میں باوقار اور (اللہ) کے مقرب بندوں میں سے ہوگا (۱۳۳/ ج) اور اسی سورہ آل عمران میں ہے کہ جب عیسیٰ نے ان لوگوں سے کفر محسوس کیا تو اس

نے (لوگوں سے) کہا اللہ کے لئے میرا مددگار کون ہوگا؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور (اے عیسیٰ) تو گواہ رہ کہ ہم مسلم (فرماں بردار) ہیں (۱۳۴/ الف) اور سورہ نساء میں ہے کہ (یہودی) یہ کہنے کے سبب (ملعون ہوئے) کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو جو اللہ کا رسول (کہلاتا) تھا قتل کر دیا حالانکہ انہوں نے نہ ہی اسے قتل کیا اور نہ ہی سولی دی بلکہ ان کو شبے میں ڈال دیا گیا ار جو لوگ اس (عیسیٰ) کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ اس کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کے پاس اٹکل کی پیروی کے سوا کوئی علم نہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے (۱۳۴/ ب) اور سورہ آل عمران میں ہے کہ عیسیٰ کی مثال بے شک آدم کی مثال کی طرح ہے کہ اس نے اسے مٹی سے پیدا کیا پھر اسے کہا ہو جا تو وہ (زندہ انسان) ہو گیا (۱۳۴/ ج) سورہ صف میں ہے کہ اے ایمان والو، اللہ کے (دین کے) مددگار ہو جاؤ جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے پوچھا تھا کہ اللہ کی خاطر کون لوگ میرے مددگار (بنتے) ہیں تو حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں (۱۳۵/ الف) ہمارے مسیحی بھائی قرآنی مضامین کا بائبل کے مضامین سے تقابل کر کے انصاف سے کام لیں اور بتائیں کہ حضرت عیسیٰ، ان کی والدہ حضرت مریم، ان کے حواریوں اور ان کے سلسلے کے بزرگ اسرائیلی انبیاء علیہم السلام وغیرہ کا احترام قرآن نے کیا ہے یا بائبل نے؟ اگر اہل کتاب صحیح فیصلہ کر پائیں تو انہیں اس قرآن کی اور جس پر یہ قرآن اترا ہے اس کی ناقدری نہیں کرنی چاہئے۔

۳۔ زیر نظر مضامین میں ''بائبل اور دہشتگردی'' کے عنوان کے تحت مذکور ہو چکا ہے کہ بمطابق بائبل جنگوں میں نہ صرف مردوں عورتوں بچوں، اور بوڑھوں کو نہایت ہی سفاکی اور بیدردی سے قتل کیا جاتا تھا بلکہ اس سفاکی اور غارتگری سے حیوانات گھوڑے گدھے گائے بیل بھیڑ بکری تک محفوظ نہیں تھے فصلوں کو اجاڑ دیا جاتا تھا اور مکانات کو تباہ کر دیا جاتا تھا اگر عورتوں کو زندہ بھی چھوڑا جاتا تھا تو صرف کنواری لڑکیوں کو اور انہیں اپنے گھروں میں ڈال لیا جاتا تھا اور یہ دہشتگردی صرف اور صرف ریاستی اور جارحانہ دہشت گردی تھی جس کا واحد مقصد انسانی نسل کشی اور حیوان کشی کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ ایسی وحشیانہ تعلیم ہرگز ہرگز حضرت موسیٰ اور دیگر اسرائیلی انبیاء علیہم السلام کی نہیں ہو سکتی۔ اس کے برعکس قرآن کریم میں مثلاً سورہ بقرہ میں ہے کہ (اے مسلمانو) تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے جنگ لڑتے ہیں اور (ان پر ناحق) زیادتی نہ کرو بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور (اگر تمہارے دشمن تم پر زیادتی سے باز نہ آئیں تو) تم انہیں جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں وہاں سے نکال باہر کرو جہاں سے انہوں نے

تمہیں (ناحق) نکالا تھا اور فتنہ (وفساد) تو قتل (اور خونریزی) سے بھی بڑھ کر ہے اور ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ (ان کی) شرارت ختم ہو جائے اور دین اللہ کا ہو جائے اور اگر وہ (فتنہ وفساد سے) باز آجائیں تو ظالموں کے سوا کسی اور پر زیادتی درست نہیں (۱۳۵/ب) دیکھئے ان آیات میں مدافعتی جنگ کا حکم دیا گیا ہے اور ساتھ ہی سخت تاکید کردی گئی ہے کہ دشمن پر زیادتی نہیں ہونی چاہئے صرف ظالموں کی گوشمالی مقصود ہے جنہوں نے مسلمانوں کو ان کے گھر (مکہ مکرمہ) سے ناحق نکالا تھا تاکہ فتنہ ختم ہو جائے یعنی فتنہ جو اور شریر لوگوں کا استیصال ہو جائے اور اللہ کا دین ان لوگوں کی طرف سے لاحق ہر طرح کے خطرات سے محفوظ و مامون ہو جائے غور کیجئے آیت میں حتی لاتکون فتنۃ کہا گیا ''حتی لایکون کفر'' نہیں کہا گیا یعنی فتنے اور شرارت کو ختم کرنا مقصود ہے بذاتِ خود کفر کو زبردستی مٹانا مقصود نہیں۔ یہاں لفظ ''فتنہ''، فساد اور شرارت کے معنی میں ہے ''آزمائش'' کے معنی میں نہیں۔ سورہ حج میں مظلوم مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ ان (مسلمانوں) کو جن سے (ناحق) جنگ کی جاتی ہے (اپنی مدافعت میں) لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بے شک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے گھروں سے (ناحق) نکالا گیا۔ (ان کا کوئی قصور نہ تھا) مگر یہی کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو لوگوں کے ذریعے (بذریعہ قتال) نہ روکے تو (راہبوں کی) خانقاہیں اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مساجد گرائی جا چکی ہوتیں جن میں اللہ کا نام لیا جاتا ہے اور جو شخص اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے اللہ ضرور بالضرور اس کی مدد کرے گا بے شک اللہ طاقتور (اور) غالب ہے (۱۳۵/ج) اس سے بھی معلوم ہوا کہ اپنی مدافعت اور ظالم کے ظلم سے بچنے کے لئے اور مفسدوں سے عبادت گاہوں کو محفوظ رکھنے کے لئے مسلمانوں کو شرپسند اور فتنہ جو لوگوں کے خلاف قتال کی اجازت دی گئی ہے یہاں معاشرے کی تخریب نہیں بلکہ تعمیر و بقا اور امن کا قیام مقصود ہے۔ سورہ توبہ میں ہے کہ جب حرمت والے مہینے (بھی) گزر جائیں تو تم مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور انہیں گھیرو اور گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھے رہو پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کی راہ چھوڑ دو بے شک اللہ نہایت بخشنے والا بہت مہربان ہے (۱۳۶/الف) اسی سورہ توبہ میں ہے کہ یہ کیا کیفیت ہے اگر ان (تمہارے دشمنوں) کو تم پر غلبہ حاصل ہو جائے تو یہ تمہارے بارے میں نہ تو کسی قرابت کا لحاظ کریں گے اور نہ ہی کسی (امن کے) معاہدے کی پاسداری کریں گے۔ یہ تمہیں اپنے منہ (کی باتوں) سے (دھوکہ دینے کے لئے) خوش کرتے ہیں مگر ان کے دل (تمہارے ساتھ پرامن طریقے سے رہنے۔سے) انکاری ہیں اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں (۱۳۶/ب)۔ ان آیات سے

واضح ہے کہ فتنہ جو اور مفسد گو بہ ظاہر مغلوب ہو چکے ہیں لیکن سابقہ تجربات اور حالیہ قرائن وشواہد سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ان لوگوں کو ذرا سی بھی مہلت ملے اور تم پر غلبہ حاصل ہو جائے تو یہ ہرگز امن پسند ثابت نہیں ہوں گے اس لئے مدینے کی نوزائیدہ اسلامی ریاست کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ سالہا سال تک مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے اور ان سے قتل وقتال کرنے والے مشرکین کو جواب مٹھی بھر ہیں جزیرۃ العرب میں برداشت نہ کیا جائے اس لئے انہیں چار ماہ کی مہلت دی گئی اس کے بعد حرمت والے مہینے آئے تو یہ مدت از خود بڑھ گئی اور کوئی نو مہینوں کے بعد بچے کچھے مشرکین کے خلاف جنگ کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کی زیر امارت دو سرایا یمن میں بھیجے یہ ربیع الاول ۱۰ ہجری قمریہ شمسی بمطابق رمضان ۱۰ ہجری قمری کا مہینہ تھا۔ ان لوگوں کو طویل مدت دی گئی کہ گو انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا لیکن بحالتِ کفر وہ جزیرۃ العرب میں مستقل قیام نہیں رکھ سکتے۔ مشرکین سے یہ اعلانِ برأت سال ۹ ہجری قمری میں حج کے موقع پر کیا گیا تھا اس وقت قریشِ مکہ اسلام قبول کر چکے تھے۔ اعلانِ برأت کا بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ اگلے سال ۱۰ ہجری قمری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر امارت ہونے والے حجۃ الوداع میں مشرکین ساتھ شامل نہ ہوں۔ الغرض اسلام میں قتال فی سبیل اللہ یا تو اپنی حفاظت اور مدافعت میں ہے یا فتنہ جو مفسدوں کے خلاف ہے خواہ وہ فی الحال فتنے اور شرارت کو پھیلا رہے ہوں یا قوی قرائن کی بنا پر ان سے ایسا خطرہ محسوس کیا جا رہا ہو یعنی مدافعتی قتال کی طرح اقدامی قتال بھی فتنے کی سرکوبی کے لئے ہے امن پسند لوگوں کے خلاف ہرگز نہیں چنانچہ سورہ ممتحنہ میں ہے کہ اللہ تم (مسلمانوں) کو ان لوگوں سے بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، اللہ تو انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تمہیں انہی لوگوں سے دوستی کرنے سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالے جانے پر (ظالموں کی کسی بھی طریقے سے) مدد کی (مثلاً بعد میں ان ظالموں کا ساتھ دیتے ہوئے عرب قبائل نے غزوہ خندق کے موقع پر تم پر چڑھائی کی) اور جو شخص ایسے (ظالم) لوگوں سے دوستی رکھے تو یہ (دوستی رکھنے والے خود بھی) ظالم ہیں۔ (۱۳۶/ ج)۔

خلفائے راشدینؓ کے دور میں رومیوں اور ایرانیوں سے یہ کہا گیا تھا کہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں اگر وہ شبہات کا ازالہ چاہتے ہیں اور اسلام کو سمجھنا چاہتے ہیں تو ہم اپنے مبلغین کے ذمہ یہ کام لگائے دیتے ہیں پھر اگر تم بہ خوشی اسلام قبول کر و تو تم ہمارے دینی بھائی ہو جاؤ گے، ہمارے ہاں کوئی نسلی

اور طبقاتی تقسیم نہیں اور تمہارے علاقوں اور اموال پر قبضہ کرنے کا ہمیں کوئی شوق نہیں لیکن اگر تم ایسا نہیں کرتے تو کچھ معمولی رقم بطور جزیہ ہمیں ادا کرتے رہو جس سے یہ سمجھا جائے گا کہ تمہارے ہمارے خلاف کوئی جارحانہ عزائم نہیں ہیں ورنہ جنگ ہوگی۔ روم وایران کے مطلق العنان بادشاہ اکثر وبیشتر ظالم وجابر اور نہایت متکبر ہوا کرتے تھے۔ اپنی رعایا کو انہوں نے طبقاتی اور نسلی امتیاز کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ شخصی آزادیاں مسلوب تھیں۔ جب ان اقوام کا اسلام اور مسلمانوں سے کھلا رابطہ ہوا تو لاتعداد لوگوں نے اسلام کی خوبیوں اور اس دور کے مسلمانوں کے اعلیٰ اخلاق اور مشفقانہ طرز عمل سے متاثر ہوکر اسلام قبول کیا۔ اسلام کبھی تلوار کے زور سے نہیں پھیلا قرآن کریم میں ہے لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْتَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ (۱۳۷/الف) ''دین میں کوئی زبردستی نہیں (کیونکہ) ہدایت بلاشبہ گمراہی سے (محکم اور مضبوط دلائل کی بنا پر) ممتاز ہوچکی ہے'' اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہوتا تو آج مادری عربی زبان بولنے والے عیسائی موجود نہ ہوتے۔ سپین (اندلس) میں مسلمانوں نے سینکڑوں برس حکومت کی اگر وہاں تلوار کے زور سے اسلام پھیلایا گیا ہوتا تو شاید آج صورت حال مختلف ہوتی لیکن اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ جب عیسائیوں نے مسلمانوں سے یہ ملک چھین لیا تو وہاں کسی بھی مسلمان کو برداشت نہیں کیا گیا۔ برصغیر میں مسلمان کوئی ہزار برس تک حکمران رہے اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہوتا تو برصغیر میں مسلمان بحیثیت مجموعی آج شاید اقلیت میں نہ ہوتے۔ انڈونیشیا اور ملائیشیا کے علاقوں پر مسلمانوں نے کبھی چڑھائی نہیں کی وہاں کے لوگ تلوار کے زور سے اسلام نہیں لائے۔ دنیا بھر میں اسلام قبول کرنے والوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے وہ کسی بھی جبر وتشدد کے زیر اثر اسلام قبول نہیں کرتے۔

۴۔ غلاموں اور لونڈیوں کے سلسلے میں بائبل کی کتاب استثناء کی ایک عبارت یوں ہے ''اور اب دیکھ ہم (یعنی جبعون کے باشندے) تیرے ہاتھ میں ہیں جو کچھ تو ہم سے کرنا بھلا اور ٹھیک جانے سو کر۔ پس ان سے ویسا ہی کیا اور بنی اسرائیل کے ہاتھ سے ان کو ایسا بچایا کہ انہوں نے ان کو قتل نہ کیا۔ اور یشوع نے اسی دن ان کو جماعت کے لئے اور اس مقام پر جسے خداوند خدا خود چنے اس کے مذبح کے لئے لکڑہارے اور پانی بھرنے والے مقرر کیا جیسا آج تک ہے'' (۱۳۷/ب) اور کتاب یسعیاہ میں ہے ''خداوند یوں فرماتا ہے کہ وہ خوجے (یعنی خصی لوگ) جو میرے سبتوں (یعنی سنیچر کے دنوں) کو مانتے ہیں ان کاموں کو جو مجھے پسند ہیں اختیار کرتے ہیں اور میرے عہد پر قائم رہتے ہیں میں ان کو اپنے گھر میں اپنی چار دیواری کے اندر ایسا نام ونشان بخشوں گا جو بیٹوں اور بیٹیوں سے بھی بڑھ کر ہوگا، میں ہر ایک کو ایک ابدی نام دوں گا جو مٹایا نہ جائے گا۔'' (۱۳۷/ج) کتاب یوشع کے مذکورہ مضمون سے معلوم ہوا کہ اسرائیلی

انبیاء علیہم السلام جنگی قیدیوں کو چاہتے تو غلام بنا لیتے تھے اور ان سے کام لیتے تھے اور کتاب یسیعاہ کے مضمون سے معلوم ہوا کہ اگر غلام ایمان اور اعمال صالحہ کی نعمت سے بہرہ مند ہوں تو وہ بھی خدا کے محبوب ہوں گے۔ ان مضامین کے پیش نظر غلاموں اور لونڈیوں کے سلسلے میں اہل کتاب کو مسلمانوں پر اعتراض کرنے کا قطعاً کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ قبل ازیں ''بائبل اور دہشت گردی'' کے عنوان کے تحت یہ بتایا جا چکا ہے کہ اسرائیلی حکمران اکثر و بیشتر جنگی قیدی تو ایک طرف رہے عورتوں اور شیر خوار بچوں تک کو قتل کر ڈالتے تھے۔ صرف کنواری لڑکیوں کو لونڈیاں بناتے تھے اور شادی شدہ خواتین کو تہ تیغ کر ڈالتے تھے۔ اسلام میں یہ ظالمانہ تعلیم نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کوئی ایسا بین الاقوامی ادارہ نہیں تھا کہ اس دوطرفہ مسئلے کا پائیدار حل ڈھونڈا جاتا۔ آپ نے یک طرفہ کارروائی فرماتے ہوئے غلاموں اور لونڈیوں سے حتی الامکان حسن سلوک کی تاکید فرمائی بہت سے گناہوں کا کفارہ غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرنا قرار پایا ویسے بھی انہیں آزاد کرنے کی ترغیب دی گئی۔ غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو اسلام قبول کریں دوسرے مسلمان سلسلۂ اخوت میں انہیں اپنے برابر کا سمجھتے تھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیوی زندگی کے آخری لمحات کے کلمات میں آپ کا یہ فرمان بھی تھا الصلوٰۃ و ما ملکت ایمانکم ''نماز اور تمہارے زیردست غلام اور لونڈیاں (ان سب کا خیال رکھنا)'' (۱۳۸/ الف) بارہا ایسا بھی ہوا کہ جنگی قیدیوں کو کچھ فدیہ (مالی معاوضہ) لے کر چھوڑ دیا گیا جیسا کہ غزوہ بدر کے قیدیوں کو چھوڑا گیا تھا اور بعض اوقات بغیر فدیہ لئے بھی انہیں چھوڑا گیا جیسا کہ غزوہ مریسیع میں قیدیوں کو رہا کیا گیا تھا۔ غزوہ حنین و اوطاس کے جنگی قیدیوں کو بھی رہا کیا گیا۔ اسی طرح ایک سریے میں پکڑے جانے والے حضرت عدی بن حاتم کی قوم کے تمام جنگی قیدیوں کو نہ صرف بلا معاوضہ رہا کیا گیا بلکہ عدی بن حاتم کی بہن کو سواری کے لئے جانور بھی عطا کیا گیا (۱۳۸/ ب) بعد کے ادوار میں بالفرض غلاموں اور لونڈیوں کے معاملے میں کچھ لوگوں سے کوتاہیاں سرزد ہوئی ہوں تو اسلام پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ الجزائر میں مثلاً فرانسیسیوں نے جس درندگی اور وحشت کا بازار گرم کر رکھا تھا یا مثلاً امریکیوں نے اپنے ہم وطن حبشیوں کے ساتھ جو سلوک کیا تھا اور جس طرح ان کی نسل کشی روا رکھی تھی، کیا ہم اس کا الزام (معاذ اللہ) حضرت عیسیٰؑ یا ان کے مخلص حواریوں پر رکھ سکتے ہیں؟

۵۔ خواتین کی سماجی حیثیت کے متعلق بائبل کی کتاب خروج میں ہے ''اور اگر کوئی شخص اپنی لڑکی کو لونڈی ہونے کے لئے بیچ ڈالے تو وہ غلاموں کی طرح چلی نہ جائے'' (۱۳۸/ ج) یعنی جس طرح غلام کبھی اپنے مالک کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ یہ لڑکی ایسا نہ کرے۔ نئے عہد نامے میں تمتھیس کے نام خط میں

پولس لکھتا ہے ''اور میں اجازت نہیں دیتا کہ عورت سکھائے یا مرد پر حکم چلائے بلکہ چپ چاپ رہے۔ کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا اس کے بعد حوا۔ اور آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی''۔ (۱۳۹/ الف) اور اسی خط میں وہ مزید لکھتا ہے ''وہی بیوہ فرد میں لکھی جائے جو ساٹھ برس سے کم کی نہ ہو اور ایک شوہر کی بیوی ہوئی ہو۔ اور نیک کاموں میں مشہور ہو بچوں کی تربیت کی ہو پردیسیوں کے ساتھ مہمان نوازی کی ہو، مقدسوں کے پاؤں دھوئے ہوں.....'' (۱۳۹/ ب) کرنتھیوں کے نام خط میں یہی پولس لکھتا ہے ''اگر عورت اوڑھنی نہ اوڑھے تو بال بھی کٹائے اگر عورت کا بال کٹانا یا سر منڈانا شرم کی بات ہے تو اوڑھنی اوڑھے۔ البتہ مرد کو اپنا سر ڈھانکنا نہ چاہئے کیونکہ وہ خدا کی صورت اور اس کا جلال ہے مگر عورت مرد کا جلال ہے۔ اس لئے کہ مرد عورت سے نہیں بلکہ عورت مرد سے ہے۔ اور مرد عورت کے لئے نہیں بلکہ عورت مرد کے لئے پیدا ہوئی۔ پس فرشتوں کے سبب سے عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے سر پر محکوم ہونے کی علامت رکھے۔'' (۱۳۹/ ج)

ادھر عورت کی سماجی حیثیت کے متعلق قرآن کریم میں مثلاً سورہ بقرہ میں ہے کہ خواتین کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسا دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے البتہ مردوں کو (ان کی ذمے داریوں کی بنا پر) عورتوں پر ایک حد تک فضیلت حاصل ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے (۱۴۰/ الف) اور سورہ نساء میں ہے کہ تم ان عورتوں کے ساتھ اچھی طرح رہو بسو اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ اللہ نے اسی میں (تمہارے لئے) بہت بڑی بھلائی رکھی ہو (۱۴۰/ ب) اور سورہ آل عمران میں ہے کہ میں تم میں سے کسی بھی (اچھے) عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا خواہ مرد ہو یا عورت، تم ایک دوسرے کی جنس ہو (۱۴۰/ ج) اور سورہ احزاب میں ہے ''(اے پیغمبر!) اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دے کہ (باہر نکلا کریں) تو اپنے (چہروں) پر چادر لٹکا (کر گھونگھٹ نکال) لیا کریں۔ یہ امر ان کے لئے موجب شناخت (امتیاز) ہوگا تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے (۱۴۱/ الف) قرآن کریم کے مطابق شیطان نے صرف حوا ہی کو نہیں بلکہ حضرت حوا اور حضرت آدمؑ دونوں کو دھوکہ دیا تھا مثلاً سورہ بقرہ میں ہے کہ شیطان نے ان دونوں کو بہکایا اور ان دونوں کو اس (جنت) سے نکلوا دیا جہاں وہ تھے (۱۴۱/ ب) بائبل اور قرآن کی مذکورہ تعلیم کا تقابل کیجئے بمطابق بائبل ایک شخص اپنی بیٹی کو فروخت کر کے دوسرے کی لونڈی بنا سکتا ہے۔ عورت مرد کی اس لئے محکوم ہے کہ آدمؑ کو پہلے پیدا کیا گیا تھا اور حوا کو بعد میں، اور یہ کہ حوا نے دھوکہ کھایا تھا آدمؑ نے نہیں۔ اچھی بیوہ وہ عورت ہے جو دوسرے نیک کاموں کے

علاوہ بمطابق بائبل (غیرمحرم اوراجنبی) مقدسوں یعنی نیک لوگوں کے پاؤں بھی دھوتی رہی ہو۔عورت کوسر اس لئے ڈھانپنا چاہئے تاکہ وہ اس سے مرد کی محکوم ہونا ظاہر کرے جبکہ مرد اپنا سر ننگا رکھیں کیونکہ عورت مرد کے لئے پیدا کی گئی ہے نہ کہ مرد عورت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔اس کے برعکس قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس لحاظ سے برابر ہیں کہ ان میں سے کسی کے بھی نیک عمل کا اجر اللہ ضائع نہیں کرے گا چنانچہ اگر عورت کے نیک عمل مرد کے نیک عملوں سے بڑھ جائیں تو اللہ کے نزدیک عورت یقیناً مرد پر سبقت لے جائے گی مردوں کو عورتوں پر دنیا میں محض اپنے گھرانے کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے معمولی برتری حاصل ہے یہ محض انتظامی معاملہ ہے کیونکہ عورت کے نان ونفقہ اور بچوں کی کفالت کی پوری ذمہ داری مرد پر عائد ہوتی ہے۔ ہر گھرانہ چونکہ ایک سماجی ادارہ ہے لہٰذا کسی کو تو سربراہ ہونا چاہئے۔ یہ ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے اور ساتھ ہی اسے بیوی سے حسن سلوک کی تاکید بھی کی گئی ہے کہ بالفرض اگر بیوی کا مزاج پسند نہ ہو یا اس کی شکل وصورت میں مرد کے لئے زیادہ کشش نہ ہو وغیرہ تو مرد یہ سمجھے کہ بسا اوقات ہم ایک چیز کو اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اسی میں ہمارے لئے بہت بڑی بھلائی رکھی ہوتی ہے لیکن یہ بھی درست ہے کہ بعض ناگزیر حالات میں بیوی کو چھوڑے بغیر صورت حال بہتر نہیں ہوتی تو بیوی کو طلاق دینے اور اسی طرح بیوی کو بذریعہ عدالت یا خلع وغیرہ مرد سے طلاق حاصل کرنے کی اجازت بھی دی گئی ہے یوں دیگر امور کی طرح خاوند اور بیوی کے معاملات میں بھی اعتدال اور توازن کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ بائبل کی طرح قرآن کریم میں بھی عورتوں کو حجاب کا اور اپنے اوپر چادر اوڑھنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن قرآن کریم نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ اس سے عورت کی عزت وناموس کی حفاظت مقصود ہے نہ یہ کہ عورت کی اس بنا پر تحقیر مقصود ہے کہ بمطابق بائبل دھوکہ آدم نے نہیں بلکہ حوا نے کھایا تھا۔ بائبل میں عورت کے لئے حجاب کا حکم اس لئے ہے کہ وہ ایسا کرکے اپنے آپ کو مرد کا محکوم ظاہر کرے۔

۶۔عورتوں ہی کے متعلق بائبل کی کتاب استثناء میں ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو بدنام کرنے کے لئے اس پر تہمت لگائے کہ میں نے اسے کنواری نہیں پایا ہے ''تب اس لڑکی کا باپ اور اس کی ماں اس لڑکی کے کنوارے پن کے نشانوں کو اس شہر کے پھاٹک پر بزرگوں کے پاس لے جائیں...... پھر وہ چادر کو شہر کے بزرگوں کے آگے پھیلا دیں۔تب شہر کے بزرگ اس شخص کو پکڑ کر اسے کوڑے لگائیں۔...... پر اگر یہ بات سچ ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئے تو وہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازہ پر نکال لائیں اور اس کے شہر کے لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مرجائے...... (۱۴۱/ج)۔اس کے

برعکس قرآن کریم کی سورہ نور میں ہے کہ جولوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور خود ان کے سوا ان کے گواہ نہ ہوں تو ایسے ہر (خاوند) کی شہادت یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ بے شک وہ سچا ہے اور پانچویں (مرتبہ) یہ گواہی دے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور عورت سے سزا کو یہ بات ٹال سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ (یعنی اس کا خاوند) جھوٹا ہے اور (پانچویں) مرتبہ یہ گواہی دے کہ اگر وہ (یعنی اس کا خاوند) سچا ہو تو اس (یعنی بیوی) پر اللہ کا غضب ہو (۱۴۲/الف) نیز اسی سورہ نور میں ہے کہ جولوگ پاک دامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور اس پر چار (عادل) گواہ پیش نہ کر پائیں تو ایسے لوگوں کو اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی ان کی کوئی شہادت قبول نہ کرو اور یہی بدکردار ہیں (۱۴۲/ب) نیز اسی سورہ نور میں ہے کہ جولوگ پاک دامن (برے کاموں سے) بے خبر ایماندار عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت دونوں میں ملعون ہیں اور ان کے لئے سخت عذاب ہوگا (۱۴۲/ج)

بائبل اور قرآن کریم کی مذکورہ تعلیم کا تقابل کیجئے، بمطابق بائبل عورت کے کنوار پن کو ثابت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ شب عروسی کی چادر شہر کے بزرگوں کے سامنے پھیلا دی جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ حضرت موسیٰ کی تعلیم نہیں ہوسکتی۔ یہ تو کھلی بے شرمی ہے قرآن کریم کی سورہ اعراف میں ہے کہ جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اس پر پایا ہے اور اللہ نے اس کا ہمیں حکم دے رکھا ہے (اے پیغمبر) تو کہہ دے کہ بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا کیا تم اللہ کی نسبت ایسی بات کہہ رہے ہو جس کے صحیح ہونے کا تمہارے پاس کوئی (ثبوت اور) علم نہیں؟ (۱۴۳/الف) نیز یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ طبی نقطہ نگاہ سے پردۂ بکارت کا زائل ہونا لازماً جنسی تعلق پر ہی موقوف نہیں ہے۔ ایسی صورت میں عورت کو سنگسار کر دینا کتنا بڑا ظلم ہے؟ عورت لاکھ روئے چیخے کہ میرا کوئی قصور نہیں لیکن بمطابق بائبل اس کی ایک نہ سنی جائے گی اور نہ ہی یہ تحقیق کی جائے گی کہ کس بدکار مرد نے عورت کو اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے اور نہ ہی ایسے مرد کو کوئی سزا دی جائے گی۔ اس کے برعکس قرآن کریم میں ایسی صورت میں لعان کے احکام ہیں کہ خاوند اور بیوی اپنی پاک دامنی پر حلف اٹھا کر بری الذمہ ہو جائیں گے اور زوجین میں تفریق ہو جائے گی لیکن نہ خاوند کو کوڑے مارے جائیں گے اور نہ ہی بیوی کو سنگسار کیا جائے گا بلکہ اس کے حق میں تنہا اسی کی شہادت عدالت میں معتبر ہوگی۔ خاوند کے علاوہ جولوگ پاک دامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگا کر چار شرعی گواہ پیش کرنے سے قاصر رہیں تو ایسے لوگوں پر حدِ قذف اسی کوڑے نافذ ہوگی اور انہیں یہ وعید بھی سنائی گئی ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کریں تو وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں

اور آئندہ ان کی کوئی گواہی معتبر نہ سمجھی جائے گی۔ غور کیجئے بائبل کے برعکس قرآن میں خواتین کی عزت وناموس کا کس قدر لحاظ رکھا گیا ہے! اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کئی ایک امور میں ایک ہی عورت کی اور وہ بھی اپنے ہی حق میں شہادت معتبر خیال کی جائے گی عورتوں کے خاص معاملات میں بھی ایک عورت کی شہادت قبول کی جائے گی ان کے علاوہ عام عدالتی امور میں دو عورتوں کی شہادت کو ایک مرد کی شہادت کے برابر سمجھا جائے گا اس کی وجہ سورہ بقرہ میں یوں بیان کی گئی ہے اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰھُمَا فَتُذَکِّرَ اِحْدٰھُمَا الْاُخْرٰی (۱۴۳/ب) ''اگر ان میں سے ایک بھٹک جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے گی'' یہاں لفظ ''تضل'' بمعنی ''بھٹک جائے'' لایا گیا ہے۔ تنسی بمعنی ''بھول جائے'' نہیں لایا گیا گو بھٹکنے کی ایک وجہ بھول جانا بھی ہے یہاں عورت کی نصف گواہی اس لئے رکھی گئی ہے کہ عورت فطرتاً نہایت رحم دل ہوتی ہے کسی کی پریشان حالی کو دیکھ کر اکثر و بیشتر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی اور اس کے دل میں شفقت اور رحمت کے جذبات موج زن ہو جاتے ہیں جن کی رو میں بہہ کر عین ممکن ہے کہ وہ صحیح گواہی نہ دے سکے یا تذبذب کی حالت میں اس انداز سے گواہی دے کہ یہ گواہی مشکوک دکھائی دے۔ فرض کیجئے ایک چور یا ڈاکو کو عدالت میں ہتھکڑیاں لگا کر پیش کیا جا رہا ہو پاؤں میں بھی بیڑیاں ڈالی گئی ہوں، پولیس کی تحویل میں رہنے سے اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑتی ہوں، کپڑے پھٹے پرانے ہوں، پاؤں سے وہ ننگا ہو، مزید برآں گواہی دینے والی عورت کا ذہن اس مجرم کے مفلوک الحال، تنگ دست ونادار، بے بس اور لاچار بیوی بچوں کی طرف منتقل ہو رہا ہو تو قوی خدشہ ہے کہ وہ جذباتیت کا شکار ہو کر گواہی کے معاملے میں ڈگمگا جائے جبکہ تیز اور شاطر وکیل کی جرح اس کے لئے مزید پریشانی کا سبب ہو یا مجرم کے ساتھی اور ورثا سچی گواہی دینے پر کمزور عورت کو خطرناک نتائج کی دھمکیاں بھی دے رہے ہوں تو اس طرح کی صورت حال اس کیلئے مزید حوصلہ شکن ہو سکتی ہے اس لئے اگر عورتیں ایک کی بجائے دو ہوں تو یہ خدشات گو معدوم نہ بھی ہوں تو بڑی حد تک کمزور ضرور ہو جائیں گے۔ نیز اسلامی معاشرے کی اپنی ایک ساخت اور شناخت ہے عورتوں کو بغیر شدید مجبوری کے مردوں کے معاملات میں گھسیٹ لانا اور ان کے امور خانہ داری کو درہم برہم کر ڈالنا ہرگز پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔ الغرض ایک خاتون ایسے ماحول میں پریشان بلکہ ایک حد تک حواس باختہ بھی ہو سکتی ہے لیکن یہ سب کچھ عدالتی شہادت کے معاملے میں ہے ورنہ تفتیشی بیان مطلوب ہو تو عورت تو کیا، نابالغ بچے کے بیان سے بھی تفتیش اور مجرموں کا سراغ لگانے میں مدد لی جا سکتی ہے۔ دورانِ تفتیش مجرم اپنے جرم کا اعتراف کر سکتا ہے اور اس اعتراف پر گواہ بھی مقرر کئے جا سکتے ہیں کیونکہ کسی واقعے اور حادثے میں جیسے عینی وبصری شہادت معتبر ہے ویسے ہی سمعی شہادت کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے۔ عدالتی

شہادتوں کے علاوہ دیگر امور میں ایک خاتون کی شہادت بھی معتبر ہوسکتی ہے، بہت سی احادیث نبویہ صحابیات سے ہم تک پہنچتی ہیں اور صحابیوں سے مروی روایات سے انہیں کسی طرح بھی کمتر نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ کوئی قوی قرینہ اس کے خلاف نہ ملے۔ یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ عقل، ذہانت اور حافظے میں فرق ہے۔ عورت مرد کے مقابلے میں زیادہ ذہین اور اس کا حافظہ زیادہ قوی ہوسکتا ہے، کسی بات کو جلدی سمجھ لینے کا تعلق ذہانت سے ہے۔ عقل کا لغوی معنی باندھنے کا ہے یہ انسان کو ان کاموں سے روکتی ہے جو اس کے لئے مفید نہ ہوں بلکہ ضرر رساں ہوں اس لئے عقل کا صحیح مصرف یہ ہے کہ انسان صرف مفادِ عاجلہ (فوری اور پیش پا افتادہ یا محض دنیوی فائدے) کو نہ دیکھے بلکہ اس کی نظر مفاد آجلہ (کچھ عرصہ گزرنے کے بعد حاصل ہونے والے یا اخروی فائدے) پر ہو۔ مفادِ عاجلہ کو ہی پیش نظر رکھنا بسا اوقات بالآخر نقصان دہ ثابت ہوتا ہے اور مفاد آجلہ خلل پذیر ہوتا ہے۔ دنیوی معاملات اور سماجی امور میں عورت میں جذباتیت زیادہ ہوتی ہے وہ بسا اوقات دور اندیشی سے کام لئے بغیر جذباتی فیصلہ کر بیٹھتی ہے اور بعد میں پچھتاتی ہے۔ عورت کے لئے یہ جذباتیت عیب نہیں بلکہ اس کی یہ فطرت ہے اسی معنی میں عربی زبان میں عورت کو ناقص العقل کہا گیا ہے اور عربی لغت میں یہ لفظ اشتعال انگیز نہیں ہے لیکن اردو اور اس سے ملتی جلتی زبانوں میں کسی کو کم عقل کہنا ایک گالی بن جاتا ہے بالکل ایسے ہی جیسے کسی کو جاہل کہنا ہماری زبان میں اشتعال انگیزی ہے حالانکہ عربی زبان میں کسی معاملے سے ناواقف اور بے خبر شخص کو جاہل کہہ دیا جاتا ہے اور اسے معیوب نہیں سمجھا جاتا، مثلاً قرآن کریم میں ہے یَحۡسَبُهُمُ الۡجَاهِلُ اَغۡنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲۷۳/ ج) ''ناواقف ان (سوال نہ کرنے والے فقرا اور مساکین) کو ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے غنی سمجھ بیٹھتا ہے''۔ اس لئے اردو میں عربی کلمات ''ناقص العقل'' کا مفہوم عورتوں کے بارے میں یہ ہے کہ معاشرتی امور میں عورت کا رویہ اکثر و بیشتر عقلی (Rational) کی بجائے جذباتی (Emotional) ہوتا ہے اور حقائق انکار سے بدل نہیں جایا کرتے اور چند استثنائی صورتیں (Exceptional cases) عام مسلمات کو متاثر نہیں کرتیں خواتین کے معاملے میں بائبل کی تعلیم میں اعتدال و توازن کا جو فقدان ہے اس کی وجہ سے اہل کتاب عملاً بائبل کو مکمل طور پر نظر انداز کئے ہوئے ہیں اور دوسری انتہا یعنی ہر صورت اور ہر معاملے میں مرد و عورت کی مساوات کے مدعی ہیں، یہاں بھی مردوں نے چالاکی اور ہوشیاری دکھاتے ہوئے عورت کو محض بازار اور محفل کی زینت بنا رکھا ہے ورنہ مثلاً ریاستہائے متحدہ امریکہ میں اب تک جتنے مرد صدر ہوئے ہیں ان میں نصف تعداد تو ضرور عورتوں کی ہونی چاہئے تھی۔

۷۔ عورتوں کی وراثت کے سلسلے میں بائبل کی کتاب گنتی میں ہے ''اور بنی اسرائیل سے کہہ کہ اگر

کوئی شخص مر جائے اور اس کا کوئی بیٹا نہ ہو تو اس کی میراث اس کی بیٹی کو دینا'' (۱۴۴/الف) یعنی بمطابق بائبل لڑکی کو وراثت میں حصہ تب ہی ملے گا جب کہ اس کا بھائی موجود نہ ہو ورنہ وہ محروم رہے گی۔ اس کے علاوہ ماں، بہن اور بیوی کا تو سرے سے کوئی حصہ ہی نہیں۔ اسی تعلیم کے زیر اثر مغربی ممالک میں گزشتہ صدی کے اواخر تک خواتین کو وراثت سے محروم رکھا جاتا رہا ہے اور تا حال بہت سے لوگ وہاں اب بھی اپنی جائداد وغیرہ غالباً پہلوٹھے بیٹے کو ہی دیتے ہیں۔ ادھر قرآن کریم میں مثلاً سورہ نساء میں ہے کہ جو مال ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑیں تھوڑا ہو یا زیادہ اس میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی، یہ حصے (اللہ کے) مقرر کئے ہوئے ہیں (۱۴۴/ب) نیز اسی سورت میں ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین'' اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے متعلق حکم دیتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے'' اور اس کے بعد اسی آیت میں والدین کے حصے کے متعلق ارشاد ہے کہ وَلِاَبَوَیۡهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنۡ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ (۱۴۴/ج)'' اور اس کے والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اگر اس (میت) کی اولاد ہو'' دیکھئے قرآن کریم میں بائبل کے برعکس بیٹے کے ساتھ بیٹی کو بھی وراثت میں شریک کیا گیا ہے اور دیگر خواتین بھی حسب قاعدہ وراثت میں شریک ہیں خواہ مرنے والے نے تھوڑا مال چھوڑا ہو یا زیادہ بہر حال انہیں حصہ ملے گا، حالانکہ روزی کی ذمہ داری خواتین پر نہیں بلکہ مردوں پر ہوتی ہے۔ لڑکی کو لڑکے کی نسبت آدھا حصہ ملتا ہے کیونکہ لڑکی یدِ کاسبہ (Earning Hand) نہیں اور اس پر روزی کمانے کی ذمہ داری نہیں لیکن عورت کو بعض صورتوں میں مرد کے برابر بھی حصہ ملتا ہے مثلاً جب میت کی اولاد اور ماں باپ وارث ہوں تو ماں کو بھی باپ کی طرح چھٹا حصہ ملے گا کیونکہ عموماً بوڑھے والدین کی کفالت ان کی اولاد کرتی ہے اور اکثر حالات میں بوڑھا باپ یدِ کاسبہ یعنی روزی کمانے والا نہیں ہوتا۔

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیم کبھی بھی خلاف عقل نہیں ہوا کرتی اس لئے کہ اگر کوئی بات بدیہی طور پر خلاف عقل ہو تو وہ ہرگز اللہ اور اس کے رسول کی تعلیم نہیں ہو سکتی البتہ کچھ مسائل اور احکام ایسے ہو سکتے ہیں جن کی حکمت کچھ لوگوں یا سب لوگوں کی عقل سے بالاتر ہو۔ خلافِ عقل میں اور عقل سے بالاتر ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ قرآن کریم کی سورہ نساء میں ہے کہ اگر ہم ان (لوگوں) کو حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالو یا اپنے گھر چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے ہی ایسا کرتے اور اگر یہ اس نصیحت پر کاربند ہوا کریں جو انہیں کی جاتی ہے تو یہ ان کے حق میں بہترین اور (دین میں) زیادہ ثابت قدمی کا موجب ہوگی۔ اور ہم انہیں اپنی طرف سے اجر عظیم بھی عطا فرمائیں

گے اور انہیں سیدھے راستے پر چلائیں گے (۱۴۵/ الف) حضرت ابراہیمؑ کو اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم ملا تو فوراً تعمیل کے لئے تیار ہو گئے۔ جب قبلۂ اول بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو ملا تو یہ حکم گو ان کی دلی خواہش کے مطابق نہیں تھا لیکن پھر بھی انہوں نے اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی کے سامنے پامال کر دیا۔ جب بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ملا تو قبلے کی اس تبدیلی پر مدینے کے یہودیوں اور مکے کے مشرکین نے طرح طرح کے اعتراضات کئے اللہ تعالیٰ نے ان تمام معترضین کو سفہا (بے وقوف) قرار دیا (۱۴۵/ ب) اور اس موقع پر امت مسلمہ کو ایک معتدل امت اس لحاظ سے بھی قرار دیا کہ مسلمان حکم کی تعمیل کرتے ہیں حکمتوں کے درپے نہیں ہوتے لیکن یہ اتنے بدھو اور سادہ لوح بھی نہیں کہ انہیں حکمت بتائی جائے تو وہ اسے سمجھ ہی نہ پائیں اگر کسی کام کی حکمت اللہ اور اس کے رسول نے بتادی ہو تو اس کے صحیح ہونے میں ہرگز کوئی شبہ ہو ہی نہیں سکتا لیکن شرعی احکام اور مسائل کی جو حکمتیں علماء نے اپنی عقل سے معلوم کر کے بتائی ہیں ضروری نہیں کہ وہ بہرحال یقینی طور پر صحیح ہوں کیونکہ عقل میں خطا کا احتمال ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ بہت سے مسائل واحکام کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم وحکیم ہونے کا حوالہ دے کر ہمیں خاموش رہنے اور حکم پر عمل کرنے کا اشارہ کیا ہے۔ تحویل قبلہ (قبلے کے بدلنے) کے حکم کی ایک حکمت اللہ تعالیٰ نے بیان بھی فرمادی کہ ہم لوگوں کو یہ دکھانا چاہتے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو کوئی حکم دیا جائے تو وہ بہرحال اس پر عمل کرتے ہیں خواہ وہ حکم ان کی مرضی کے بالکل خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر کی حیثیت روحانی طبیب کی ہوتی ہے جس طرح جسمانی طبیب کے متعلق ہمیں یہ یقین اور اطمینان حاصل کرنے کا حق ہے کہ وہ واقعی مستند طبیب بھی ہے یا نہیں اور کہیں دھوکے باز عطائی تو نہیں اسی طرح رسالت ونبوت کے مدعی سے یقیناً یہ مطالبہ درست ہے کہ وہ اپنی رسالت کے دعویٰ پر یقینی اور قطعی دلائل فراہم کرے جب وہ ایسا کر دے کہ ہم سمجھ لیں کہ وہ واقعی اللہ کا رسول اور صاحبِ وحی ہے تو اب شریعت کے ہر حکم پر دلیل طلب کرنا یا اس کی حکمت کے درپے ہونا کہ جب تک اس کی دلیل اور حکمت معلوم نہ ہو ہم عمل نہیں کریں گے یا ہم نہیں مانیں گے، ایسی ہی بے ہودہ اور لغو بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ سنگین اور احمقانہ روش ہے جیسے کسی مستند طبیب کے تجویز کردہ ہر نسخے پر اس سے معاندانہ بحث شروع کر دی جائے۔ بالفاظ دیگر غیر مسلم حضرات کو یہ حق تو حاصل ہے کہ وہ اسلام کے عقائد یعنی بنیادی تصورات (اصول اسلام) توحید، رسالت، آخرت وغیرہ پر دلائل طلب کریں اور سمجھنے کے لئے نہ کہ محض الجھنے کے لئے بحث ومباحثہ کریں لیکن ان عقائد کو صحیح ثابت کر دینے کے بعد اور خصوصاً

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر مُسکت اور ناقابل تردید شواہد فراہم کردیے جانے کے بعد انہیں یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اسلامی احکام پر اعتراضات کریں اور ان کی حکمتیں مسلمانوں سے پوچھتے پھریں۔ ہم یہاں جو کچھ بھی لکھ رہے ان سے اصل مقصد قرآن کریم کو اللہ کا کلام ثابت کردکھانا ہے اور متعلقہ بعض وجوہ اعجاز (قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی حقیقتوں) کو اسی لئے زیر بحث لایا جارہا ہے کہ اگر قرآن سچا ہے تو صاحبِ قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی سچے ہیں۔

بات خواتین کے متعلق وراثت میں بعض حالتوں میں مردوں کی نسبت ان کے نصف حصے کی چل رہی تھی اسی طرح قتلِ خطا میں عورت کی نصف دیت اور مرد کی پوری دیت ہے کیونکہ اکثر و بیشتر حالات میں عورت کی نصف دیت اس کے خاوند یا باپ کو ملے گی اور بچوں وغیرہ کا حصہ بھی خاوند یا باپ کے ذریعے استعمال میں آئے گا تو بظاہر جو نقصان عورت کا نظر آتا ہے حقیقت میں مردوں کا نقصان ہے مقتولہ عورت کی نصف دیت اس کی قبر میں نہیں رکھی جائے گی۔ مرد کا یہ نقصان اس لئے قابل قبول ہے کہ وہ ید کاسبہ (earning hand) ہے۔ مرد مقتول کی پوری دیت اکثر حالات میں اس کی بیوہ کو ملے گی تو فائدہ عورت ہی کا ہوا۔ جہاں تک قتلِ عمد کا تعلق ہے تو اس میں مرد و عورت برابر ہیں قاتل سے دونوں کا قصاص لیا جائے گا اگر مقتول کے ورثا اسے معاف نہ کریں۔ تاہم جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ شرعی احکام میں اس طرح کی حکمتیں جو اہلِ علم بیان کرتے ہیں وہ اکثر ظنی ہوتی ہیں اصل بات یہی ہے کہ اللہ اور رسول کے ہر حکم کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے میں ہی ہمارا فائدہ ہے حکمت معلوم ہو یا نہ ہو **واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔**

۸۔ خواتین کی طہارت کے متعلق بائبل کی کتاب احبار میں ہے ''اگر کسی عورت کو ایسا جریان ہو کہ اسے حیض کا خون آئے تو وہ سات دن تک ناپاک رہے گی اور جو کوئی اسے چھوئے وہ شام تک ناپاک رہے گا۔ اور جس چیز پر وہ اپنی ناپاکی کی حالت میں سوئے وہ چیز ناپاک ہوگی اور جس چیز پر بیٹھے وہ بھی ناپاک ہوجائے گی۔ اور جو کوئی اس کے بستر کو چھوئے وہ اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے غسل کرے اور شام تک ناپاک رہے۔ (۱۴۵/ج) اور اسی کتاب احبار میں ہے ''اور اگر کسی عورت کو ایام حیض چھوڑ کر یوں بہت دنوں تک خون آئے یا حیض کی مدت گزر جانے پر بھی خون جاری رہے تو جب تک اس کو یہ میلا خون آتا رہے گا۔ تب تک ویسی ہی رہے گی جیسی حیض کے دنوں میں رہتی ہے وہ ناپاک ہے۔ اور اس جریانِ خون کے کل ایام میں جس جس بستر پر وہ سوئے گی وہ حیض کے بستر کی طرح ناپاک ہوگا اور جس جس چیز پر وہ بیٹھے گی وہ چیز حیض کی نجاست کی طرح ناپاک ہوگی۔ اور جو کوئی ان چیزوں کو چھوئے وہ

ناپاک ہوگا وہ اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے غسل کرے اور شام تک ناپاک رہے۔ اور جب وہ اپنے جریان سے شفا پاجائے تو سات دن گنے تب اس کے بعد وہ پاک ٹھہرے گی۔ اور آٹھویں دن وہ دو قُمریاں یا کبوتر کے دو بچے لے کر ان کو خیمہ اجتماع کے دروازے پر کاہن کے پاس لائے۔ اور کاہن ایک کو خطا کی قربانی کے لئے اور دوسرے کو سوختنی قربانی کے لئے گزرانے، یوں کاہن اس کے ناپاک خون کے جریان کے لئے خداوند کے حضور اس کی طرف سے کفارہ دے۔'' (۱۴۶/الف)۔ ادھر قرآن کریم کی سورہ بقرہ میں ہے کہ وہ تجھ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں تو کہہ کہ وہ تو نجاست ہے سو ایام حیض میں عورتوں سے کنارہ کش رہو اور جب تک پاک نہ ہوجائیں ان سے مقاربت نہ کرو پھر جب وہ پاک ہوجائیں تو (تمہیں اجازت ہے کہ) جس طریق سے اللہ نے تمہیں ارشاد فرمایا ہے ان کے پاس جاؤ بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (۱۴۶/ب)

غور کیجئے بمطابق بائبل عورت ایام حیض میں ایسی اچھوت اور پلید ہوجاتی ہے کہ اس کی یہ نجاست گویا خطرناک متعدی مرض کی طرح ہوجاتی ہے کہ جہاں وہ بیچاری لیٹی بیٹھی یا جو اسے ہاتھ لگا بیٹھے سب کچھ ناپاک ہوجائے گا ایام حیض کے علاوہ بوجہ مرض اسے خون آئے تو بھی اسی طرح متعدی پلیدی اسے چمٹ جائے گی اس بیماری کے علاج پر جو مصارف اٹھیں گے وہ ایک طرف رہے جب وہ شفایاب ہوگی تو مذہبی پیشواؤں کے پاس دو قمریاں یا دو کبوتر کے بچے بھی لے کر جائے گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان مذہبی اجارہ داروں کو اپنے علاقے کی ایسی خواتین کا انتظار رہتا ہوگا۔ اس کے برعکس قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق عورت ان طبعی ایام میں گناہ گار نہیں ہوجاتی کہ گھر میں بیچاری اچھوت بن کر باقی افراد خانہ سے الگ تھلگ ہوکر رہ جائے۔ اگر طبعی ایام کے علاوہ اسے خون آئے جسے استحاضہ کہا جاتا ہے تو وہ ایسی مجرم نہیں ہوجاتی کہ بعد میں وہ قمریوں اور کبوتروں کو تلاش کر کے مذہبی اجارہ داروں کے ذریعے ان کی قربانی دلا کے گناہ سے چھٹکارا حاصل کرے۔ اسلام میں حیض کے طبعی ایام میں سوائے جنسی تعلق کے مرد و عورت سب ہی کچھ کر سکتے ہیں اور استحاضہ کی صورت میں تو اس پر حیض کے احکام لاگو ہی نہیں ہوتے۔

۹۔ گناہوں کی معافی کے سلسلے میں انجیل یوحنا میں اپنے شاگردوں کے حق میں حضرت یسوع کا قول یوں مذکور ہے ''جن کے گناہ تم بخشو ان کے بخشے گئے ہیں۔ جن کے گناہ تم قائم رکھو ان کے قائم رکھے گئے ہیں۔ (۱۴۶/ج) اور پرانے عہد نامے کی کتاب احبار میں ہے ''......جس جگہ سوختنی قربانی کا جانور ذبح کیا جاتا ہے وہیں خطا کی قربانی کا جانور بھی خداوند کے آگے ذبح کیا جائے وہ نہایت پاک ہے۔ جو کاہن (یعنی مذہبی پیشوا) اسے خطا کے لئے گزرانے وہ اسے کھائے وہ پاک جگہ یعنی خیمہ اجتماع کے صحن

میں کھایا جائے۔'' (۱۴۷/الف)

بائبل کی اسی طرح کی تعلیمات کے زیر اثر پادریوں اور پوپوں کو بھی گناہ بخشنے کے اختیارات حاصل ہو گئے انہوں نے گناہوں کی معافی کے لئے بھاری معاوضے لے کر معافی ناموں کی وسیع پیمانے پر تجارت کی۔ کتاب احبار کے مضمون کے مطابق گناہگار اپنے گناہ کی معافی کے لئے جو قربانی کاہن یعنی مذہبی پیشوا کے ذریعے گزارے گا وہ خود نہیں بلکہ کاہن اس کا گوشت کھائے گا۔ ادھر قرآن کریم میں مثلاً سورہ نساء میں ہے کہ ہم نے جو پیغمبر بھی بھیجا ہے، اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق اس کی فرماں برداری کی جائے اور یہ لوگ جو اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے اگر تیرے پاس آجاتے اور اللہ سے استغفار کرتے اور (اللہ کا) رسول بھی ان کے لئے (اللہ سے) استغفار کرتا تو وہ اللہ کو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے (۱۴۷/ب) اور اسی سورہ نساء میں ہے کہ جو شخص بھی کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا پائے گا۔ (۱۴۷/ج) اور سورہ شوریٰ میں ہے کہ وہی (اللہ) ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور (ان کے قصور) معاف کرتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو (۱۴۸/الف) اور سورہ آل عمران میں ہے کہ جو لوگ کھلا گناہ یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو وہ اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو بخشے؟ اور وہ جان بوجھ کر اپنے (برے) کاموں پر ڈٹے نہیں رہتے (۱۴۸/ب) سورہ منافقون میں ہے کہ (اے پیغمبر) تو ان (منافقوں) کے لئے استغفار کرے یا نہ کرے ان کے حق میں برابر ہے اللہ ہرگز انہیں نہیں بخشے گا بے شک اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا (۱۴۸/ج) اور سورہ نور میں ہے کہ لوگوں کو چاہئے کہ وہ (اپنے قصورواروں کو) معاف کر دیا کریں اور درگزر سے کام لیا کریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے (۱۴۹/الف)

قرآن کریم کے مذکورہ بالا مضامین سے بالکل واضح ہے کہ گناہوں کو معاف کرنے والا صرف اللہ ہے اور اگر اللہ معاف نہ کرنا چاہے تو اگر پیغمبر بھی مثلاً منافقوں کے حق میں استغفار کرے تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی نیک اور بزرگ شخص کے پاس جائے اور خود بھی اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور اس نیک شخص سے بھی دعا کی درخواست کرے اور وہ بھی اللہ سے اس کے لئے استغفار کرے تو یہ نہایت مناسب ہے لیکن ایسا کرنا فرض یا واجب نہیں کسی کے پاس جائے بغیر وہ خود بھی استغفار کر سکتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حقوق العباد کے معاملے میں جس بندے کا حق ضائع کیا ہے تو وہ اس بندے سے بھی معافی مانگے اور اللہ سے بھی معافی مانگے یہ بھی معلوم ہوا کہ قصور والوں کو معاف کر دینے کی

بڑی فضیلت ہے اس طرح اللہ بھی ایسے مہربان بندوں پر مہربانی فرماتا ہے اور ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ اس کے گناہوں کو معاف فرمادے۔

اسلام میں مسلمانوں کے لئے بڑی آسانی ہے اگر کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرنا چاہے تو برسرعام اسلام قبول کرنے کا اعلان کردینے سے اور کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت کو اس نیت سے پڑھ دینے سے کہ وہ مسلمان ہورہا ہے، دائرہ اسلام کے اندر آجائے گا۔ مسلمان مرد وعورت دو مسلمان گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کے ذریعہ اپنا نکاح کرسکتے ہیں ان کاموں کے لئے کسی مذہبی رہنما کی درمیان میں مداخلت کی قطعاً ضرورت نہیں۔ مردوں کو نماز باجماعت ادا کرنی چاہئے لیکن ہر وہ شخص نماز میں امام ہوسکتا ہے جو شرائطِ امامت پر پورا اترتا ہو۔ اپنے گناہوں کی معافی کے لئے وہ خود ہی اللہ تعالیٰ سے استغفار کرسکتا ہے اسے کسی سہارے کی ضرورت نہیں بعض جن گناہوں کا کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے مثلاً قسم پوری نہ کرسکنے کا کفارہ ہے تو اگر وہ غریب ہے تو مالی کفارے کی بجائے شریعت کے مقرر کردہ تین لگاتار روزے رکھ سکتا ہے اگر مالی کفارہ دینا ہے تو اس کے مستحق مذہبی پیشوا نہیں بلکہ فقرا اور مساکین ہوں گے خواہ کوئی بھی ہوں۔ اس کے برعکس زندگی اور موت کے بیشتر معاملات میں عیسائیوں کے ہاں مذہبی پیشواؤں کی اجارہ داری ہے ان کی مداخلت کے بغیر کوئی کام ہوتا ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مذہبی رہنما خدا کے خودساختہ نمائندے بن گئے وہ جو حکم کریں وہ گویا (معاذ اللہ) خدا کا حکم ہے حالانکہ یہ کفر وشرک کی بدترین صورت ہے چنانچہ قرآن کریم میں سورہ توبہ میں ہے کہ ان لوگوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو اور مسیح بن مریم کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ ایک معبود (اللہ) کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان لوگوں کے اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے سے پاک ہے۔ (۱۴۹/ب)

۹۔ گناہوں کی معافی کے سلسلے میں انجیل یوحنا کی تعلیم کے متعلق اوپر بتایا جاچکا ہے کہ اس کے زیر اثر عیسائیوں کے مذہبی پیشواؤں کو بزعم خویش لوگوں کے گناہ معاف کرنے کے وسیع اختیارات حاصل ہوگئے دوسری جانب انجیل متی میں حضرت یسوع کا قول مذکور ہے ''پس اگر تیرا ہاتھ یا تیرا پاؤں تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے کاٹ کر اپنے پاس سے پھینک دے ٹنڈا یا لنگڑا ہوکر زندگی میں داخل ہونا تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ دو ہاتھ یا دو پاؤں رکھتا ہوا تو ہمیشہ کی آگ میں ڈالا جائے۔ اور اگر تیری آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال کر اپنے پاس سے پھینک دے کانا ہوکر زندگی میں داخل ہونا تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ دو آنکھیں رکھتا ہوا تو آتش جہنم میں ڈالا جائے'' (۱۴۹/ج) غور کیجئے کیا عملی زندگی میں ایسی تعلیم پر عمل ممکن ہے؟ ہمارے کتنی مسیحی بھائیوں نے ''گناہوں سے معافی کے لئے اپنے آپ کو ٹنڈے، لنگڑے اور کانے

بنایا ہے؟ قرآن کریم میں ایسی غیر موزوں اور عملی زندگی سے غیر متعلق تعلیم ہرگز نہیں ملے گی۔ اناجیل میں ایک طرف مذہبی رہنماؤں کو گناہ معاف کرنے کے خدائی اختیارات تفویض کیے جارہے ہیں تو دوسری طرف لوگوں کو ٹنڈے، لنگڑے اور کانے ہوجانے کا حکم دیا جارہا ہے۔ اسی سے اناجیل کا محرف ہونا ثابت ہورہا ہے۔ حقوق العباد کے معاملے میں بھی انجیل کی تعلیم عملی زندگی کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے حضرت یسوعؑ کا یہ مبینہ ارشاد کہ اگر تمہارے داہنے گال (رخسار) پر کوئی تھپڑ رسید کرے تو بدلہ لینے کی بجائے دوسرا بھی اس کے سامنے پیش کر دیا جائے (۱۵۰/الف) عیسائیوں کے لئے شاید کبھی بھی اس لائق نہیں رہا کہ وہ اس پر کبھی عمل بھی کر کے دکھاتے۔ ہر مجرم کو بلا امتیاز معاف کر دینے سے ناقابل اصلاح شر پسندوں کی بڑی حوصلہ افزائی ہوگی اور معاشرے کا امن تہ وبالا ہوجائے گا اس کے برعکس قرآن کریم کی تعلیم معقول اور قابل عمل ہے۔ اگر قصوروار کو معاف کر دینے سے کسی اور کی حق تلفی نہ ہوتی ہو یا اس کو معاف کر دینے سے اس کی شرارت اور فتنہ جوئی میں اضافے کا قوی خدشہ نہ ہوتو اسے معاف کر دینا بہت بڑی نیکی ہے جیسا کہ قبل ازیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مذکور ہو چکا ہے کہ لوگوں کو چاہئے کہ وہ قصورواروں کو معاف کر دیا کریں اور چشم پوشی سے کام لیا کریں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دیا کرے؟ اور سورہ شوریٰ میں ہے کہ برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے اور اگر کوئی معاف کر دے اور (معاملے کو) درست کر دے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے بے شک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا (۱۵۰/ب) یعنی اگر بدلہ ہی لینا ہے تو جتنی زیادتی تم پر کی گئی ہو اتنی ہی زیادتی بدلے میں تم بھی کر سکتے ہو اس سے آگے بڑھ کر اس پر ظلم نہ کیا جائے۔ اور اسی سورت میں اس سے پہلے یوں ہے وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ○ (۱۵۰/ج) ''اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم وزیادتی ہوتو وہ (مناسب طریقے سے) بدلہ لیتے ہیں۔

۱۰۔ بائبل کے پرانے عہد نامے کی کتاب امثال میں ہے ''ٹھٹھا باز کو تنبیہ کرنے والا لعن طعن اٹھائے گا۔ اور شریر کو ملامت کرنے والے پر دھبا لگے گا۔ ٹھٹھا باز کو ملامت نہ کرنہ ہو کہ وہ تجھ سے عداوت رکھنے لگے۔ (۱۵۱/الف) اور اسی کتاب امثال میں ہے ''رشوت جس کے ہاتھ میں ہے اس کی نظر میں گراں بہا جوہر ہے اور وہ جدھر توجہ کرتا ہے کامیاب ہوتا ہے'' (۱۵۱/ب) بائبل کے نئے عہد نامے میں کرنتھیوں کے نام خط میں پولس لکھتا ہے'اگر چہ میں سب لوگوں سے آزاد ہوں پھر بھی میں نے اپنے آپ کو سب کا غلام بنادیا ہے تاکہ اور بھی زیادہ لوگوں کو کھینچ لاؤں۔ میں یہودیوں کے لئے یہودی بنا تاکہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں ان کے لئے میں شریعت کے ماتحت ہوا تاکہ شریعت

کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں۔ اگر چہ خود شریعت کے ماتحت نہ تھا'' (۱۵۱/ ج) رومیوں کے نام خط میں یہی پولس لکھتا ہے ''ہر شخص اعلیٰ حکومتوں کا تابعدار ہے کیونکہ کوئی حکومت ایسی نہیں جو خدا کی طرف سے نہ ہو اور جو حکومتیں موجود ہیں وہ خدا کی طرف سے مقرر ہیں''۔ یہی پولس رومیوں کے نام خط میں لکھتا ہے ''اگر میرے جھوٹ کے سبب سے خدا کی سچائی اس کے جلال کے واسطے زیادہ ظاہر ہوئی تو پھر کیوں گناہ گار کی طرح مجھ پر حکم دیا جاتا ہے'' (۱۵۲/ الف) جھوٹ بولنے، لوگوں میں دوغلی پالیسی اختیار کرتے ہوئے جیسا کسی کو دیکھا ویسا ہی بن جانے اور بت پرست رومی حکمرانوں کی حکومت کو خدائی حکومت قرار دینے اور اس کی فرمانبرداری کی تلقین کرنے والا یہی پولس اپنے الہام کا بھی یوں دعویٰ کرتا ہے ''اے بھائیو! میں تمہیں جتائے دیتا ہوں کہ جو خوشخبری میں نے سنائی وہ انسان کی سی نہیں۔ کیونکہ وہ مجھے انسان کی طرف سے نہیں پہنچی اور نہ مجھے سکھائی گئی بلکہ یسوع مسیح کی طرف سے مجھے اس کا مکاشفہ ہوا'' (۱۵۲/ ب) بائبل کے مندرجہ بالا مضامین ظاہر کر رہے ہیں کہ شریر کو اس کی شرارت سے نہ روکا جائے، رشوت سے کامیابی حاصل ہوتی ہے، مذہب کے نام پر جھوٹ بولنا اور دوغلی پالیسی اختیار کرنا معیوب نہیں بلکہ ایسا شخص صاحب وحی والہام ہو سکتا ہے، حکمرانوں کی ہر حال میں فرماں برداری کرنی چاہئے خواہ وہ بت پرست مشرک ہوں کیونکہ وہ خدا کے مقرر کردہ ہیں وغیرہ۔ اس کے برعکس قرآن کریم میں مثلاً سورہ توبہ میں ہے کہ مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں ایسے ہی لوگوں پر اللہ رحم کرے گا، بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے (۱۵۲/ ج) اور سورہ بقرہ میں ہے کہ تم ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور اس کو (بطور رشوت) حاکموں کے پاس نہ پہنچاؤ کہ اس طرح تم لوگوں کے مال کا ایک حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ حالانکہ تم جانتے بھی ہو (۱۵۳/ الف) اور سورہ مائدہ میں ہے کہ جو لوگ بنی اسرائیل میں کافر ہوئے انہیں داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر لعنت کی گئی اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کر جاتے تھے برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے بلاشبہ وہ برا کرتے تھے (۱۵۳/ ب) اور سورہ انعام میں ہے کہ اس شخص سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ آئی ہو اور جو یہ کہے کہ جس طرح کی کتاب اللہ نے اتاری ہے اس طرح کی میں بھی اتار لیتا ہوں اور کاش تو ظالموں کو اس وقت دیکھے جب وہ موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف (عذاب کے لئے) ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ نکالو اپنی جانیں اس لئے کہ تم اللہ پر جھوٹ بولا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکشی

کرتے تھے (۱۵۳/ج) اور سورہ نساء میں ہے کہ (اے پیغمبر) تو منافقوں کو خوشخبری سنادے کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا یہ ان کے پاس عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ عزت تو اللہ ہی کے لئے ہے۔ (۱۵۴/الف)

۱۱۔ نسل پرستی اور نسلی امتیاز کے سلسلے میں انجیل متی کا مضمون ملاحظہ ہو''اور دیکھو ایک کنعانی عورت ان سرحدوں سے نکلی اور پکار کر کہنے لگی کہ اے خداوند ابن داؤد مجھ پر رحم کر کہ ایک بدروح میری بیٹی کو بہت ستاتی ہے۔ مگر اس نے اسے کچھ جواب نہ دیا اور اس کے شاگردوں نے پاس آکر اس سے یہ عرض کی کہ اسے رخصت کردے کیونکہ وہ ہمارے پیچھے چلاتی ہے۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ پس اس نے آکر اسے سجدہ کیا اور کہا اے خداوند میری مدد کر۔ اس نے جواب میں کہا کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینا اچھا نہیں۔'' (۱۵۴/ب) ادھر قرآن کریم میں مثلاً سورہ حجرات میں ہے کہ اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کو تم شناخت کرسکو (اور) اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ خوب جاننے والا (اور) باخبر ہے۔ (۱۵۴/ج)

بمطابق اناجیل اپنے مخاطبین سے حضرت عیسیٰ (معاذ اللہ) درشت گوئی اور تندخوئی سے پیش آتے تھے یہ آپ پر بہتان ہے حضرات انبیاء علیہم السلام کا مقام بدخلقی سے بہت بلند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی میں بھی یہ انداز بیاں اختیار نہیں کیا جاتا کہ کسی کو خاص مخاطب کر کے ایسے کلمات کہے جائیں چنانچہ قرآن کریم میں اگر معاندترین ظالموں کی بھی مذمت کی جائے تو اس کے لئے غائب کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اور متعلقہ اشخاص کا نام نہیں لیا گیا صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن آپ کے چچا عبدالعزیٰ کا ذکر اس کی کنیت ابولہب سے سورہ لہب میں کیا گیا ہے وہاں بھی غائب کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ سورہ زمر میں ہے قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ○ (۱۵۵/الف) ''(اے پیغمبر!) تو کہہ کہ اے نادانو! کیا تم مجھے اللہ کے علاوہ دوسروں کی عبادت کرنے کا حکم دیتے ہو؟''۔ لفظ جاہل بمعنی بے خبر، ناواقف اور نادان ہے اگرچہ اردو زبان میں کسی کو مخاطب کر کے جاہل کہنا معیوب سمجھا جاتا ہے مگر عربی میں ایسا نہیں چنانچہ ان فقرا کے متعلق جو لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتے، اللہ تعالیٰ کا سورہ بقرہ میں ارشاد ہے۔ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۱۵۵/ب) ''ناواقف ان (فقراء اور مساکین) کو ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے انہیں غنی سمجھ بیٹھتا ہے''۔ سورہ واقعہ میں ہے ثُمَّ

اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ O لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ O ۵۵ ۱/ ج) ''پھر تم اے جھٹلانے والے گمراہو! تم تھوہر کے درخت کھاؤ گے'' یہاں جن مشرکین کو مخاطب کیا گیا ہے وہ واقعی سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے اور قرآن کریم کو شدید دشمنی، ایذا رسانی اور نفرت کے اظہار کے ساتھ جھٹلانے والے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کی اپنے باپ کے متعلق سورہ شعراء میں دعا یوں مذکور ہے وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ O (۱۵٦/الف) اور (اے اللہ) میرے باپ کو بخش دے بے شک وہ بھٹکے ہوئے لوگوں میں سے تھا''۔ دیکھئے اگر بھٹکے ہوئے شخص کو عربی میں مخاطب کرتے ہوئے ''ضال'' کہنا معیوب ہوتا تو حضرت ابراہیمؑ تو یہاں اس کے لئے اللہ سے استغفار کررہے ہیں، ایسا لفظ ہرگز استعمال نہ کرتے اپنے باپ کو مخاطب کر کے شیطان یا سانپ کہنا تو درکنار حضرت ابراہیمؑ نے غائب کے صیغے کے ساتھ بھی اپنے کافر باپ کے حق میں یہ کلمات استعمال نہیں کیے، اس لئے حضرت عیسیٰ نے بھی اس طرح کے کلمات اپنے مخالفین کو مخاطب کر کے استعمال نہیں کئے یہ تو اناجیل کے محرف مضامین ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ الف: العنکبوت:٦۱، یونس:۳۱۔ ب: الزمر:۳۔ ج: یونس:۱۸

۲۔ الف یوسف:۱۰٦۔ ب: فاطر:۱۳۔۱۴۔ ج: آل عمران:٦۴

۳۔ الف: الصافات:۱۵۳۔۱۵۸۔ ب: تفسیر ابن کثیرؒ، سورہ نوح۔ ج: تہذیب سیرۃ ابن کثیر مروان کجک دار طیبۃ، ریاض (سعودی عرب) طبع اول ۱۴۱۹ ہجری/۱۹۹۸ عیسوی ص ۳۵۴

۴۔ الف: تفسیر ابن کثیر۔ سورہ النجم۔ ب: تہذیب سیرۃ ابن کثیر ص ۳۱۸۔ ج: ایضاً ص ۳۴

۵۔ الف: سبا:۴۰۔۴۱۔ ب: آل عمران۔۸۰۔ ج: الاعراف۔۱۹۵

٦۔ الف: السیرۃ النبویۃ فی ضوء القرآن والسنۃ۔ دکتور محمد بن محمد ابو شہبۃ الجزء الاول دار القلم دمشق الطبعۃ السابعۃ ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳م ص ۲۷۔ ب: القصص۔۲۳۔ ج: الکہف۔۹۳

۷۔ الف: غافر:۱۲۔ ب: النساء:۳٦۔ ج: البقرہ:۱۵۸

۸۔ الف: طبقات ابن سعد ۲/۱۴۵۔۱۴۷۔ ب: المومنون:۳٦، ۳۷۔ ج: یونس:۲

۹۔ الف: الانعام:۹۔ ب: المائدہ:۱۰۳۔ ج: الانعام:۳، ۱۳۹

۱۰۔ الف: الانعام:۱۳۷۔ ب: الانفال:۳۵۔ ج: الجاثیۃ:۲۴

۱۱۔ الف: السیرۃ النبویۃ فی ضوء القرآن والسنۃ ص ۵۷۔ یہودیوں کا تعلق بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوبؑ کی اولاد سے ہے جن کا لقب اسرائیل بمعنی ''اللہ کا بندہ'' ہے۔ ان کے بارہ صاحبزادے تھے۔ بنی اسرائیل کے

اصل وطن فلسطین اور اس کے ملحقات پر عمالقہ قوم کا قبضہ ہوا تو وہ مصر منتقل ہو گئے۔ مصر کی حکومت قبطی قوم کے حکمرانوں فراعنہ مصر کے ہاتھ آئی تو انہوں نے اسرائیلیوں پر عرصہ حیات تنگ کرنا شروع کر دیا۔ آخری فرعون منفتاح نے تو مظالم کی انتہا کر دی اللہ تعالیٰ نے جلیل القدر اسرائیلی پیغمبر حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ انہیں نجات دلائی لیکن ابھی یہ اپنے وطن فلسطین کو دوبارہ حاصل کرنے نہ پائے تھے کہ حضرت موسیٰ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد حضرت یوشعؑ پھر حضرت کالبؑ ان کے جانشین اور پیغمبر ہوئے حضرت یوشعؑ نے اپنے زمانے میں فلسطین کے ایک بڑے علاقے پر قبضہ کر لیا لیکن ان دونوں حضرات کے بعد اسرائیلی چاروں طرف سے خطرات میں گھر گئے۔ اس وقت بنی اسرائیل عربوں کی طرح نیم خانہ بدوش تھے۔ اس قبائلی زندگی میں جو شخص معتبر سمجھا جاتا اور قبائلی تنازعات کا تصفیہ کرتا اسے قاضی کہا جاتا تھا یہی اسرائیلیوں کے رہنما ہوتے تھے جو فوج کے سپہ سالار بھی ہوا کرتے تے۔ بائبل کی کتاب قضاۃ میں انہی رہنماؤں کے کارہائے نمایاں مذکور ہیں۔ گیارہویں صدی قبل مسیح / سترہویں صدی قبل ہجری میں اسرائیلیوں پر کنعانیوں نے غلبہ حاصل کر لیا۔ حضرت سموئیلؑ کے زمانے میں لوگوں کی درخواست پر انہی میں سے ایک شخص ساؤل کو بادشاہ مقرر کیا گیا جسے قرآن کریم میں طالوت کہا گیا ہے۔ طالوت نے کنعانیوں کے خلاف فوج کشی کی۔ فوج میں شامل حضرت داؤد نے کنعانی پہلوان جالوت کو قتل کر دیا۔ ساؤل کے بعد حکومت حضرت داؤد کو حاصل ہوئی اور پہلی مرتبہ ایک پیغمبر بنی اسرائیل پر بادشاہ مقرر ہوئے۔ حضرت داؤدؑ کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت سلیمانؑ تخت نشین ہوئے۔ بنی اسرائیل کا یہ نہایت ہی شاندار اور سنہری دور تھا۔ حضرت سلیمانؑ نے ہیکل سلیمانی (بیت المقدس) کو تعمیر کرایا اور سلطنت کا نام اپنے جد امجد کے نام پر یہوداہ رکھا۔ یہوداہ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹوں میں سے تھا اور بڑا نامور تھا۔ اسی کی مناسبت سے بعد میں حضرت موسیٰ کے پیروکار یہودی کے نام سے مشہور ہو گئے۔ ۹۳۷ قبل مسیح / ۱۶۰۷ قبل ہجری میں حضرت سلیمانؑ کے انتقال پر ان کا بیٹا رحبعام بادشاہ ہوا لیکن وہ سلطنت کی حفاظت نہ کر سکا اور حضرت سلیمانؑ کے ایک خادم یربعام نے بغاوت کر کے اسرائیل کے نام سے ایک علیحدہ مملکت قائم کر لی۔ شمال میں اس اسرائیلی مملکت کا دارالحکومت سامرہ (Samaria) تھا اور جنوب میں سلطنت یہوداہ کا مرکز یروشلم تھا۔ دونوں مملکتوں میں جھگڑوں اور اختلافات کا طویل سلسلہ جاری رہا اور لوگوں کی ہدایت کے لئے ان میں انبیاء بھی مبعوث ہوتے رہے۔ اسرائیل کی سلطنت تو اسوریوں کے ہاتھوں جلد ہی ختم ہو گئی اور سلطنت یہوداہ کو شاہ بابل بخت نصر نے متعدد حملوں کے بعد آخری خوفناک حملے میں ۵۸۶ قبل مسیح / ۱۲۴۵ قبل ہجری میں بالکل تباہ و برباد کر دیا اور اس کے بادشاہ صدقیاہ اور بقیہ السیف ہزاروں یہودیوں کو گرفتار کر کے بابل لے گیا۔ ۵۳۶ قبل مسیح / ۱۱۹۴ قبل ہجری میں ایران کے بادشاہ خسرو نے بابل فتح کر لیا تو اس نے یہودیوں کو یروشلم واپس جانیکی اجازت دے دی۔ یہودی قافلے بیت المقدس (یروشلم) پہنچتے رہے اور ۵۱۵ قبل مسیح / ۱۱۷۲ قبل ہجری میں ہیکل سلیمانی کو دوبارہ تعمیر کیا گیا اور یروشلم آباد ہو گیا۔ تورات اور ملحقہ کتب بخت نصر کے حملے میں ضائع ہو چکی تھیں عزرا کاہن

(حضرت عزیر) نے اسرائیلی روایات کے مطابق اپنے حافظے کی مدد سے انہیں دوبارہ لکھا۔ کاہن یہودیوں میں ایک مذہبی عہدہ تھا۔ اگرچہ یہودیوں کے حالات پہلے سے بہتر ہو چکے تھے لیکن انہیں کوئی سلطنت نصیب نہ ہوسکی اور حالات بتدریج ابتر ہونے لگے اور ۴۰۰ قبل مسیح/ ۱۱۵۳ قبل ہجری سے تمام بنی اسرائیل مختلف بادشاہوں کے ماتحت محکوم رعایا کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے رہے۔ ۳۳۲ قبل مسیح/ ۹۸۳ قبل ہجری میں سکندر یونانی نے ان کے علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ اسی زمانے میں تورات کا ترجمہ کیا گیا جو ہفتاوی (septugint) کے نام سے مشہور ہوا۔ ۱۶۵ قبل مسیح/ ۸۸۱ قبل ہجری میں سوریا کے بادشاہ اینٹیوکس اپی فینس نے یہودی علاقوں پر حملہ کرکے ان کا بری طرح قتل عام کیا اور تورات کے تمام نسخے جلا دیئے (مکابیوں کی پہلی کتاب، باب اول) اسی دوران یہودیوں میں سے ایک شخص یہوداہ مکابی نے آزادی کی ایک تحریک چلائی اور فلسطین کے ایک حصے پر قبضہ کرکے اسوری حکمرانوں کو نکال باہر کیا۔ مکابیوں کا دور ۷۰ عیسوی/ ۵۷۰ قبل ہجری تک کا ہے۔ مکابیوں کی نا قابل شمار چھوٹی سی اس سلطنت کو چھوڑ کر بنی اسرائیل کی حالت بہت ابتر تھی اور یہ قوم مختلف علاقوں میں پھیل چکی تھی۔ بحیرہ روم کے اردگرد ان کی مختلف آبادیاں تھیں۔ اگرچہ بابل کی جلاوطنی کے دوران ان کی بڑی تعداد فلسطین میں واپس آچکی تھی لیکن اس کے باوجود بابل میں بھی ان کی ایک بڑی تعداد پیچھے باقی رہی۔ ان دنوں یروشلم رومی حکومت کا ایک صوبہ تھا جسے وہ یہودیہ کہتے تھے کوئی ۷ قبل مسیح/ ۶۲۸ قبل ہجرت میں حضرت عیسیٰ آخری اسرائیلی پیغمبر کی ولادت باسعادت یہودیوں (بنی اسرائیل) میں ہوئی اس وقت رومی بادشاہ آگسٹس تھا اور یہودیہ پر مقرر گورنر کا نام ہیرودیس (Herod) تھا۔ (محصلہ بنی اسرائیل کی تاریخ کا ایک خاکہ ماخوذ از بائبل کا عہد نامہ قدیم، اپوکریفا اور انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، بحوالہ مولانا محمد تقی عثمانی ''عسائیت کیا ہے؟'' مقدمہ ملحقہ ''بائبل سے قرآن تک'' مکتبہ دارالعلوم کراچی طبع پنجم جمادی الاخریٰ ۱۴۰۶ ہجری جلد اول ص ۹۷۔۹۰ و دیگر مآخذ)

یہودیوں کی مذہبی کتاب تورات کہلاتی ہے۔ عیسائیوں کی بائبل کے پہلے حصے ''پرانا عہد نامہ'' کی ابتدائی پانچ کتب پیدائش، خروج، احبار، گنتی اور استثناء کو تورات بمعنی شریعت (قانون) اور اسفارِ موسیٰ بھی کہا جاتا ہے اور کبھی پورے پرانے عہد نامے کی کتب کو مجازاً تورات کہہ دیا جاتا ہے۔ ان پانچ کتابوں کے علاوہ دیگر اسرائیلی انبیاء اور بادشاہوں وغیرہ کے متعلق تاریخی اور دینی معلومات پر مشتمل اس مجموعے میں شامل چونتیس اور چھوٹی بڑی کتب ہیں۔ بعض مزید کتب بھی ہیں لیکن عیسائیوں کا پروٹسٹ چرچ انہیں اپوکریفا (جعلی) قرار دیتا ہے۔ بائبل کا یہ حصہ یہود و نصاریٰ دونوں کے نزدیک مُسلّم و معتبر ہے۔ لیکن عیسائیوں سے متعلق نئے عہد نامے کو یہودی نہیں مانتے۔ یہ نیا عہد نامہ بائبل کا دوسرا حصہ ہے۔ یہودیوں کے ہاں پرانے عہد نامے کی کتب کی ترتیب بھی الگ ہے۔ یہودیوں کے ہاں زبانی روایات کا جو مجموعہ ہے وہ مشنا کہلاتا ہے اور اس کی شرح کو گمرا کہتے ہیں متن اور شرح کے مجموعے کو تالمود کہا جاتا ہے۔ تالمود بھی دو ہیں ایک یروشلم کا تالمود ہے اور دوسرا بابل کا ہے۔ بابل کی تالمود ان کے ہاں زیادہ معتبر ہے۔ یہودی تالمود کا احترام

تورات سے بھی زیادہ کرتے ہیں ان کا خیال ہے کہ کوہ طور پر حضرت موسیٰؑ پر تورات کے علاوہ اس کی تفسیر وتشریح کے طور پر زبانی وحی بھی نازل ہوئی تھی۔اسی حیلے سے وہ تورات بمعنی مکتوبی وحی اور قانون کو نظر انداز کرتے ہیں (بائبل کے مفسرین آدم کلارک وہورن کے مضامین کی تلخیص بحوالہ بائبل سے قرآن تک جلد دوم صفحات ۴۳۲۔۴۳۷)

۱۱۔ ب:المائدہ۱۳۔ ج:البقرہ:۱۵

۱۲۔ الف:البقرہ:۷۹۔ ب:آل عمران:۷۱۔ ج:آل عمران:۷۸

۱۳۔ الف: الفوز الکبیر فی اصول التفسیر شاہ ولی اللہ دہلویؒ مکتبہ خیر کثیر آرام باغ کراچی ص ۲۳۔ ب: البقرہ :۸۹۔۹۰،۱۴۶۔ ج:النساء:۱۵۵۔۱۵۸،۱۶۰،۱۶۱

۱۴۔ الف:البقرہ:۸۰۔ ب:البقرہ:۹۴۔ ج:الاعراف:۱۵۹

۱۵۔ الف:المائدہ:۷۲،۷۳۔۱۱۶،۱۱۷۔ ب:عیسائیت کیا ہے؟ص ۴۳۔۴۸ ملخصا

ج:النساء:۱۷۱،۱۷۲۔یہودی عرصہ دراز سے ایک مسیح (نجات دہندہ حکمران) کے منتظر تھے۔اللہ تعالیٰ نے سچے مسیح حضرت عیسیٰ بن مریم کو مبعوث فرمایا تو یہی یہودی ان کے دشمن ہوگئے جن کی قاتلانہ سازشوں سے محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر زندہ اٹھالیا۔لیکن یہودیوں کا ہمیشہ سے یہ (جھوٹا) دعویٰ رہا کہ انہوں نے عیسیٰ کو مصلوب کردیا ہے بعد میں پولس (Paul) کے زیر اثر عیسائیوں نے بھی بتدریج اسے قبول کرلیا اور عقیدہ کفارہ کی بنیاد اسی پر رکھی حضرت عیسیٰ کے عروج آسمانی کے بعد رومی جرنیل طاطیس (Titus) نے ۷۰عیسوی/ ۵۷۰قبل ہجری میں یہودیوں کی بغاوت کو کچلنے کے لئے ایک ہولناک حملہ کرکے یروشلم کو تباہ وبرباد کردیا۔لاتعداد یہودی مقتول ہوئے اور بہت سے بھاگ کر ادھر ادھر اطراف عالم میں منتشر ہوگئے حضرت عیسیٰ کے بعد عیسائیوں کو سخت آزمائش سے گزرنا پڑا۔ایک طرف یہودی تو دوسری طرف بت پرست رومی حکمران اور عوام دونوں ان کے خلاف تھے۔حواری اگرچہ حضرت عیسیٰ کی سچی تعلیم کی نشرواشاعت میں بھرپور کوشش کرتے رہے لیکن اسی دوران ساؤل نام کے ایک یہودی نے عیسائیت کا لبادہ اوڑھ کر اپنا نام پولس (Paul) رکھا اور تثلیث، کفارے اور مصلوبیت مسیح کے جھوٹے عقائد کو پھیلایا۔ابتدا میں اس کی بھرپور مخالفت سچے عیسائیوں اور حواریوں کی طرف سے جاری رہی یہاں تک کہ چوتھی صدی عیسوی میں رومی بادشاہ قسطنطین نے عیسائیت قبول کرلی۔عیسائیت کا چوتھی صدی عیسوی/ چوتھی صدی قبل ہجری تک کا دور عیسائی مذہب کی تاریخ میں دور ابتلا کہلاتا ہے۔بے شمار عیسائی فرقے اور اناجیل کی ایک بڑی تعداد بڑا مسئلہ بن گئی تھی جسے حل کرنے کے لئے سب سے پہلی مجلس نیقیہ کے مقام پر قسطنطین کی زیر نگرانی ۳۲۵ عیسوی/ ۳۰۷قبل ہجری میں منعقد ہوئی اور اس میں پولس کے نظریات تثلیث اور کفارے وغیرہ کو سرکاری سرپرستی اور گرم جوش حمایت حاصل ہوگئی اس کے باوجود تثلیث اور کفارے جیسے نامعقول عقائد آسانی سے قبول نہیں کئے جاسکتے تھے اور ان کی تشریح وتوضیح میں لامتناہی

اختلافات کا سلسلہ جاری رہا ان اختلافی امور کو طے کرنے کے لئے چوتھی اور پانچویں صدی عیسوی / چوتھی اور تیسری صدی قبل ہجرت تک مجالس اور مباحثوں کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ یہ دور عہدِ مجالس (Age of Councils) کہلاتا ہے۔ ۵۲۹ عیسوی / ۹۷ قبل ہجرت تک عیسائیت سلطنت روما میں پھیل چکی تھی لیکن اسی دوران رومی حکومت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ مشرقی حصے کا دارالحکومت قسطنطنیہ تھا اور اس میں بلقان، یونان، ایشیائے کوچک، مصر اور حبشہ کے علاقے شامل تھے اور وہاں کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا کو بطریک (Patriarch) کہا جاتا تھا۔ مغربی حصے کا مرکز حسب سابق روم رہا اور یورپ کا اکثر حصہ اس کے ماتحت یا زیر اثر تھا وہاں کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا پوپ کہلاتا تھا۔ ان دونوں سلطنتوں اور مذہبی قوتوں میں رقابت کی فضا قائم رہی۔ اسی دور میں رہبانیت کا رواج ہوا جس کے مطابق دنیوی تعلقات اور مشاغل کو خیر باد کہہ کر جنگلوں اور بیابانوں میں نکل کر خدا کی خوشنودی حاصل کی جاتی تھی اس کی ابتدا چوتھی صدی عیسوی / چوتھی صدی قبل ہجری میں ہو چکی تھی اور پانچویں صدی عیسوی / تیسری صدی قبل ہجری تک برطانیہ اور فرانس میں راہبوں کی بہت سی خانقاہیں قائم ہوگئی تھیں۔ ۵۹۰ عیسوی / ۳۴ قبل ہجری سے ۸۰۰ عیسوی / ۱۸۴ ہجری تک کا زمانہ عیسائیوں کے ہاں تاریک دور (Dark Ages) کہلاتا ہے۔ اس دور میں اسلام ترقی پذیر اور عیسائیت باہمی افتراق و انتشار کا بری طرح شکار تھی۔ یہ عیسائی دنیا کے علمی اور سیاسی زوال کا بدترین دور تھا۔ ۸۰۰ عیسوی / ۱۸۴ ہجری سے ۱۵۲۱ عیسوی / ۹۲۷ ہجری تک کا زمانہ قرون وسطیٰ (Mediaval Era) کہلاتا ہے۔ اس میں پاپائیت کے مذہبی نظام اور حکمرانوں کے درمیان رسہ کشی جاری رہی۔ اسی دوران مشرق اور مغرب کے کلیساؤں میں بھی خلیج وسیع ہوگئی اور یہ ایک دوسرے سے الگ ہوگئے۔ مشرقی کلیسا کا نام The Holy Orthodox Church اور مغربی کلیسا کا نام بدستور رومن کیتھولک چرچ رہا۔ اس دور کو نفاق عظیم (Great Schism) کا نام دیا گیا۔ اسی دور میں عیسائیوں نے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگیں لڑیں۔

۱۰۹۵ عیسوی / ۵۸۸ھ میں پوپ اربن دوم نے کلیر مونٹ کونسل میں ان جنگوں کو مذہبی رنگ دیا کہ جو عیسائی بھی ان میں مارا جائے گا، سیدھا جنت میں جائے گا اور ان جنگوں میں شریک ہونے والوں کی مغفرت یقینی ہے۔ سات صلیبی جنگیں لڑی گئیں جن میں بالآخر عیسائیوں کو سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے ہاتھوں بری طرح شکست ہوئی۔

پاپائیت پہلے ہی روبہ زوال تھی۔ صلیبی جنگوں میں ناکامی سے اس کا اقتدار کافی کم ہونے لگا تو پوپ انوسنٹ چہارم نے اپنے منصب سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے مغفرت ناموں کی تجارت عام کردی۔ بائبل میں حضرات انبیاء علیہم السلام پر تو نہایت گھٹیا اور شرمناک بہتان لگائے گئے ہیں لیکن یہ پوپ اپنے معصوم عن الخطا ہونے اور لوگوں کے گناہوں کو معاف کردینے کے اختیارات رکھنے کا پرزور دعویٰ کرتے تھے۔ مخالفین کو خوفناک ظلم و ستم کا نشانہ بنانے اور انہیں زندہ جلا دینے تک کے واقعات عام ہونے لگے جس کے خلاف

سخت ردعمل ہوا اور سلطنت روما سے اےسال (۱۳۰۵ء/۷۰۴ھ) سے ۱۳۷۶ء/۷۷۸ھ) تک کے لئے پاپائیت کا خاتمہ ہوگیا اور اس عرصہ میں پوپ فرانس میں رہتے رہے۔ پھر ۱۳۷۸ء/۷۷۹ھ سے ۱۴۱۳ء/۸۱۶ھ تک دو پوپ منتخب ہوتے رہے۔ پاپاؤں کے اس باہمی افتراق اور نفاق عظیم کو ختم کرنے کے لئے ۱۴۰۹ء/۸۱۲ھ میں کونسل پیسا (Pisa) منعقد ہوئی جس میں اسی بشپ شریک ہوئے۔ انہوں نے دونوں پاپاؤں کو معزول کر کے الیگزینڈر پنجم کو پوپ مقرر کیا لیکن وہ فوراً مر گیا اس کے بعد ایک بحری ڈاکو جان بست وسوم کو پوپ نامزد کیا گیا لیکن وہ سابقہ دونوں پاپاؤں کو مغلوب نہ کر سکا یوں اب دو کی بجائے تین پوپ ہوگئے۔ ادھر پاپائیت کی بدعنوانیوں کے خلاف اصلاح کی تحریک مختلف اطراف سے شروع ہو چکی تھی۔ اس سلسلے میں ویکلف Wyckliff متوفی ۱۳۸۴ء/۷۸۶ھ کو شہرت حاصل ہے۔ اس کے بعد جان ہس John Huss اور جیروم Jerome نے پاپائیت کے خلاف آواز بلند کی۔ اسی جدوجہد کے دوران سب سے پہلے ویکلف مذکور نے بائبل کا انگریزی میں ترجمہ ۱۳۸۵ء/۷۸۷ھ میں کیا ورنہ اس سے پہلے کسی اور زبان میں بائبل کے ترجمے کو سنگین جرم سمجھا جاتا تھا۔ اصلاح کی یہ تحریک یوں ناکام ہوگئی کہ ۱۴۱۴ء/۸۱۷ھ میں کانسٹنس کے مقام پر بلائی گئی مجلس میں پاپاؤں کا افتراق اور نفاقِ عظیم تو ختم ہوگیا لیکن جان ہس اور اس کے شاگرد کو ملحد قرار دے کر زندہ جلا دیا گیا۔ بالآخر ۱۴۸۳ء/۸۸۸ھ میں فرقہ پروٹسٹنٹ کا بانی مارٹن لوتھر پیدا ہوا اس نے پاپائیت کو سخت نقصان پہنچایا۔ سولہویں صدی عیسوی/ دسویں صدی ہجری میں جان کالون اسی تحریک کو لے کر جنیوا میں سرگرم ہوگیا۔ ان کوششوں کے نتیجے میں یورپ کے ہر خطے میں یہ تحریک پھیل گئی اور رومن کیتھولک چرچ کے مقابلے میں پروٹسنٹ چرچ مضبوطی سے قائم ہوگیا اور ان دونوں فرقوں میں ہولناک تصادم ہوتے رہے۔ اس کے بعد سترہویں صدی عیسوی/گیارہویں صدی ہجری میں عقلیت کا دور شروع ہوا کہ بائبل کی تعلیمات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔ ولیم شلنگ ورتھ متوفی ۱۶۴۴ء/۱۰۵۴ھ اس گروہ کا سب سے بڑا رہنما تھا۔ لارڈ ہربرٹ متوفی ۱۶۴۸ء/ ۱۰۵۸ھ/ اور تھامس ہوبس متوفی ۱۶۷۱ء/۱۰۸۲ھ بھی اس طبقے میں پیش پیش تھے۔ بائبل کے بعض بیہودہ اور سراسر خلاف عقل مضامین کی وجہ سے بہت سے لوگ دہریت کی طرف مائل ہوگئے چنانچہ وولٹائر متوفی ۱۷۸۸ء/۱۱۰۵ھ نے خدا کے وجود میں شک پیدا کر دیا اور بعد ازاں خدا کے وجود کا صاف صاف انکار کر دیا گیا۔ بیسویں صدی عیسوی/ چودھویں صدی ہجری کا مشہور فلسفی برٹرینڈ رسل اسی طبقے کا آخری نمائندہ سمجھا جاتا تھا جس نے "Wy I am not a Christian" یعنی میں عیسائی کیوں نہیں؟ کتاب لکھی۔

عقلیت کی اس تحریک کے خلاف تجدد Modernism اور احیاء Catholic Revival Movement کا آغاز ہوا۔ تجدد پسندوں کے خیال میں بائبل کی تشریح ہی غلط کی جاتی رہی ہے۔ ان رہنماؤں میں مشہور فلسفی روسو Roussaue وغیرہ شامل ہیں۔ پروفیسر ہارنیک نے ''عیسائیت کیا ہے؟'' کے موضوع پر بڑی انقلابی کتاب لکھی اور زوردار دلائل سے الوہیت عیسیٰ کا انکار کیا اور ثابت کیا کہ حضرت

عیسیٰ کی صحیح تعلیم کو بگاڑنے والا پولس ہے۔ اس کے برعکس تحریک احیا کے علم بردار اس پر زور دیتے ہیں کہ رومن کیتھولک عقائد میں تبدیلی کی کوئی ضرورت نہیں۔ تاہم بائبل کے بے ہودہ اور لغو مضامین سے یوں پیچھا چھڑانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اس کے متن کی بجائے اس کے روحانی پیغام پر زور دینا چاہئے یعنی متن کی بجائے اس کی روح کو دیکھا جائے لیکن ظاہر ہے کہ بائبل میں موجود بہت سے فحش اور غلیظ مضامین کا عطر کیسے خوشبودار ہوسکتا ہے؟ اور تثلیث وکفارے جیسے سراسر خلاف عقل عقائد کو کیسے پاکیزہ بنایا جاسکتا ہے؟ عیسائیت بائبل اور اس کے متعلقات پر ہمارے سابقہ اور حالیہ مضامین ایک انصاف پسند قاری کو انشاء اللہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور کردیں گے کہ قرآن کریم پر ایمان لائے بغیر سیدھے راستے کی تلاش تاریکیوں میں ٹھوکریں کھاتے رہنے کے مترادف ہے۔

عیسائیت کے خلافِ عقل عقائد سے پیدا ہونے والی الجھنوں کی وجہ سے کئی فرقے وجود پذیر ہوئے عیسائیت کی ابتدائی صدیوں میں ابیونی فرقے کا خیال تھا کہ حضرت عیسٰی کو خدا کی شبیہہ اور خدا کی صفات کا مکمل پرتو تو کہا جاسکتا ہے لیکن بہرحال وہ خدا نہیں تھے ورنہ توحید کا عقیدہ خلل پذیر ہوگا۔ اس فرقے کے کچھ لوگوں نے یہ توجیہ کی کہ اگر حضرت عیسیٰ خدا تھے تو یہ خدائی ذاتی نہیں بلکہ عطائی تھی۔ پیٹری پیشین Patrii Passian فرقے کا خیال یہ تھا کہ باپ اور بیٹا دو الگ الگ شخصیتیں نہیں ہیں بلکہ باپ ہی خدا ہے جو حواس سے ماورا ہے لیکن خدا نے اپنی مرضی سے اپنے اوپر انسانی عوارض طاری کر لئے اور یسوع مسیح کے روپ میں زندگی بسر کی، تکالیف اٹھائیں پھر اسے صلیب پر چڑھا دیا گیا یعنی خدا (باپ) اپنے اوپر انسانی عوارض طاری کر کے بیٹا (یسوع مسیح) بن گیا۔ پال آف سموسٹہ Paul of Samosta ۲۶۰ء/ ۳۷۵ قبل ہجری سے ۲۷۲ عیسوی/ ۳۶۳ قبل ہجری تک انطاکیہ کا لبطریرک (سب سے بڑا مذہبی پیشوا) رہا ہے۔ اس کے نزدیک خدا کے مسیح کے وجود میں حلول کرنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ انہیں خدا کی طرف سے ایک خاص عقل عطا ہوئی تھی۔ اور مشہور عیسائی عالم اور راہب لوسین Lucin متوفی ۳۱۲ء/ ۳۲۲ قبل ہجری کا خیال یہ تھا کہ یسوع مسیح میں خدا کی صفت کلام کے حلول کر جانے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ آپ خدا بن گئے تھے بلکہ وہ حسب سابق مخلوق ہی رہے تھے۔ اس کے بعد چوتھی صدی عیسوی/ چوتھی صدی قبل ہجری میں آریوس Arius نے اس بات پر زور دیا کہ خدا نے بیٹے کو پیدا کیا۔ بیٹا پہلے معدوم تھا جبکہ خدا ہمیشہ سے ہے۔ مشرقی کلیساؤں میں اس کے نظریات کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی لیکن اسکندریہ اور انطاکیہ کے مرکزی کلیساؤں (مذہبی مراکز) پر الیگزینڈر اور اتھانی شیش وغیرہ کا اثر تھا۔ ۳۲۵ء/ ۳۰۷ قبل ہجری میں جب قسطنطین شاہ روم نے نیقیہ کی کونسل منعقد کی تو اس میں آریوسی عقائد کی پرزور تردید کی گئی اور آریوس کو جلاوطن کر دیا گیا پھر پانچویں صدی عیسوی/ تیسری صدی قبل ہجری میں پولسی فرقہ ظاہر ہوا جس نے حضرت مسیح کو فرشتہ قرار دیا جو مریم کے بطن سے انسانی صورت میں پیدا ہوا چونکہ خدا نے انہیں مخصوص جلال عطا فرمایا تھا اس لئے انہیں خدا کا بیٹا کہا گیا۔ پھر پانچویں صدی عیسوی کے وسط/ تقریباً ۱۸۰ قبل ہجری میں

نسطور یس متوفی ۴۵۱ء/۱۷۷-۱۷۸ قبل ہجری کا نسطوری فرقہ نمودار ہوا جس نے حضرت مسیح میں خدائی اور انسانیت کی دو الگ الگ شخصیتیں تجویز کیں جبکہ رومن کیتھولک چرچ کے مطابق حضرت مسیح ایک ہی شخصیت ہیں لیکن ان میں بقول ان کے خدائی اور انسانیت کی دو حقیقتیں پائی جاتی ہیں۔ چھٹی صدی عیسوی/دوسری صدی قبل ہجری میں یعقوبی فرقہ ظاہر ہوا اس کے نزدیک یسوع مسیح صرف ایک ہی شخصیت تھے اور ان میں صرف ایک ہی حقیقت یعنی بقول اس فرقہ کے خدائی کی حقیقت پائی جاتی تھی۔ ان پیچیدگیوں سے تنگ آکر رومن کیتھولک چرچ نے حلول وتجسم اور تثلیث کے عقائد کو سر بستہ راز قرار دیا اور دیگر سب فرقوں کو بدعتی اور ملحد قرار دیا۔ لیکن مسئلے کا یہ بھی تسلی بخش حل نہیں اس لئے کبھی یہ کہا گیا کہ خدا کی صفت کلام کا حضرت مسیح میں حلول ایسے ہی ہے جیسے انگوٹھی پر تحریر ہوتی ہے یا جیسے آئینے میں صورت منعکس ہو جاتی ہے لیکن ان مثالوں کا لغو اور غیر متعلق ہونا بالکل واضح ہے کیونکہ انگوٹھی کو تحریر یا تحریر کو انگوٹھی کوئی نہیں کہتا نہ ہی آئینے میں منعکس ہونے والی صورت کو آئینہ اور آئینے کو صورت کہا جاسکتا ہے حالانکہ عقیدہ حلول وتجسم کے تحت عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ خدا کی صفتِ کلام جو ایک مستقل جوہری یعنی خارجی اور حقیقی وجود رکھتی ہے وہ حضرت مسیح میں حلول کرگئی تو وہ ابن اللہ (خدا کے بیٹے) ہوگئے خدا کی صفت کلام کو عیسائی بیٹا کہتے ہیں اس لئے یسوع مسیح بھی بقول ان کے خدا ہوگئے۔ کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ خدا میں ایک مکمل انسانیت کا عنصر بھی پایا جاتا ہے اور یہی کامل انسانیت والا خدائی عنصر حضرت مسیح میں موجود تھا اس استدلال کا لغو اور غلط ہونا بھی بالکل واضح ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ نام نہاد خدائی انسانیت بھوک پیاس خوشی وغم، دکھ اور سکھ وغیرہ تمام انسانی عوارض بھی اپنے اندر رکھتی ہے کیونکہ حضرت مسیحؑ میں تو یہ تمام عوارض موجود تھے۔ کوئی عقل مند شخص اس کا قائل نہیں ہوسکتا جب یہ تمام عوارض حضرت مسیحؑ میں موجود تھے تو وہ خدا کیسے ہوگئے؟

عیسائیوں کے مذہبی لٹریچر میں بائبل کے پہلے حصے ''پرانا عہد نامہ'' کے ساتھ دوسرا حصہ ''نیا عہد نامہ'' بھی شامل ہے۔ حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہونے والی اصل انجیل تو ناپید ہوگئی۔ اس پر بہت سے لوگوں نے آپ کی تعلیمات پر مشتمل کتابیں اپنے طور پر لکھیں۔ یہی کتب اناجیل کہلائیں جو ایک دوسرے سے خاصی مختلف تھیں ۳۲۵ عیسوی/۳۰۷ قبل ہجری میں شاہ روم قسطنطین نے نیقیہ میں ایک مجلس (کونسل) منعقد کی اس میں چار اناجیل (متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کی اناجیل) کو معتبر اور دیگر سب کو غیر معتبر قرار دیا گیا اس کے بعد بھی متعدد مجالس منعقد ہوتی رہیں۔ نئے عہد نامے میں مذکورہ بالا چار اناجیل کے علاوہ حضرت مسیحؑ کے حواریوں کے کارناموں پر مشتمل لوقا کی لکھی ہوئی کتاب ''رسولوں کے اعمال'' بھی شامل ہے نیز پولس، پطرس، یعقوب، یوحنا کی جانب منسوب خطوط کے علاوہ مشاہداتِ یوحنا نامی ایک رسالہ بھی شامل ہے۔ پولس کے خطوط کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ یہی پولس حضرت مسیحؑ کے دین اور ان کی سچی تعلیم میں تحریف اور بگاڑ کا موجب ہے۔ ہم نے متن میں آئندہ سطور میں 'پولس اور بائبل' کے عنوان کے تحت اصل حقائق کو واضح کردیا ہے۔ اس مضمون اور سطور بالا کے لئے ہم نے مولانا محمد تقی عثمانی کی کتاب 'عیسائیت کیا ہے؟''

کے متعلقہ حصص سے استفادہ کیا ہے اور بعض دیگر متعلقہ مصادر و مآخذ کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔

۱۶۔ الف: آل عمران: ۶۱۔ ب: البینۃ: ۱۔۲۔ ج: الفرقان: ۵۲

۱۷۔ الف: بائبل: کتاب خروج ۳۱: ۱۷۔ ب: کتاب زبور ۷۸: ۶۵۔ ج: ایضاً ۴۴: ۲۳۔۲۴

۱۸۔ الف: ایضاً: ۷: ۶۔ ب: کتاب ایوب ۱۹: ۶۔۷۔ ج: کتاب زبور ۲۲: ۱

۱۹۔ الف: انجیل متی ۲۷: ۴۶۔ ب: کتاب پیدائش ۳۲: ۲۶۔ ج: ایضاً ۲۸: ۳۲

۲۰۔ الف: ایضاً ۲۸: ۳۰۔ ب: کتاب خروج ۲۴: ۹۔۱۱۔ ج: سموئیل دوم ۲۲: ۸۔۱۱

۲۱۔ الف: کتاب خروج ۴: ۲۲۔ ب: کتاب استثناء ۳۲: ۱۹۔ ج: کتاب پیدائش ۶: ۵۔۶

۲۲۔ الف: سموئیل اول ۱۵: ۱۱۔ ب: کتاب زبور ۸۹: ۳۹۔ ج: کتاب یرمیاہ ۴: ۱۰

۲۳۔ الف: کتاب گنتی ۱۴: ۳۰۔ ب: نیا عہد نامہ: کرنتھیوں ۱: ۲۵۔ ج: عبرانیوں ۷: ۱۴

۲۴۔ الف: کتاب قضاۃ ۱: ۱۹۔ ب: کتاب ملاکی ۳: ۸۔ ج: حزقی ایل ۱۴: ۹

۲۵۔ الف: سلاطین اول ۲۲: ۱۹۔۲۳۔ بائبل میں اس طرح کے غلیظ مضامین پر غور کیجئے کہ خدا (معاذ اللہ) نبیوں کو فریب دیتا ہے اور نبیوں کے منہ میں لوگوں کو بہکانے اور گمراہ کرنے کے لئے جھوٹی روح ڈال دیتا ہے۔
عیسائیوں کا قرآن کریم پر ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ اس میں خدا کی طرف اضلال (گمراہ کرنے) کی نسبت کی گئی ہے۔ ایسا اعتراض کرنے سے پہلے انہیں بائبل کے ان مضامین کا خوب مطالعہ کر لینا چاہئے تھا۔
قرآن کریم میں اس طرح کا بے ہودہ مضمون نہیں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ نبیوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیغمبروں کے ذریعہ سیدھا راستہ دکھادیا اور انہیں نیک و بد سب کچھ سمجھا دیا۔ اب اگر اپنی مرضی اور اپنے اختیار سے انسان اس راستے پر نہیں چلتا تو اس کی اس بدروش میں اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے نقصان رکھ دیا ہے کیونکہ اسباب میں اثر اسی نے رکھا ہے۔ کوئی اپنے اختیار سے اچھے اسباب کو بروئے کار لائے تو ان سے جو فائدہ ہوگا وہ بھی ان اچھے اسباب میں اللہ تعالیٰ نے ہی رکھا ہے اور اگر کوئی اپنی مرضی سے برے اسباب اختیار کرے تو ان میں بھی نقصان اللہ تعالیٰ ہی نے رکھا ہے اس معنی میں اللہ تعالیٰ کو خالق خیر و شر کہا جاتا ہے۔ خیر ایک صفت ہے جو کسی بھی اچھی اور مفید چیز میں پائی جائے اور شر (برائی) بھی ایک صفت ہے جو کسی بھی بری اور مضر چیز میں پائی جائے مثلاً ابلیس شریر ہے۔ شر اسکی صفت اور ابلیس اس کا موصوف ہے۔ کوئی صفت اپنے موصوف کے بغیر نہیں پائی جاتی جب شر کی صفت سے موصوف ابلیس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو ظاہر ہے کہ شر جو اس کی صفت ہے وہ اللہ ہی کی پیدا کردہ ہے۔ شر کا صدور ابلیس سے ہوتا ہے نہ کہ (معاذ اللہ) اس کا صدور اللہ سے ہوتا ہے البتہ ابلیس کو اور اس کی تمام صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔
اچھی چیزوں، اچھے لوگوں اور ان کی اچھی صلاحیتوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ انسان اللہ کی دی ہوئی صلاحیتوں کا اپنے اختیار سے جو اللہ نے اسے دے رکھا ہے، غلط استعمال کرے تو اس کا ذمہ دار خود انسان

ہے البتہ اس غلط استعمال میں بری تاثیر اور مضر نتائج اللہ تعالیٰ نے ہی رکھے ہیں یوں اللہ فاسقوں اور نافرمانوں کو اس معنی میں گمراہ کرتا ہے کہ ان کے برے کاموں پر انہیں نقصان پہنچاتا ہے ان برے کاموں میں اللہ کے بھیجے ہوئے رسول اور اس پر نازل ہونے والی وحی کا انکار بھی شامل ہے۔ قرآن کریم میں مثلاً سورہ بقرہ میں ہے کہ اللہ اس بات سے عار نہیں کرتا کہ وہ (اپنی کتاب میں) مچھر یا اس سے بڑھ کر کسی چیز (مثلاً مکھی مکڑی وغیرہ) کی مثال بیان کرے تو جو ایمان والے ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہ (مثال) ان کے رب کی طرف سے (مشرکین کے شرک کی برائی کو واضح کرنے کے لئے بالکل برمحل اور) حق ہے اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ نے کس چیز کا ارادہ کیا ہے اس سے (اللہ) بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے اور وہ صرف (اور صرف) نافرمانوں کو گمراہ کرتا ہے جو اللہ (سے فرمانبرداری) کے عہد کو توڑتے ہیں اور جس چیز (یعنی رشتہ قرابت) کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دے رکھا ہے، اسے کاٹتے اور زمین میں فساد مچاتے ہیں یہی لوگ ہیں جو نقصان اٹھانے والے ہیں (البقرۃ:۲۶۔۲۷) پیغمبر تو ایک طرف رہے قرآن کریم میں ہرگز ایسا مضمون بھی نہیں ملے گا کہ اللہ اپنے عام نیک بندوں کو گمراہ کرتا ہے۔

۲۵۔ ب: حزقی ایل ۱۶: ۳۔۳۴۔ ج: یسعیاہ ۲۸: ۷

۲۶۔ الف: سلاطین اول ۱۳: ۱۱۔۲۹۔ ب: یرمیاہ ۲۳: ۱۰۔۱۱۔ ج: یرمیاہ ۶: ۱۳

۲۷۔ الف: یرمیاہ ۱۳: ۱۳۔ ب: کتاب پیدائش ۳۵: ۲۔ ج: مجلّہ السیرۃ عالمی شمارہ ۱۸ ستمبر ۲۰۰۷ء صفحات ۱۱۰۔ ۱۱۷، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز۔ ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۱۸

۲۸۔ الف: کتاب پیدائش ۹: ۲۴۔۲۵۔ ب: خروج ۳۲: ۱۔۵۔ ج: خروج ۶: ۱۳

۲۹۔ الف: خروج ۴: ۲۷۔ ب: زبور ۱۰۵: ۲۶۔ ج: خروج ۳۲: ۱۹

۳۰۔ الف: گنتی ۲۰: ۲۔ ب: قضاۃ ۱۶: ۱۔ ج: کتاب قضاۃ سولھواں باب

۳۱۔ الف: قضاۃ ۱۳: ۵۔ ب: ایضاً ۱۴: ۶۔ ج: عبرانیوں ۱۱: ۳۲

۳۲۔ الف: سموئیل اول ۱۰: ۱۰

۳۳۔ الف: سموئیل اول ۱۶: ۱۴۔ ب: ایضاً ۱۹: ۲۴ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت انبیاء علیہم السلام معصوم عن الخطا ہوتے ہیں۔ خطا (غلطی) اور معصیت (گناہ، نافرمانی) میں فرق ہے کہ ہر معصیت خطا بھی ہے لیکن ہر خطا معصیت نہیں ہوا کرتی۔ امت سے اللہ تعالیٰ خطا اور نسیان کو معاف فرمادیتا ہے جہاں تک معصیت یعنی گناہ اور نافرمانی کا تعلق ہے تو پیغمبر اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتا کیونکہ اگر پیغمبر بھی گناہ کا ارتکاب کرے خواہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، تو اللہ تعالیٰ اس کی غیر مشروط اطاعت کا لوگوں کو حکم نہ دیتا۔ اگر پیغمبر گناہ اور معصیت کرے تو وہ لوگوں کے لئے معیاری نمونہ عمل نہیں بن سکتا اور نہ ہی لوگوں کی کماحقہ اصلاح کرسکتا ہے۔ لوگ تو یہ بہانہ بنائیں گے کہ جب ہمارے پیغمبر بھی (معاذ اللہ) گناہوں میں لتھڑے ہوئے تھے تو ہمارا کیا قصور ہے؟ اس لئے اہل کتاب کا یہ کہنا کہ پیغمبر کا صرف دعوت و تبلیغ تک ہی معصوم ہونا ضروری

ہے، عقلِ سلیم کے تقاضوں کے خلاف تو ہے ہی، خود بائبل سے ان کے اس دعوے کا صحیح ہونا قطعاً ثابت نہیں ہوتا بمطابق بائبل خدا (معاذ اللہ) اسرائیلی انبیاء کو فریب دیتا تھا اور پھر وہ لوگوں کو فریب دیتے تھے۔ خدا ان کے منہ میں (معاذ اللہ) جھوٹ بولنے والی روح بھی ڈال دیتا تھا۔ کبھی ان نبیوں (مثلاً ساؤل) پر شیطانی روح بھی غالب آجاتی تھی۔ بیت ایل کے بڈھے نبی نے دوسرے نبی کو (معاذ اللہ) جھوٹ بولتے ہوئے کہا تھا کہ مجھ پر تمہارے بارے میں یہ وحی نازل ہوئی ہے، اگر ان خرافات کو صحیح سمجھ لیا جائے تو ایسے انبیاء کی کتابوں میں بالفرض لوگوں نے تحریف نہ بھی کی ہوتو بھی یہ کتابیں لازماً غیر معتبر ٹھہریں گی اور ان انبیاء کی بعثت بھی (معاذ اللہ) بے کار اور فضول ہوگی۔ پیغمبروں کے معصوم ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان سے خطا اور نسیان نہیں ہوسکتا۔ دین پر عمل اور انتظام وتدبیر کے معاملے میں ان سے بشری تقاضے کے مطابق سہو ونسیان ممکن ہے اور اس میں بعض اوقات حکمت یہ ہوتی ہے کہ عبادت وغیرہ میں لوگوں کی تربیت مقصود ہوتی ہے کہ بھول چوک کے موقع پر کیا کرنا چاہئے۔ بعض اوقات اس طرح کے نسیان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرات انبیاء علیہم السلام کو سخت تنبیہ کی جاتی ہے اور ہر خطا اور نسیان کی لازماً اصلاح بھی کردی جاتی ہے تاکہ ان کی عملی زندگی لوگوں کے لئے قابل اعتماد نمونہ بنے اور لوگوں کو یہ یقین ہوجائے کہ دین نظری اور عملی اعتبار سے ان تک ٹھیک ٹھیک پہنچا ہے۔ چونکہ پیغمبر کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہوتا ہے اس لئے انہیں سہو ونسیان، فکری غلطی یعنی خطائے اجتہادی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض اوقات سخت الفاظ میں تنبیہ کی جاتی ہے مثلاً حضرت آدم کی شجر ممنوعہ کے پاس جانے کی اجتہادی غلطی کو اللہ تعالیٰ نے عصیان سے تعبیر کیا **وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ** (طٰہٰ۔۱۲۱) اور آدم نے اپنے رب کے حکم کے خلاف کیا تو وہ (اپنے مطلب میں) بے راہ ہوا''۔ لیکن دوسری جگہ اسی عصیان کو نسیان قرار دیا ہے **وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا** O (طٰہٰ:۱۱۵) ''اور بے شک ہم نے آدم سے پہلے سے عہد لیا تھا لیکن وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں پختگی نہیں پائی'' بڑے لوگوں کی معمولی غلطی کو بھی ہر معاشرے میں اخلاقی اقدار کے پیمانے سے سنجیدگی سے لیا جاتا ہے کسی جامعہ (یونیورسٹی) کا کوئی طالب علم کمرہ تدریس میں میز پر ناچتا نظر آئے تو اسے قصور وار ٹھہرایا جائے گا لیکن اگر یہی حرکت رئیس الجامعہ (وائس چانسلر) کرے تو یقیناً اسے کہیں زیادہ سنجیدگی سے لیا جائے گا۔ پیغمبروں سے ان کی خطا اور نسیان پر اللہ تعالیٰ کے عتاب آمیز کلام میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ مخالفین یہ اعتراض نہ کریں کہ اگر اللہ ہماری بھی ہر خواہش پوری کرے اور کبھی بھی ہم سے سختی سے کلام نہ کرے تو ہم بھی ان پیغمبروں سے بڑھ کر فرمانبرداری دکھادیں گے چنانچہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کسی جلیل القدر پیغمبر کی عزیز ترین خواہش بھی اس دنیا میں پوری نہیں کرتا لیکن پیغمبروں کی زبان پر ہرگز حرف شکایت نہیں آتا۔

حضرت ابراہیمؑ کا لقب خلیل اللہ ہے وہ اپنے کافر باپ کے لئے مدت العمر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہے لیکن اس کے باوجود اس کی موت کفر پر واقع ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو باپ کے لئے

آئندہ استغفار سے منع فرمادیا تو آپ نے فوراً تعمیل کا اظہار کرتے ہوئے باپ سے بےزاری ظاہر کی۔ حضرت نوحؑ کا ایک بیٹا ان کی آنکھوں کے سامنے غرق ہوگیا بیٹے کے لئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب آمیز جواب ملا جس پر فوراً حضرت نوح نے معذرت کا اظہار کیا۔ الغرض جو کام امت کے لوگوں کے لئے گناہ ہے پیغمبر اس سے قطعاً معصوم ہوتے ہیں البتہ پیغمبر کے کبھی کبھار کے خطا اور نسیان کو اللہ تعالیٰ تغلیظاً (کلام میں سختی پیدا کرنے کے لئے) گناہ قرار دیتا ہے یعنی گناہ ایک اضافی اور نسبتی شے ہے امت کے لوگوں کے لئے جو گناہ ہے پیغمبر اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتا اور پیغمبر سے جو شاذ ونادر خطا اور نسیان سرزد ہو تو اللہ تعالیٰ اسے پیغمبر کے لئے گناہ قرار دیتا ہے کہ تم اتنے بڑے ہو کہ تم سے یہ غلطی اور بھول چوک نہیں ہونی چاہئے تھے تو معصوم عن الخطاء ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر سے خطا اور نسیان اگر کبھی سرزد بھی ہو تو اس کی لازماً اصلاح اور اطلاع کردی جاتی ہے اسی لئے معصوم عن الخطاء میں لفظ معصوم بصیغہ مفعول ہے اور معنی ہے ''بچایا ہوا''۔ پیغمبر کو اللہ تعالیٰ غلطی پر مطلع کرکے اس سے بچالیتا ہے۔

یہود ونصاریٰ نے اسرائیلی انبیاء پر نہایت ہی غلیظ اور شرمناک بہتان لگائے ہیں۔ اپنے پیغمبروں سے متعلق بائبل کے ان فحش اور شرمناک مضامین سے یکسر آنکھیں بند کرکے یہ حضرات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح کے اعتراضات کرتے ہیں کہ مثلاً سورہ فتح میں آپ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح:۲) ''تا کہ اللہ تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کردے''۔ مذکورہ بالا توضیحات کی روشنی میں یہ اعتراض غلط ہے۔ عیسائی حضرات کہا کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں صرف حضرت عیسیٰ ہی ایسے پیغمبر ہیں کہ ان کی طرف کوئی گناہ منسوب نہیں اور نہ ہی ان سے کبھی عتاب آمیز لہجے میں کلام ہوا ہے ہم کہتے ہیں کہ اناجیل وغیرہ سے تو حضرت عیسیٰ ہرگز معصوم عن الخطاء قرار نہیں پاتے بلکہ ان اناجیل نے تو آپ کو سرے سے مسیحیت کے منصب سے باہر نکال رکھا ہے جیسا کہ اناجیل کے حوالے سے حضرت عیسیٰ کے متعلق زیر نظر مضامین سے بالکل واضح ہے اس لئے ہمارے مسیحی بھائیوں کو قرآن کریم کا احسان مند ہونا چاہئے اور اس پر ایمان لانا چاہئے۔ یہ بھی غور کرنا چاہئے کہ بمطابق تین اناجیل حضرت عیسیٰ کے تبلیغ ودعوت کے کام کی مدت کوئی صرف ایک سال اور بمطابق انجیل یوحنا تین سال بنتی ہے۔ زن زر اور زمین سے جو مسائل پیدا ہوتے ہیں ان سے آپ کو واسطہ ہی نہیں پڑا۔ نہ آپ شادی کرسکے اور نہ ہی آپ کا کوئی مکان یا جائیداد تھی۔ آپ کو دشمنوں کے خلاف قتال وجہاد کا کبھی کوئی موقع ہی نہیں ملا جنگی قیدیوں اور صلح وجنگ کے معاملات سے آپ الگ تھلگ رہے۔ تبلیغ کے اتنے مختصر دور میں اگر کوئی خطا یا نسیان بالفرض نہ بھی ہوا ہو تو اس میں چنداں تعجب کی بات نہیں۔ دعوت وتبلیغ اور معیشت ومعاشرت کے طویل عرصے میں شاذ ونادر اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطا ونسیان ہوا ہو یا کبھی کسی معاملے میں ترکِ اولیٰ (یعنی زیادہ بہتر تدبیر اور صورت کو چھوڑ کر ادنیٰ مگر جائز صورت) کو اختیار کیا ہو تو اس پر قطعاً کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔ جہاں تک عتاب آمیز لہجے میں کلام کا تعلق ہے تو قرآن کریم میں حضرت

عیسیٰ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں گو براہ راست مخاطب حضرت عیسیٰ نہیں بلکہ عیسائی ہیں چنانچہ ارشاد ہے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (المائدہ۔۱۷) ''بے شک وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ مسیح بن مریم ہی اللہ ہے تو ان سے کہہ کہ اگر اللہ مسیح بن مریم اور اس کی ماں اور زمین کے سب لوگوں کو ہلاک کرنا چاہے تو اس کے آگے کس کی پیش چل سکتی ہے؟''

حضرات انبیاء علیہم السلام تعلیم امت اور اظہارِ عبدیت (اللہ کا بندہ اور خادم ہونے کو ظاہر کرنے) کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاؤں میں اپنے آپکو ازراہِ تواضع گناہگار ظاہر کرتے ہیں مثلاً عربی انجیل متی میں حضرت عیسیٰ کی دعایوں ہے واغفر لنا ذنوبنا کمانحن نغفر للمذنبین الینا (الکتاب المقدس (عربی بائبل) دار الکتاب المقدس فی الشرق الاوسط طبع ۱۹۸۵ میلادی، انجیل متی، ۶:۱۲) یعنی (اے خدا) ہمارے گناہ تو بخش دے جس طرح ہم بھی اپنے قصوواروں کو بخش دیا کرتے ہیں'۔ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ نے نماز کے لئے جو دعا اپنے شاگردوں کو سکھائی خود بھی تو یہی دعا پڑھتے تھے۔ چونکہ اس دعا میں حضرت عیسیٰ معصوم عن الخطاء ہونے کے باوجود تعلیم امت اور اظہار عبدیت کے لئے اپنے حق میں گناہوں کا اللہ کے سامنے اعتراف فرمارہے ہیں اس لئے عیسائیوں نے اردو تراجم میں تحریف کر ڈالی اور ترجمہ یوں کر دیا ''اور جس طرح ہم نے اپنے قرض داروں کو معاف کیا ہے تو بھی ہمارے قرض ہمیں معاف کر'' لیکن حقیقت سے کہاں تک منہ چھپایا جاسکتا ہے، انجیل لوقا میں ہے ''پھر کسی سردار نے اس (یعنی یسوع مسیح) سے سوال کیا کہ اے نیک استاد، میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں؟ یسوع نے اس سے کہا کہ تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے؟ کوئی نیک نہیں مگر ایک خدا' (لوقا ۱۸:۱۸۔۱۹) دیکھئے حضرت عیسیٰ معصوم ہونے کے باوجود یہ پسند نہیں فرماتے کہ انہیں نیک کہا جائے۔ اناجیل سے یہ ثابت ہے کہ حضرت یوحنا (یحیٰ) لوگوں کو جو بپتسمہ (روحانی غسل) دیا کرتے تھے، اس کا واحد مقصد گناہوں سے معافی اور توبہ کا اعلان ہوا کرتا تھا (مرقس ۱:۴، متی ۳:۱۱، کتاب اعمال ۱۳:۲۴) اور اناجیل کے مطابق حضرت عیسیٰ نے بھی اصرار فرما کر انہی یوحنا سے بپتسمہ لیا تھا (مرقس ۱:۹، متی ۳:۱۳۔۱۵، لوقا ۳:۲۱) دیکھئے حضرت عیسیٰ نے معصوم عن الخطاء ہونے کے باوجود اظہارِ عبدیت اور تعلیم امت کے لئے بپتسمہ لے کر گناہوں سے توبہ اور معافی کا اظہار کیا کیونکہ بپتسمہ اسی مقصد کے لئے تو ہوا کرتا تھا۔

۳۳۔ ج: یسعیاہ ۲۰:۳۔۴

۳۴۔ الف: کتاب ہوسیع ۱:۱۔۲۔ ب: حزقی ایل ۴:۱۲،۱۴۔۱۵۔ ج: پیدائش ۹:۱۸۔۲۲

۳۵۔ الف: پیدائش ۳۴:۱۔۲۹ ملخصاً۔ ب: ایضاً ۳۸:۶۔۳۰ ملخصاً۔ ج: مجلّہ السیرۃ عالمی شمارہ ۱۸ ستمبر ۲۰۰۷ء / رمضان ۱۴۲۸ھ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی ۱۸ اص ۱۰۴ نکتہ نمبر ۲۶ ص ۱۱۰

۳۶۔ الف: ایضاً ص ۱۱۱۔۱۱۲، نکات نمبر ۲۹۔۳۱۔ ب: ایضاً نکتہ نمبر ۳۲ کا حصہ ط۔ ج: پیدائش ۳۵:۲۲

۳۷۔ الف: سموئیل اول ۱۸: ۲۶۔۲۷۔ ب: قضاۃ ۱۵: ۴۔۵۔ ج: قضاۃ ۱۵: ۱۵۔۱۶

۳۸۔ الف: انجیل یوحنا ۱۱: ۵۱۔ ب: انجیل متی ۲۶: ۶۷۔ ج: پیدائش ۱: ۱۔۵، ۹۔۱۹

۳۹۔ الف: مجلہ السیرۃ شمارہ ۱۸ ص ۱۷۱۔۱۷۵، ۱۸۲۔۱۸۵۔ ب: پیدائش ۲۹: ۲۲۔۲۷۔ ج: کتاب ایوب ۳: ۱۔۳

۴۰۔ الف: کتاب ایوب ۱۰: ۱۔۲۔ ب: ایضاً ۱۹: ۶۔۱۰۔ ج: استثناء ۲۰: ۱۳۔۱۸

۴۱۔ الف: گنتی ۳۱: ۱۷۔۱۸، قضاۃ ۲۱: ۱۰۔ ب: سموئیل اول ۲۷: ۹۔ ج: سموئیل اول ۱۵: ۳

۴۲۔ الف: یشوع ۶: ۲۱۔ ب: سموئیل دوم ۱۲: ۲۹۔۳۲۔ ج: مجلہ السیرۃ عالمی شمارہ ۱۸ ص ۱۰۱۔ نکات نمبر ۱۔۱۰، ۱۲۔۱۴، ۱۶۔۲۴، ۲۸

۴۳۔ الف: ایضاً ص ۱۷۵۔۱۸۲۔ ب: کتاب اعمال ۱: ۳۱۔ ج: انجیل لوقا ۲۴: ۲۱، ۲۹، ۳۶، ۵۱

۴۴۔ الف: مجلہ السیرۃ شمارہ ۱۸، ص ۱۸۵۔۱۹۹۔ ب: انجیل متی ۵: ۱۷۔۲۰۔ ج: ایضاً ۵: ۲۱، ۲۷، ۲۸، ۳۳، ۳۴، ۳۸۔۳۹)

۴۵۔ الف: انجیل متی ۱۲: ۱۶، ۹: ۳۰۔ ب: ایضاً ۲: ۱۳۔۱۵۔ ج: انجیل لوقا ۲: ۲۲، ۳۹، ۴۱

۴۶۔ الف: انجیل متی ۴: ۵۔ ب: انجیل متی ۴: ۸۔۱۰۔ ج: انجیل لوقا ۴: ۵۔۱۲

عیسائی حضرات اسے حضرت مسیحؑ کا بہت بڑا کارنامہ ظاہر کرتے ہیں اور اس کا تقابل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبینہ واقعے سے کرتے ہیں کہ پہلی وحی کے نزول کے بعد آپ سخت پریشانی کی حالت میں کبھی کبھی اپنے آپ کو پہاڑ سے نیچے گرادینا چاہتے تھے لیکن ہر مرتبہ حضرت جبرئیلؑ نمودار ہوکر کہتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں صحیح بخاری میں راوی امام زہریؒ کا اس کی کوئی سند بیان کئے بغیر بیان یہ ہے "فیما بلغنا" یعنی یہ بات ان باتوں میں شامل ہے جو ہم تک پہنچی ہیں۔ جن لوگوں کے ذریعے یہ بات امام زہریؒ تک پہنچی ان کے ناموں کا ذکر تک نہیں ہے اس لئے اہل علم وتحقیق ایسی روایات کو ہرگز معتبر نہیں سمجھتے خواہ وہ کسی بھی کتاب میں موجود ہوں۔ نیز یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے۔ حضرت اسماعیل سے آپ تک کا عرصہ کوئی ڈھائی ہزار سال کا بنتا ہے اس عرصے میں بنی اسماعیل میں کسی نبی کا ظہور نہیں ہوا تھا۔ آپ نبوت ورسالت اور وحی والہام وغیرہ سب امور سے نابلد تھے قرآن کریم میں ہے وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ O (شوریٰ۔۵۲) "اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح القدس (حضرت جبرئیلؑ) کے ذریعے (قرآن) کی وحی بھیجی ہے، تجھے معلوم نہیں تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ ہی تجھے ایمان (کی تفصیل) کا علم تھا لیکن ہم نے اس (قرآن) کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور بیشک تو (لوگوں کو) سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔" اس کے برعکس حضرت عیسیٰ بن مریم نبوت وکتاب اور وحی والہام

جیسے امور سے پہلے ہی پوری طرح باخبر تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مریم صدیقہؑ کی پرورش حضرت زکریاؑ نے فرمائی تھی اور حضرت زکریاؑ کے صاحبزادے یحییٰ بھی آپ کے ہم عصر تھے اس سے پہلے بھی آپ کی قوم بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کے بعد سے لاتعداد نبی تورات کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث ہوتے رہے تھے۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کی ایک صورت وحی تصلصلی کی تھی کہ فرشتہ اپنی ملکوتی صفات میں آپ کو وحی پہنچائے۔ غار حرا میں آپ پر پہلی وحی بھی اسی طرح کی تھی یہ زندگی میں آپ کا پہلا تجربہ تھا اس لئے آپ کا پہلے پہل پریشان ہونا ایک فطری امر تھا۔ عین ممکن ہے کہ اس طرح کی وحی سے حضرت عیسیٰ کو کبھی واسطہ نہ پڑا ہو اور ان پر وحی تمثّلی کا نزول ہوتا رہا ہو جس میں فرشتہ انسانی صورت میں نمودار ہوتا ہے یا الفاظ کی بجائے آپ کے دل پر صرف معانی کا القاء ہوتا ہو۔

حضرات انبیاء علیہم السلام طبعی رنج ومسرت اور خوف ورجا میں عام انسانی تجربات سے گزرتے ہیں تاکہ وہ لوگوں کے لئے مکمل نمونہ عمل بن سکیں۔ دوسرے لوگوں کی طرح انہیں بھی یہ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ان کے احباب واقارب ان کے لئے اطمینان اور تسلی کا ذریعہ بنیں۔ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ان کے بھائی حضرت ہارونؑ کو ہمراہ کیا گیا تاکہ انہیں سکون اور اطمینانِ قلب حاصل ہو۔ بمطابق اناجیل اپنی مبینہ گرفتاری سے پہلے حضرت عیسیٰ نہایت غمگین اور پریشان تھے اور چاہتے تھے کہ ان کے حواری ان کے ساتھ شب بیداری اور دعا میں شریک رہیں۔ (متی ۲۶: ۳۷۔۴۳) اس لئے کہ اگر پہلی وحی کے نزول کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے ذریعے پریشانی اور گھبراہٹ میں سکون واطمینان حاصل ہوا تو اس پر کوئی اعتراض یا اشکال وارد نہیں ہوتا

یہاں یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ انجیل متی اور انجیل لوقا میں حضرت عیسیٰؑ کے شیطان کے ذریعے آزمائے جانے کے واقعے کی زمنی ترتیب میں تضاد اور اختلاف ہے۔ بمطابق متی شیطان پہلے آپ کو یروشلم اور بعد میں اونچے پہاڑ پر لے گیا تھا جبکہ بمطابق لوقا وہ پہلے آپ کو پہاڑ پر اور اس کے بعد یروشلم میں لے گیا۔ یہ تضاد ظاہر کرتا ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک بات ہی عقلاً درست ہوسکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہردو اناجیل کا بیان غلط ہو اور اس پر قوی قرینہ یہ موجود ہے کہ متی اور لوقا کے بیانات کے مطابق شیطان آپ کو (معاذ اللہ) جگہ جگہ لئے پھرتا تھا گویا وہ آپ کو جہاں بھی لے جانا چاہتا تھا آپ (معاذ اللہ) بغیر کسی چون وچرا کے اسکے پیچھے چل پڑتے تھے مانا کہ آپ نے شیطان کی یہ بات نہیں مانی کہ اپنے آپ کو پہاڑ سے گراؤ یا یہ کہ شیطان کو سجدہ کرو لیکن آپ اس کے ساتھ ہم سفر ہوتے ہی کیوں تھے کہ وہ آپ کو کبھی کہیں اور کبھی کہیں لئے پھرتا تھا؟ اگر یہ بات فرض کر لی جائے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پریشانی کی حالت میں پہاڑ سے اپنے آپ کو گرانا چاہتے تھے تو کم از کم یہ فضیلت بھی آپ کو حاصل ہے کہ اس پریشانی میں حضرت جبرئیلؑ آپ کو تسلی دیتے تھے ادھر حضرت عیسیٰ کے ساتھ شیطان تھا جو آپ کو ادھر ادھر لے جاتا تھا گو بالآخر آپ اس

کے بہکاوے میں نہ آسکے۔ حضرت عیسیٰ نے بمطابق اناجیل شیطان کو سجدہ کرانے سے یہ کہتے ہوئے انکار فرمایا تھا کہ سجدہ صرف اللہ کے لئے ہے جو واحد معبودِ حقیقی ہے یعنی حضرت عیسیٰ خدا نہیں بلکہ خدا کے بندے تھے اور خدا کو ہی سجدہ کیا کرتے تھے عیسائی حضرات کو بھی اسی پر عمل کرتے ہوئے تثلیث کے مشرکانہ عقیدے سے گلوخلاصی کرنی چاہئے۔

۴۷۔ الف: انجیل متی ۲۰:۲۹۔۳۴۔ ب: مرقس ۱۰:۴۶۔۵۲۔ ج: انجیل متی ۸:۲۸۔۳۴

۴۸۔ الف: انجیل مرقس ۵:۲۔ ب: انجیل متی ۵:۹۔ ج: ایضاً ۱۰:۳۴

۴۹۔ الف: لوقا ۹:۵۶۔ ب: ایضاً ۱۲:۴۹، ۵۱۔ ج: کتاب پیدائش ۹:۶

۵۰۔ الف: نیا عہد نامہ: ۲ پطرس ۲:۷۔ ب: کتاب ایوب ۱:۱۰۔۲۔ ج: ایضاً ۱:۱

۵۱۔ الف: سموئیل اول ۱۵:۲۹۔ ب: یسعیاہ ۴۰:۲۸۔ ج: کتاب زبور ۳۴:۱۵

۵۲۔ الف: خروج ۳۳:۲۰۔ ب: نیا عہد نامہ: ا۔ یوحنا ۴:۱۲۔ ج: حزقی ایل ۱۸:۲۰

۵۳۔ الف: خروج ۳۴:۷۔ ب: خروج ۲۰:۴۰۔ ج: خروج ۲۵:۱۸

۵۴۔ الف: سموئیل دوم ۲۴:۹۔ ب: تواریخ اول ۲۱:۵۔ ج: سلاطین دوم ۸:۶

۵۵۔ الف: تواریخ دوم ۲۲:۲۔ ب: سلاطین دوم ۲۴:۸ (ج) تواریخ دوم ۳۶:۹

۵۶۔ الف: پیدائش ۷:۹۔ ب: ایضاً ۷:۲۔ ج: سلاطین اول ۴:۲۶

۵۷۔ الف: تواریخ دوم ۹:۲۵۔ ب: سموئیل دوم ۲۴:۱۔ ج: تواریخ اول ۲۱:۱۱۔

۵۸۔ الف: سلاطین دوم ۱۶:۲۔ ب: سلاطین دوم ۱۸:۲۔ ج: سموئیل دوم ۸:۴

۵۹۔ الف: تواریخ اول ۱۸:۴۔ ب: سموئیل دوم ۲۴:۱۳۔ ج: تواریخ اول ۲۱:۱۱۔۱۲

۶۰۔ الف: انجیل یوحنا ۵:۳۱۔ ب: ایضاً ۸:۱۳۔۱۴۔ ج: انجیل متی: ۱۰:۹۔۱۰

۶۱۔ الف: انجیل مرقس ۶:۸۔۹۔ ب: تواریخ اول ۷:۶۔ ج: ایضاً ۸:۱۔۲

۶۲۔ الف: پیدائش ۲۶:۲۱۔ ب: سموئیل دوم ۲۳:۸۔ ج: تواریخ اول ۱۱:۱۱

۶۳۔ الف: سموئیل دوم ۱۰:۱۸۔ ب: تواریخ اول ۱۹:۱۸۔ ج: کتاب استثناء ۳۴:۵

۶۴: الف: یشوع ۱:۱۔۲۔ ب: کتاب ایوب ۱:۱۔ ج: انجیل لوقا ۱:۱۔۳

۶۵۔ الف: دی نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا پندرہواں ایڈیشن ۱۹۹۱ص ۸۲۶، ۸۲۴، ۸۲۷، ۸۲۸ جلد ۱۴۔ ب: استثناء ۲۷:۵۔۸۔ ج: یوشع ۸:۳۰، ۳۲

۶۶۔ الف: انجیل یوحنا ۱۲:۲۰۔۲۴۔ ب: مجلّہ السیرۃ شمارہ ۱۷ مارچ ۲۰۰۷ء ص ۱۳۰۔۱۳۱۔ ج: ایضاً ص ۱۶۳۔ ۱۶۸

۶۷۔ الف: Exodus 31:17, Genesis 2:2 ب: Psalm 39:12۔ ج: انجیل متی عربی ۶:۱۲، انجیل متی اردو ایضاً

۶۸۔ الف: کتاب اعمال ۸:۱۳۔۱۷۔ ب: ایضاً ۱۰:۴۴۔۴۷۔ ج: ایضاً ۲:۱۔۴

۶۹۔ الف: ایضاً ۲:۱۷۔۱۸۔ ب: ایضاً ۲۱:۹۔ ج: انجیل متی ۱۰:۱۹۔۲۰

۷۰۔ الف: انجیل یوحنا ۱۰:۸۔ ب: کتاب ایوب ۱:۱۔ ج: انجیل ۱۲:۴۷۔۴۸

۷۱۔ الف: انجیل یوحنا ۲:۳۔۴۔ ب: انجیل لوقا ۳:۴۸۔۵۱۔ ج: متی ۱۶:۳۲

۷۲۔ الف: متی ۵:۳۹۔۴۱۔ ب: متی ۲۳:۱۳۔۳۷، لوقا ۱۱:۳۷۔۵۴۔ ج: متی ۱۵:۲۶

۷۳۔ الف: مرقس ۲۷:۲۸۔ ب: ایضاً ۵:۱۲۔۱۳۔ ج: مرقس ۱۱:۱۲۔۱۴، ۲۰۔۲۱

۷۴۔ الف: یوحنا ۱۱:۵۱۔ ب: متی ۲۶:۵۷، ۶۳۔۶۸۔ ج: نیا عہد نامہ۔ طیطس ۱:۱۵

۷۵۔ الف: استثناء ۱۴:۸، احبار ۱۱:۷۔۸۔ ب: متی ۵:۱۹۔۲۰۔ ج: ۱۔ تیمتھیس ۲:۴

۷۶۔ الف: گلتیوں ۳:۱۳۔ ب: احبار ۲۴:۱۰۔۱۶۔ ج: کتاب امثال ۲۱:۱۸

۷۷۔ الف: لوقا ۲:۳۷۔ ب: ۱۔ یوحنا ۲:۲۔ ج: انجیل لوقا ۱۵:۲۶

۷۸۔ الف: ایضاً ۱۲:۴۹، ۵۱۔ ب: انجیل متی ۵:۹۔ ج: مجلّہ السیرۃ شمارہ ۱۸ ستمبر ۲۰۰۷ ص ۱۷۵۔۱۸۲

۷۹۔ الف: متی ۱۶:۲۷۔۲۸۔ ب: ایضاً ۱۰:۲۳۔ ج: ایضاً ۲۴:۱۔۳۵

۸۰۔ الف: مرقس باب ۱۳، لوقا باب ۲۱۔ ب: متی ۱۹:۲۸۔ ج: متی ۲۶:۱۴، ۴۷ ایضاً ۲۷:۳

۸۱۔ الف: یوحنا ۳:۱۳۔ ب: پیدائش ۵:۲۴، سلاطین دوم ۲:۱۱۔ ج: متی ۱۷:۲۰

۸۲۔ الف: مرقس ۱۱:۲۳، لوقا ۱۷:۵۔۶۔ ب: متی ۱۰:۱۹، مرقس ۱۳:۱۱۔ ج: کتاب اعمال ۲۳:۱۔۵

۸۳۔ الف: کرنتھیوں ۱۲:۱۱۔ ب: مرقس ۱۰:۲۹۔۳۱۔ ج: مرقس ۲:۲۵۔۲۶

۸۴۔ الف: سموئیل اول ۲۱:۱۔ ب: متی ۱۱:۱۳۔۱۴۔ ج: انجیل یوحنا ۱۹:۲۱

۸۵۔ الف: متی ۱:۲۳۔ ب: متی ۱:۲۱۔ ج: لوقا ۱:۳۱

۸۶۔ الف: یسعیاہ ۷:۱۔۱۷۔ ب: متی ۲:۱۵۔ ج: ہوسیع ۱۱:۱

۸۷۔ الف: متی ۲:۱۷۔ ب: یرمیاہ ۱۳:۱۵۔ ج: متی ۲۷:۹

۸۸۔ الف: لوقا ۱:۳۲۔۳۳۔ ب: یوحنا ۶:۱۵۔ ج: لوقا ۱:۳۲

۸۹۔ الف: متی ۱:۱۸۔۲۳، لوقا ۱:۲۶۔۳۵۔ ب: مجلّہ السیرۃ شمارہ ۱۸ ستمبر ۲۰۰۷ء ص ۱۰۱۔۱۱۱۔ ج: کتاب پیدائش باب ۳۸

۹۰۔ الف: استثناء ۲۳:۲۔ ب: مجلّہ السیرۃ شمارہ ۱۸ ستمبر ۲۰۰۷ء ص ۱۰۴۔ ج: یرمیاہ ۳۶:۳۰

۹۱۔ الف: انجیل یوحنا ۱:۱۹۔۲۱

۹۲۔ الف: یوحنا ۵:۳۱۔ ب: ایضاً ۸:۱۴۔ ج: متی ۳:۱۳۔۵

۹۳۔ الف: یوحنا ۱:۳۱۔۳۳۔ ب: متی ۱۱:۲۔۳۔ ج: انجیل متی ۲۴:۲۴، د: مرقس ۸:۳۲۔۳۳

۹۴۔ الف: ایضاً ۱۴:۱۔۲۔ ب: متی ۲۶:۳۶۔۴۴۔ ج: مرقس ۱۶:۱۴

۹۵۔ الف:متی ۱۴:۳۱۔ ب:متی ۲۸:۵۵۔۵۶ ج۔مرقس ۱۵:۴۰۔۴۱

۹۶۔ الف:متی ۲۶:۵۶۔ ب:متی ۲۸:۵۵۔۵۶ ج۔مرقس ۱۵:۴۰۔۴۱

۹۷۔ الف:یوحنا۱۹:۲۵۔۲۷۔ ب:لوقا۲۳:۴۸۔۴۹۔ ج:اعمال۹:۲۶۔۳۰،اعمال۲۶:۹۔۱۹۔ د:کتاب اعمال۱۵:۳۹۔۴۱

۹۸۔ الف:گلتیوں۲:۱۱۔۱۳۔ ب:کتاب اعمال۱۵:۲۸۔۲۹۔ ج:متی۱۳:۵۵

۹۹۔ الف:یعقوب کا خط (نیا عہد نامہ)۲:۱۹۔۲۰۔ ب:ایضاً ۲:۱۴۔۲۶۔ ج:اعمال۲۱:۱۷۔۲۶

۱۰۰۔ الف:بائبل سے قرآن تک ۳/۴۴۶۔ ب:گلتیوں ۱:۱۱۔۱۲۔ ج:رومیوں ۳:۷

۱۰۱۔ الف:۱۔کرنتھیوں ۹:۲۰۔۲۲۔ ب:رومیوں ۱۳:۱۔۶۔ ج:۱۔کرنتھیوں ۷:۱۲

۱۰۲۔ الف:ایضاً ۷:۲۵۔ ب:۲۔کرنتھیوں ۸:۸۔ ج:گلتیوں ۲:۱۱۔۱۳

۱۰۳۔ الف:کتاب اعمال ۱:۱۸ ایضاً ۱۲:۲۔ ب:۱۔کرنتھیوں ۱:۱۱۔۱۲۔ ج:یوحنا ۱:۴۲

۱۰۴۔ الف:متی ۱۵:۱۷۔ ب:یعقوب کا خط۲:۱۴،۱۷،۲۴۔ ج:گلتیوں ۳:۱۳

۱۰۵۔ الف:ایضاً ۳:۲۳۔۲۴۔ ب:عبرانیوں ۷:۱۲۔ ج:ایضاً ۷:۱۸

۱۰۶۔ الف:عبرانیوں ۸:۱۳۔ ب:رومیوں ۷:۶۔ ج:پیدائش ۱۷:۱۲۔۱۳

۱۰۷۔ الف:احبار۱۲:۳۔ ب:لوقا۲:۲۱۔ ج:گلتیوں ۵:۱

۱۰۸۔ الف:گلتیوں ۶:۱۵۔ ب:رومیوں ۲:۲۹۔ ج:احبار۱۱:۷۔۸،استثناء۱۴:۸

۱۰۹۔ الف:طیطس کے نام خط ۱:۱۵۔ ب:لوقا۱:۱۵۔ ج:مرقس ۶:۲۰

۱۱۰۔ الف:متی ۲۳:۲۵۔ ب:لوقا۱:۶۔ ج:لوقا۲:۲۵

۱۱۱۔ الف:متی ۱:۱۹۔ ب:لوقا۱۵:۷۔ ج:متی ۵:۸

۱۱۲۔ الف:متی ۵:۱۰۔ ب:سلاطین دوم ۲۲:۲۔ ج:ایوب ۱:۱

۱۱۳۔ الف:پیدائش ۶:۹۔ ب:پیدائش ۲۶:۵۔ ج:استثناء ۳۴:۱۰

۱۱۴۔ الف:گنتی ۱۴:۲۴۔ ب:متی ۹:۱۲۔۱۳۔ ج:حزقی ایل ۱۸:۲۰۔۲۲

۱۱۵۔ الف:کتاب امثال ۲۱:۱۸۔ ب:۱۔کرنتھیوں ۱۵:۳۔ ج:رومیوں ۵:۱۲۔۱۳

۱۱۶۔ الف:ایضاً ۵:۱۹۔۲۰۔ ب:مجلہ السیرۃ شمارہ ۱۸ ستمبر ۲۰۰۷ ص ۱۸۲۔۱۸۵۔ ج:مرقس ۱۲:۲۹۔۳۰

۱۱۷۔ الف:یوحنا۱۴:۲۴۔ ب:ایضاً ۱۷:۳۔ ج:متی ۲۳:۸۔۱۰

۱۱۸۔ الف:متی ۲۱:۱۰۔۱۱۔ ب:اعمال۲:۲۲۔ ج:اعمال ۳:۱۳

۱۱۹۔ الف:اعمال۳:۲۶۔ ب:اعمال۴:۳۰۔ ج:پیدائش۴۲::۱۰۔۱۱

۱۲۰۔ الف:متی ۲۸:۱۸۔۲۰۔ ب:لوقا۱:۱۵۔ ج:کلسیوں ۱:۱۵۔۱۷

۱۲۱۔ الف:ایضاً ۲:۹۔ ب:عبرانیوں ۱:۸۔ ج:فلپیوں ۲:۶۔۸

122/a Paul and Jesus by Dr. Johamas Weiss Page 130 with reference to Dimensions of Christianity by Abdul Hamid Qadri M.A 2nd edition 1988, Islami Mission , Sant Nagar, Lahore Jesus or. Paul? by Mayor Arnold Page 122

122/b (Reference as above) Page 12

۱۲۳۔ الف:الصافات۔۱۸۱۔۱۸۲۔ ب:سورہ ق۔۳۸۔ ج:فاطر۔۴۴

۱۲۴۔ الف:البقرہ:۲۵۵۔ ب:آل عمران۔۵۔ ج:یونس۔۴۴

۱۲۵۔ الف:النساء:۴۰۔ ب:شوریٰ۱۱۔ ج:البقرہ۔۱۸۶

۱۲۶۔ الف:النمل:۶۲۔ ب:اخلاص۔۳۔ ج:البقرہ:۱۱۶۔۱۱۷

۱۲۷۔ الف:المائدہ۔۱۸۔ ب:آل عمران۔۹۔ ج:الانبیاء۲۳

۱۲۸۔ الف:الحج۔۷۳۔۷۴۔ ب:النحل۔۱۱۲۔ ج:حم سجدہ۔۱۵۔۱۷

۱۲۹۔ الف:الانعام:۸۵۔۸۸۔ ب:الانبیاء:۷۲۔۷۳۔ ج:مریم:۵۱۔۵۲

۱۳۰۔ الف:طٰہٰ:۹۰۔۹۱۔ ب:الصافات:۱۱۷۔۱۲۲۔ ج:النمل:۱۵

۱۳۱۔ الف:ص:۲۰۔ ب:ص:۱۷۔ ج:ص۔۴۴

۱۳۲۔ الف:مریم:۳۰۔۳۳۔ ب:الزخرف۔۶۳۔۶۵۔ ج:المائدہ:۷۲۔۷۳

۱۳۳۔ الف:الحدید۔۲۷۔ ب:المائدہ:۸۲۔۸۳۔ ج:آل عمران:۴۵

۱۳۴۔ الف:آل عمران۔۵۲۔ ب:النساء:۱۵۷۔۱۵۸۔ ج:آل عمران۔۵۹

۱۳۵۔ الف:القصص۔۱۴۔ ب:البقرہ:۱۹۰۔۱۹۳۔ ج:الحج۔۳۹۔۴۰

۱۳۶۔ الف:التوبۃ۔۵۔۶۔ ب:ایضاً۔۸۔ ج:الممتحنۃ:۸۔۹

۱۳۷۔ الف:البقرہ۔۲۵۶۔ ب:بائبل، کتاب یشوع۹:۲۵۔۲۷۔ ج:یسعیاہ۵۶:۴۔۵

۱۳۸۔ الف:تہذیب سیرۃ ابن کثیر ص۶۵۸۔ ب:ایضاً ص۵۶۴۔ ج:بائبل، کتاب خروج۲۱:۷

۱۳۹۔ الف:بائبل کا نیا عہد نامہ:۱۔ تیمتھیس۲:۱۲۔۱۴۔ ب:ایضاً۵:۹۔۱۰۔ ج:۱۔کرنتھیوں۱۱:۶۔۱۰

۱۴۰۔ الف:البقرہ۔۲۲۸۔ ب:النساء۔۱۹۔ ج:آل عمران:۱۹۵

۱۴۱۔ الف:الاحزاب۔۵۹۔ ب:البقرہ:۲۳۶۔ ج:بائبل، کتاب استثناء۲۲:۱۵۔۲۱

۱۴۲۔ الف:النور:۶۔۹۔ ب:ایضاً۔۴۔ ج:ایضاً۔۳۲

۱۴۳۔ الف:الاعراف۔۲۸۔ ب:البقرہ۔۲۸۲۔ ج:البقرہ۔۲۷۳

۱۴۴۔ الف:بائبل، کتاب گنتی۲۷:۸۔ ب:النساء۔۷۔ ج:ایضاً۔۱۱

۱۴۵۔ الف:النساء:۶۶۔۶۸۔ ب:البقرہ۔۱۴۲۔ ج:بائبل، کتاب احبار۱۵:۱۹۔۲۱

۱۴۶۔ الف: ایضاً ۱۵: ۲۵۔۳۰۔ ب: البقرہ۔۲۲۲۔ ج: بائبل، انجیل یوحنا ۲۰: ۲۳

۱۴۷۔ الف: بائبل، کتاب احبار ۶: ۲۵۔۲۶۔ ب: النساء: ۶۴۔ ج: ایضاً ۱۱۰

۱۴۸۔ الف: شوریٰ ۲۵۔ ب: آل عمران۔۱۳۵۔ ج: المنافقون۔۶

۱۴۹۔ الف: النور ۲۲۔ ب: التوبۃ۔۳۱۔ ج: انجیل متی ۵: ۲۹۔۳۰

۱۵۰۔ الف: انجیل متی ۵: ۳۹۔ ب: شوریٰ۔۴۰۔ ج: شوریٰ۔۳۹

۱۵۱۔ الف: کتاب امثال ۹: ۷۔ ب: ایضاً۔۱۷: ۸۔ ج: ۱۔کرنتھیوں ۹: ۱۹۔۲۰

۱۵۲۔ الف: رومیوں ۳: ۷، ایضاً ۱۳: ۱۔۲۔ ب: گلتیوں ۱: ۱۱۔۱۲۔ ج: التوبۃ۔۷۱

۱۵۳۔ الف: البقرہ۔۱۸۸۔ ب: المائدہ: ۷۸۔۷۹۔ ج: الانعام: ۹۴

۱۵۴۔ الف: النساء: ۱۳۸۔۱۳۹۔ ب: انجیل متی ۱۵: ۲۵۔۲۶۔ ج: الحجرات۔۱۳

۱۵۵۔ الف: الزمر۔۶۴۔ ب: البقرہ۔۲۷۳۔ ج: الواقعۃ: ۵۱۔۵۲

۱۵۶۔ الف: الشعراء۔۸۶

فصاحت و بلاغت اور خطابت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایک جامع مطالعہ

خطابت نبوی ﷺ

سید عزیز الرحمٰن

تقدیم: مولانا سلیم اللہ خاں

تعارف: ڈاکٹر سید سلمان ندوی

صفحات: ۲۷۲

قیمت: ۲۱۰ روپے

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز